(الرحلۃ فی طلب الحدیث)

حصولِ حدیث کے لیے سفر

toobaa-elibaray.blogspot.com

تصنیف

امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت

(خطیب بغدادیؒ)

ترجمہ

ساجد الرحمٰن صدیقی

علیہ: نورالدین عتر



طوبى / ريسچ لأبريرى

toobaa-elibrary.blogspot.com

حصولِ حدیث کے لیے سفر

(الرحلة فی طلب الحدیث)

امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت (خطیب بغدادیؒ)

toobaa-elibaray.blogspot.com

تحقیق و تعلیق

نور الدین عتر

صدر شعبہ علوم قرآن وسنت، جامعہ دمشق

ترجمہ

ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادارہ معارف اسلامی

یہ ادارہ، اسلامی علوم و معارف کی تحقیق و تصنیف اور اشاعت و ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دور حاضر کے عظیم مفکر اور قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور میں ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مراکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے حسب ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہیں:

- تحقیق اور علمی جستجو کے بعد اسلامی تعلیمات کو جدید ترین اسلوب اظہار کے ذریعے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- علماے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔
- عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لیے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔
- اسلامی موضوعات پر دور حاضر کے مسلم علما کے نمایاں کارناموں کی دنیا کی اہم زبانوں بالخصوص اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibaray.blogspot.com

انتساب

فضیلۃ الاستاذ، الشیخ العلامۃ مصطفیٰ مجاہد کے نام، جن کے علم وفضل سے میں نے اپنے علمی سفر میں بہت استفادہ کیا۔ میں جب بھی جامعہ ازہر (مصر) میں جاتا تو ان سے ملاقات ہوتی، اور ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

وہ ایک عظیم استاد، خیر خواہ مرشد اور بہترین نمونہ تھے۔ وہ خود بھی کلمۂ حق کا کھلم کھلا اعلان کرتے تھے اور ہمارے دلوں میں بھی علم وعمل کا بیج بوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اوّل الحرمین میں تعلیم وتدریس کا شرف بخشا اور اپنے حبیب کے شہر میں اپنی جوارِ رحمت میں بلایا۔

نورالدین عتر

toobaa-elibrary.blogspot.com

Acc NO = G-3676
30/6/2010

جملہ حقوق بحق ادارہ معارف اسلامی محفوظ ہیں

نام کتاب	حصولِ حدیث کے لیے سفر
	(الرحلة فی طلب الحدیث)
مصنف	امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت (خطیب بغدادی)
تحقیق و تعلیق	نورالدین عتر
اردو ترجمہ	ساجد الرحمان صدیقی کاندھلوی
باہتمام	ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور
مطبع	رانا پرنٹرز، دی مال، لاہور
اشاعت اول	ستمبر ۲۰۰۹ء (۱۱۰۰)
صفحات	۱۷۶
قیمت	-/۱۰۰ روپے

تقسیم کنندہ:

مکتبہ معارف اسلامی

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: ۵۴۷۹۰

فون: ۳۵۴۳۲۴۱۹، ۳۵۴۱۹۵۲۰-۴، ۳۵۴۳۲۴۷۶-۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمانِ الٰہی

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ ۹ : ۱۲۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔

فرمانِ رسولؐ

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ۔

(بخاری: کتاب العلم، باب ۱۰)

جب کوئی شخص حصولِ علم کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

دیباچہ	حافظ محمد ادریس	۹
حرف اوّل	محقق	۱۷

مقدمہ محقق

نبوت کا علمی اعجاز	۱۹
تحفظ حدیث کے لیے امت مسلمہ کی مساعی	۲۲
طلب حدیث کے لیے سفر	۲۳
مقاصد سفر	۲۵
۱۔ حصول حدیث	۲۵
۲۔ تثبت حدیث	۲۵
۳۔ سند عالی کی طلب	۲۶
۴۔ رواۃِ حدیث کے حالات	۲۸
۵۔ علمائے حدیث سے تبادلۂ خیال	۲۹
سفرِ علمی کے فوائد	۳۰
۱۔ علم کے مختلف پہلوؤں پر دسترس	۳۰
۲۔ اشاعتِ علم	۳۲
۳۔ عمومی تجربات میں وسعت	۳۲
۴۔ فضل وکمال کا نشو ونما	۳۳
۵۔ مراسم نو کی تشکیل	۳۴
علمی سفر کے آداب	۳۵
سفر کے عمومی آداب کا لحاظ	۳۶
علمی سفر کی تاریخ	۳۷
مصنف کے حالات زندگی	۴۲
امامت اور مجالس	۴۶
شخصیت	۴۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

علمی مقام	۴۹
علمی منہج	۵۱
علمِ کلام	۵۱
علمِ فقہ	۵۴
علم حدیث	۵۷
علم حدیث پر خطیب کا اثر	۵۹
خطیب کی تصانیف	۶۰
ا۔حدیث اور علومِ حدیث	۶۰
ب۔فقہ اور اصول فقہ	۶۱
ج۔ادب	۶۱
د۔تاریخ	۶۲
زیرِ نظر تصنیف	۶۲
موضوع	۶۲
تحقیقِ کتاب میں ہمارا اسلوب	۶۳

کتاب الرحلة فی طلب الحدیث

سفرطلبِ حدیث، اس کا حکم، ترغیب اور فضائل	۶۶
حضرت موسیٰؑ کا حصول علم کے لیے سفر	۸۳
صحابہ کرامؓ کا سفرِ علمی	۹۱
تابعین کا سفرِ علمی	۱۰۱
سفرِ حسرت	۱۲۷

ضمیمہ

الزیادات علی کتاب الرحلة

صحابہ کرامؓ کا سفر علمی	۱۴۰
سفرعلمی کے بارے میں آثارِ صحابہؓ	۱۴۵
تابعین اور بعد کے لوگوں کے علمی سفر	۱۴۵
محدثین کے سفرِ علمی کے لطائف	۱۵۲
تین اہم اقتباسات	۱۶۱
اشاریہ (شخصیات)	۱۶۸
کتابیات	۱۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیباچہ

امتِ مسلمہ کے لیے قرآن مجید ایک دائمی دستور العمل ہے۔ اس کتابِ مبین نے جہاں جہاں زندگی کے بنیادی مقاصد کے بارے میں راہ نمائی کی ہے، وہاں وہاں اس نے بنیادی مقاصد کے اسباب و ذرائع کی نشاندہی بھی کی ہے۔ قرآن کا مطلوب تو ایمان نافع اور عمل صالح ہے۔ مگر یہ دونوں چیزیں بغیر علم دین کے حصول کے ناممکن ہیں۔ اس لیے قرآن و سنت میں علم دین کو 'فرض' کا درجہ دیا گیا ہے۔ پھر چونکہ 'علم' کا حصول عموماً اپنے وطن میں مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید نے بعض حالات میں علم کے حصول کے لیے سفر کو ضروری قرار دیا ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبۃ ۹: ۱۲۲) ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش) سے بچتے۔

یہ آیت مسلمانوں کے لیے 'سفرِ علمی' لازم قرار دے رہی ہے، بشرطیکہ اپنے علاقے میں اسباب علم مفقود ہوں۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں: متى عجز عن التفقه الا بالسفر وجب عليه السفر[1] جب کوئی آدمی سفر کے بغیر علم دین حاصل کرنے سے عاجز ہو تو اس پر سفر واجب ہو جائے گا۔

کچھ آگے جا کر امام رازیؒ نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں: اگر کسی آدمی کے لیے اپنے وطن میں علم حاصل کرنا ممکن ہو تو اس پر سفر کرنا واجب نہ ہوگا۔ لیکن جب آیت کے الفاظ ہی سفر پر دلیل ہیں تو ہماری رائے یقیناً یہی ہے کہ بابرکت اور نفع بخش علم سفر ہی کے ذریعے ممکن ہے۔[2]

ہم نے اس آیت کی ظاہری تاویل ہی کو ترجیح دی ہے۔ یہ بہت سارے علماء کی رائے بھی

۱۔ التفسیر الکبیر، ج ۱۶، ص ۲۲۷۔ ۲۔ ایضاً

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

ذھب کثیر من الناس الی ان المراد من النفر النفر والخروج لطلب العلم، فالاٰیة لیست بمتعلقة بما قبلھا من امرالجھاد، بل لمّا بیّن وجوب الھجرة والجھاد – وکل منھما سفر العبادة – فبعد مافضّل الجھادَ ذکر السفرَ الاٰخرَ وھو الھجرة لطلب العلم۔[1] بہت سے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں 'نفر' سے مراد حصول علم کے لیے نکلنا اور سفر کرنا ہے۔ پس یہ آیت ماقبل کی آیت جہاد سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب ہجرت اور جہاد کی فضیلت بیان کی — جن کے لیے سفر، عبادت ہی کے زمرے میں شامل ہے — تو فضیلت جہاد کو ذکر کرنے بعد ایک دوسرے سفر کا ذکر کیا اور وہ ہے طلب علم کے لیے سفر۔

اس جگہ تو قرآن مجید نے مجملاً ترغیب وتشویق سے کام لیا ہے۔ لیکن دوسری جگہ یعنی سورۂ کہف میں اپنے ایک عظیم المرتبت نبی کا نمونہ پیش کر دیا کہ اس نے علم کے لیے پر مشقت سفر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. (الکھف۱۸:۶۲)

آگے جا کر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: لاؤ ہمارا ناشتہ آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے۔

یہ چونکہ سفر علم تھا اس لیے آگے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر احسان کے ارادے سے آداب تعلم بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی کہلوا دیے، فرمایا:

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. (الکھف۱۸:۶۶) کیا میں آپ کی تابعداری اختیار کر سکتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ اس حکمت کی تعلیم دے دیں جو آپ کو سکھائی گئی؟

اس ایک فقرے میں قرآن مجید نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ اس آیت کے چند نکات بطور تذکیر مختصراً ملاحظہ ہوں۔

۱۔ روح المعانی، ج۱۱،ص۴۹۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حصول تعلیم کے لیے اتباع کا لفظ استعمال فرمایا'' کیا میں آپ کی تابعداری اختیار کر سکتا ہوں؟'' اس سے تین امر مراد ہیں:

(۱) عاجزی اور تواضع، کہ یہ طالب علم کا خاصہ ہے۔

(۲) تابعداری، یعنی طالب علم کا مقصود اصلاً متابعت ہی ہے، نہ کہ ذہنی عیاشی، جو کتابوں کے مطالعے سے حاصل ہوتی ہے۔

(۳) بالفاظ دیگر اپنے استاد سے کہہ رہے ہیں کہ آپ لائق اتباع راہ نما ہیں اور علم و عمل کے پیکر ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ میں علم تو آپ سے حاصل کروں اور عمل کہیں اور جا کر سیکھ لوں۔ اس میں ضمناً یہ بات بھی آ گئی کہ پیکر علم و عمل شخص کو ہی استاد بنانا چاہیے۔

۲- پھر یہ جملہ استفہامیہ بنایا: '' کیا میں تیری تابعداری اختیار کر سکتا ہوں؟'' اس میں تواضع اور عاجزی کی انتہا تو ہے ہی، مگر یہ بھی ہے کہ استاد پر کسی کا کوئی قرض تو نہیں ہے کہ زبردستی اس کے ہاں ڈیرہ ڈال دے۔

۳- موسیٰ علیہ السلام نے ان تُعلِّمَنِ کا لفظ کہا۔ وہ عَلِّمنی بھی کہہ سکتے تھے، مگر ادباً صیغۂ امر نہیں کہا۔ اس میں اپنے بارے میں بے علمی اور استاد کے بارے میں علم و فضل کا اعتراف ہے۔

۴- پھر یہ کہ اتباع کو مقید نہیں کیا کہ فلاں شعبہ اور فلاں چیز میں تیری تابعداری کروں گا اور فلاں میں نہیں، بلکہ اس کو مطلق رکھا'' کیا میں تیری تابعداری کروں''، یعنی ہر چیز میں۔

۵- مما کا لفظ رکھا۔ یعنی میں آپ کا مساوی تو نہ بن سکوں گا اس لیے کہ آپ تو بہر حال مقبولِ الٰہی ہیں، البتہ آپ سے بعض علوم کا بہر حال طلب گار ہوں۔

۶- علمت کا صیغہ مجہول رکھا ہے۔ یعنی وہ حکمت و دانش جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ سکھانے والے کو تواضع کی وجہ سے مخفی رکھا۔ اگر چہ سکھانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کلام میں ظاہر نہیں کیا۔

۷- پھر مطالبہ بھی رشد و ہدایت کا کیا۔ رشد وہ چیز ہے جو اگر بندہ کے پاس نہ ہو تو ضلالت میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

مبتلا ہو جائے۔ علم بلا رشد کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس لیے کہ وہ اسباب جہنم میں سے ہے۔

یہ اس آیت کے بعض وہ نکتے ہیں جن کو مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قرآن ضمنی مسائل میں بھی کس طرح مسلمانوں کی راہ نمائی کرتا ہے۔

چونکہ قرآن پر عامل اولین جماعت صحابہ کرام ہی کی تھی اس لیے ان آیات اور ان کے نکتہ ہائے دقیق پر ہر وقت ان کی نظر رہتی تھی۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ وہ طلب علم کے لیے دور و دراز کا سفر نہ کرتے؟ ان سعادت مند لوگوں کی دوسری بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معلم و مرشد تھے۔ آنحضورؐ صحابہ کرام اور اپنی پوری امت کو علمی سفر کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ [1] جو علم حاصل کرنے کے لیے نکلا وہ اللہ کے راستے میں ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: من سلک طریقاً یطلب فیہ العلم سلک اللّٰہ بہ طریقاً الی الجنۃ [2] یعنی: جو حصول علم کے راستے پر چلا اللہ اس کو جنت کے راستہ پر گامزن کردے گا۔

ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں صحابۂ کرامؓ نے سفر کو علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بنایا۔ بہت سارے صحابہؓ نے علمی اسفار کیے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے صرف ایک حدیث کو حاصل کرنے لیے مصر کا سفر کیا [3]۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے سیدنا عبد اللہ بن اُنیسؓ سے ایک حدیث سننے کے لیے ایک مہینے کی مسافت کو گوارا کیا۔ [4] قیس بن کثیر کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے مدینہ سے دمشق تک ابو الدرداءؓ سے صرف ایک حدیث سننے کے لیے سفر کیا [5]۔ عبد اللہ بن بریدہؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک آدمی مصر صرف اس لیے گیا کہ وہ حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے حدیث رسول کا سماع کر سکے [6]۔ بسر بن عبید اللہؒ فرماتے ہیں۔ ''میں نے بہت سارے شہروں کا سفر ایک

۱۔ مشکوۃ المصابیح، ج۱، ص ۳۲۔
۲۔ مسند احمد، ج۱، ص ۱۴۹۔
۳۔ جامع بیان العلم، ج۱، ص ۹۳۔
۴۔ بخاری، ج۱، ص ۱۸۔
۵۔ مسند احمد، ج۱، ص ۱۴۹۔
۶۔ دارمی، ج۱، ص ۱۴۰۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک حدیث کے سماع کے لیے کیا"۔[۱]

پھر صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین نے تو اس قدر علمی سفر کیے کہ ان کے واقعات کو تحریر میں لانے کے لیے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔ ان سطور میں ان شخصیات کے اسفار علمی کا احاطہ مشکل ہے۔ ابو العالیۃ کہتے ہیں: ہم بصرہ میں صحابہؓ سے منقول احادیث سنتے تھے، لیکن ہم اس پر مطمئن نہ ہوتے تھے، جب تک کہ خود مدینہ آ کر وہی حدیث اس کے راوی صحابہ کرامؓ کی زبانی نہ سن لیتے[۲]۔ مکحولؒ نے حدیث کی طلب میں مصر، شام، حجاز اور عراق کے سفر کیے[۳]۔ سعید بن المسیّب ایک حدیث کے سماع کے لیے دن رات کا مسلسل سفر کرتے رہے[۴]۔ مسروقؒ نے طلب حدیث میں بہت سفر کیے[۵]۔ تبع تابعین میں یہ شوق فزوں تر ہو گیا اور سفر کے وسائل بھی پہلے کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ فراہم ہو گئے تو علم الحدیث کے لیے اتنے سفر ہوئے کہ شمار میں نہیں آ سکتے۔

علمائے حدیث نے خالصتاً اسی باب میں بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں، اور بعض محدثین نے اپنی کتابوں میں باقاعدہ الرحلة فی طلب العلم کے عنوانات باندھے ہیں۔ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ کی شہرہ آفاق مجموعہ حدیث مسند میں باب فی الرحلة الی طلب العلم و فضل طالبیه موجود ہے۔ جناب عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ کی سنن دارمی میں باب الرّحلة فی طلب العلم و احتمال العناء فیه موجود ہے اور امام ابو عبداللہ بخاریؒ نے الجامع الصحیح میں ایک باب، باب ما ذکر فی ذهاب موسیٰ علیه السلام فی البحر الی الخضر علیهما السلام قائم کیا، جس میں قصۂ موسیٰ و خضر کو مفصل ذکر کیا ہے۔ پھر ایک باب، باب الرحلة فی المسئلة النازلة و تعلیم أهله اور ایک باب، باب الخروج فی طلب العلم قائم کیا ہے۔ اسی طرح اور بہت ساری کتابوں میں بھی آپ یہ عنوان پا سکتے ہیں، جس سے 'رحلة' کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

امام بخاریؒ جن کی لطافتِ نظر کا ایک زمانہ گواہ ہے اور عام طور پر اہل علم انھیں

۱۔ دارمی، ج ۱، ص ۱۴۰۔
۲۔ دارمی، ج ۱، ص ۱۴۰۔
۳۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۹۰۔
۴۔ جامع بیان العلم، ج ۱، ص ۹۴۔
۵۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۴۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

محدث المجتهدین کے خطاب سے یاد کرتے ہیں، جن کی کتاب کے عنوانات کے بارے میں یہ بات زبان زدعام ہے کہ علم البخاری فی تراجمہ یعنی بخاریؒ کے علم کا اندازہ الجامع الصحیح کے عنوانات سے ہوتا ہے۔ انھوں نے باب الخروج فی طلب العلم کی ابتدا میں بطور تعلیق لکھا: ورحل جابر بن عبد اللہ مسیرۃ شھر الی عبد اللہ بن اُنیسؓ فی حدیث واحدٍ[1] جابرؓ بن عبداللہ نے ایک مہینے کا سفر طے کر کے عبداللہ بن اُنیسؓ سے ملاقات کی، اور یہ صرف ایک حدیث کی خاطر۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ 'رحلہ' کی روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ تعلیق جزماً کیا ہے، اور امام بخاریؒ کا یہ انداز حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (اگر چہ اس سے صرف 'رحلہ' کی صحت ثابت ہے)۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ پورا سفر صرف ایک حدیث کے لیے کیا گیا تھا۔ اس 'حدیث واحد' کی تصریح کو بہت سارے لوگوں نے پڑھا ہوگا مگر خطیبؒ بغدادی نے اس کو ایک الہام ربانی سمجھ کر پڑھا اور پھر اس موضوع پر پوری کتاب لکھ دی، جس کا نام الرحلۃ فی طلب الحدیث رکھا۔ حقیقتاً یہ روداد ایک حدیث کو طلب کرنے لیے سفر سے متعلق ہے۔ یہ ایک اچھوتا اور نادر موضوع ہے، جس میں خطیبؒ نے بہت اعلیٰ اور دقیق علمی نکات جمع کیے ہیں۔ ویسے بھی خطیب کے بارے میں علمائے تاریخ کہتے ہیں کہ حدیث پر کام کرنے والا کوئی بھی محقق عالم ان کی کتابوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ علم حدیث میں شاید ہی کوئی موضوع ہو جس پر ان کی تصنیف موجود نہ ہو۔ جزاہ اللہ عن الحدیث واھلہ خیراً. وہ حدیث جس کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، اس کتاب کے نمبر ۳۱ پر موجود ہے۔

اس کتاب پر شیخ نور الدین عتر نے تعلیقات لکھی ہیں۔ ابتدا میں ۵۰ صفحات کا طویل مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور کتاب الرحلۃ اور خطیب بغدادیؒ کی شخصیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آخر میں قریباً ۵۰ صفحات کا 'استدراک' ہے، جس میں ان آثار کا ذکر کیا ہے جو خطیبؒ سے چھوٹ گئے تھے۔

۱۔ بخاری، ج ۱، ص ۸۱۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خطیب بغدادیؒ کی شخصیت پر عصر حاضر کے بعض مشہور محدثین نے کچھ اعتراضات کیے ہیں۔ شیخ عتر نے ان کا جواب دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ ہم اپنی طرف سے صرف اتنی بات اضافی لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی، مسلمان امت کے اکابر علما میں سے ہیں۔ طالبانِ علومِ نبوت ہمیشہ ان کے زیرِ بارِ احسان رہیں گے۔ بایں ہمہ کہ وہ عالم اور امام تھے، لغزشوں سے پاک نہ تھے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف اماموں کی عظمت کے قائل تھے، مگر ائمہ کی عصمت ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھی۔ عصمت صرف انبیا کے لیے ہوتی ہے۔ اگر سوچا جائے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے کہ ائمہ پر تنقیدات ہوتی رہتی ہیں۔

یہ تنقیدات دو طرح کی ہوتی ہیں، ایک خالص علمی اور مبنی بر اخلاص۔ یہ ہر لحاظ سے مفید عمل ہے اس سے ایک جانب علمی ارتقا کا سلسلہ جاری رہتا ہے، دوسری جانب تمام اہلِ علم کو یہ احساس رہتا ہے کہ ان کی ہر بات کی چھان پھٹک ہوگی اور ہر تحریر کسوٹی پر پرکھی جائے گی۔ اس سے وہ احتیاط پروان چڑھتی ہے جو رسوخ فی العلم کے لیے ازحد ضروری ہے۔ ایسی تنقید اور جرح و تعدیل کا اہتمام کرنے والے بلاشبہ محسنینِ امت اور محافظین علم ہیں۔

دوسری قسم کی تنقید سطحی اور غیر علمی ہوتی ہے جو مذہبی عصبیت، وطنی منافرت اور معاصرانہ چشمک سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کے نقاد خود اپنا وزن کھو بیٹھتے ہیں، مگر بالواسطہ اس کا بھی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اہل علم مزید محتاط ہو جاتے ہیں، اور ان کی علمی تحقیق خود تنقید برائے تنقید کرنے والوں کا بھانڈہ پھوڑ دیتی ہے۔

انھی تنقیدات کے دقیق مطالعہ و تجزیہ کے بعد مشہور عالم اور ادیب علامہ تاج الدین سبکیؒ نے وہ دلچسپ فقرہ تحریر فرمایا تھا جس سے اہل علم محظوظ ہوتے رہے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ مامن امام الا وقد طعن فیه الطاعنون وهلک فیه الهالکون۔[۱] کوئی بھی امام نہیں، جس پر معترضین نے اعتراض نہ کیا ہو اور ہلاک ہونے والے اس کی بنا پر ہلاکت سے دوچار نہ ہوئے ہوں۔

۱۔ طبقات الشافعیه الکبریٰ، ج۱، ص۱۸۸۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

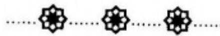
امام موصوف نے اس مختصر فقرے میں بڑا مضمون سمو دیا ہے جس سے تنقید کرنے والوں کی دونوں اقسام جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔

زیر نظر کتاب کا ترجمہ جناب ساجد الرحمٰن صدیقی نے ۱۹۸۴ء میں کیا تھا۔ ترجمے کے بعد مسودہ طویل عرصے تک ہمارے ادارے میں پڑا رہا۔ ترجمے پر اہل نظر نے تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ اس کی نوک پلک درست کرنے کے لیے ادارے کے بہت سے رفقا نے محنت کی۔ آغاز میں چودھری محمد رفیق صاحب نے اسے دیکھا۔ پھر مولانا عبدالوکیل علوی، مولانا محمد احمد واسطی اور مولانا گل زادہ شیر پاؤ صاحبان نے بھی اس پر کام کیا۔ ان تمام احباب کی کاوش سے ترجمہ کی اصلاح اور اسے متن سے قریب تر کرنے کا کام کافی حد تک مکمل ہو گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ تشنگانِ علم اسے مفید پائیں گے۔ ہم اپنے بہی خواہوں اور اہل علم کے مشوروں کے منتظر رہیں گے۔

حافظ محمد ادریس

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی لاہور

۱۳/اپریل ۲۰۰۹ء



toobaa-elibrary.blogspot.com

حرف اوّل

آج جب ہم علمائے اسلام بالخصوص محدثین عظام کے کارنامے پڑھتے ہیں، تو ہم ان کی علوِ ہمت پر حیران رہ جاتے ہیں کہ محدثین کرام نے طلب حدیث کے لیے کس قدر پُر صعوبت اور طویل سفر کیے اور علم کی خاطر کتنی مشقتیں برداشت کیں اور تکلیفیں اٹھائیں انھیں دنیا کی بڑی سے بڑی ترغیبات اور مناصب وعزت کے بڑے سے بڑے مواقع نے بھی حصول علم سے غافل نہیں کیا۔

حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی کی تصنیف لطیف الرحلة فی طلب الحدیث علمائے اسلام کی علو ہمت اور عظمت مقصود کا ایک کھلا اور واضح ثبوت ہے۔ جسے ہم امت مسلمہ کے تعلیم یافتہ حضرات کے سامنے اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ وہ اس عظمت رفتہ کے نظارے سے طلبِ علم کی جلا حاصل کریں اور دنیا کے سامنے تاریخ کی اعلیٰ ترین سیاحت کی تاب ناک مثالوں کو زندہ کرسکیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی سیاحت اس سیاحت سے عظیم تر نہیں ہوسکتی جس کا مقصود علما سے ملاقات اور ان کے علمی اور روحانی فیض سے مستفید ہونا ہو۔

دارالکتب الظاہریہ کے مخطوطات کے مطالعے کے دوران میری نظر اس کتاب پر پڑی اور اس کے موضوع کی ندرت نے میری توجہ اپنی جانب کھینچ لی اور موضوع و مضمون کے حسن نے میری دل چسپی میں اضافہ کر دیا کہ اس کتاب میں خطیب بغدادی نے طلب حدیث کے صرف وہ سفر بیان کیے ہیں جو صرف ایک حدیث کے معلوم کرنے کے لیے کیے گئے۔

غرض میں نے اس کتاب کو نقل کر کے مذکورہ لائبریری میں موجود دو قلمی نسخوں کے ساتھ موازنہ کیا اور اس کتاب کو اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تیار کر لیا۔

آغاز میں مَیں نے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں نبوت کے علمی اعجاز کو بیان کیا ہے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلام کی تمام تہذیبی اور علمی ترقیاں شجر نبوتؐ ہی کے برگ و بار ہیں۔ بلکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی نور کی کوئی کرن جھلکی ہے، وہ آفتاب نبوتؐ ہی کا انعکاس ہے۔ کیونکہ اسلام ہی تو ہے جس نے فکر کو بندھنوں سے آزاد کیا اور علم کی شاہ راہیں روشن کیں۔

علم و فکر اور تہذیب و تمدن کا یہ سوتا قرآن اور حدیث ہی سے پھوٹا ہے۔ میں نے اس مقدمے میں وضاحت سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن و حدیث کی کیا خدمت انجام دی اور اس خدمت کے لیے کن نئے علوم کی جانب اللہ نے ان کی راہنمائی کی، جن کی جانب کبھی کسی قوم کے خیال تک نے سبقت نہیں کی تھی، یعنی فن رجال اور ثقہ روایات، کہ مسلمانوں نے نہ صرف ان علوم کو وضع کیا، نشو ونما دی بلکہ ان کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔

بعد ازاں میں نے خطیب بغدادی کی شخصیت اور اس کتاب میں ان کے اختیار کردہ ان کے منہاج علمی (scientific method) پر روشنی ڈالی ہے اور اس سلسلے میں علوم شرقیہ کے مغربی ماہرین (مستشرقین orientalists) کے معاندانہ پروپیگنڈے کا رد کیا ہے۔

میں نے حواشی میں کتاب میں مذکور احادیث کے مآخذ کی نشان دہی کے علاوہ مختصر سند، حدیث کے مقام و مرتبے اور مطبوعہ اور قلمی مصادر کا ذکر کر دیا ہے تاکہ کتاب میں مذکور احادیث میں اگر کہیں کوئی اشکال ہو تو دوسری کتب احادیث میں مذکور بعض تفاصیل سے ان کی وضاحت ہو جائے۔ نیز متن اور سند کے الفاظ کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

آخر میں مَیں نے وہ احادیث بھی جمع کر دی ہیں جن کا خطیب بغدادی نے اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔

اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب انتہائی مفید و مکمل ہو گئی ہے اور اس قابل ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ حضرات اس سے کماحقہ مستفید ہوں اور اپنے مآثر علمی سے صحیح معنوں میں فیض یاب ہو کر طلب علم کے لیے تیار ہو سکیں۔

نورالدین عتر

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدمۂ محقق

نبوت کا علمی اعجاز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ علمی معجزہ ہے۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ آپؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپؐ نے کبھی کسی سے دنیاوی علوم حاصل نہیں کیے تھے۔ جن اہل عرب میں آپؐ مبعوث ہوئے وہ سب اُمی تھے اور ان میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ تھا ماسوا چند اشخاص کے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ آشنائے تحریر تھے۔ لیکن آپ علم لے کر آئے اور معرفت کے ساتھ مبعوث ہوئے اور پہلی وحی میں یہ الفاظ نازل ہوئے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (العلق ۹۶ : ۱-۵) پڑھو اے نبیؐ! اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو، اور تمھارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔

آپ کی دعوت واضح، پرزور اور دلوں میں گھر کر جانے والی تھی، وہ ایسے مضبوط اور صحیح استدلال پر مبنی تھی کہ ہر کہ ومہ کے قلب میں جاگزیں ہو جاتی اور ہر ایک کے درجہ فہم کے لیے قابل قبول بن جاتی۔ اس کا محور ایسے کائناتی مشاہدات تھے جن سے کسی کو بھی مجال گریز نہ تھا۔

قرآن کریم میں جابجا کائناتی شواہد سے استدلال کیا گیا ہے اور ان کو حق سبحانہ کی معرفت کے ثبوت میں اس اسلوب سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر فکر سلیم اس کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اللہ سبحانہ حقائقِ کائنات سے آشنا ہے اس لیے قرآن کے بیان کردہ حقائق اسی طرح درست اور صحیح

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ یہ اس امر کا ثبوت ہیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علوم بیان فرمائے ہیں وہ سب من جانب اللہ ہیں۔ ان کائناتی اصولوں کا خلاصہ یہ ہے:

۱- زمین و آسمان میں موجود ہر شے اللہ نے پیدا فرمائی ہے اور کائنات کی جملہ مخلوقات اللہ کی قدرت اور اس کے حکم کی تابع ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل جاہلیت کے یہ تصورات غلط ہیں کہ بعض ارضی اشیا یا کواکب وغیرہ میں کوئی ایسی تاثیر موجود ہے جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اس طرح قرآن نے انسان کو اللہ کے سوا ہر شے کی بندگی اور اس کے خوف سے آزاد کر دیا۔

۲- تمام کائنات اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی گواہ ہے اور کائنات کا تنوع اور موجودات کا نو بہ نو ہونا اللہ کی صفات پر دلالت کرتا ہے، اسی لیے حکم دیا گیا کہ انسان صنعت کی اس عجائب گری اور ابداع کی اس نیرنگی کا مطالعہ اور مشاہدہ کرے۔ اس حکم سے قرآن نے کائناتی علوم کا دروازہ کھول دیا۔

۳- کائنات کی ہر شے انتہائی دقیق خبر رس حساب کے ساتھ رواں دواں ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمٰن ۵۵:۵) سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں۔

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (الرعد ۱۳:۸) ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔

۴- یہ تمام کائنات انسان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے پیدا کی گئی ہے بلکہ کائنات کی جملہ اشیا کو انسان کے تابع بنا دیا گیا ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ (البقرۃ ۲: ۲۹) وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نیز فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (الجاثیہ ۴۵: ۱۳) اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں کو تمھارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔

قرآن کریم کی یہ ہدایات اور نبوت محمد گا یہ علمی اعجاز تھا کہ مسلمانوں نے ساری دنیا میں علم کی شمعیں روشن کیں، انھوں نے تہذیب وتمدن کے علم بلند کیے اور تمام دنیا کے معلّم بن گئے، جب کہ مغرب ایک طویل عرصے تک تاریکیوں میں بھٹکتا رہا، وہاں ہر فکرِ نو اور ہر علم کی جوت بجھائی جاتی رہی اور جو بھی علم کی صدا بن کر اٹھا اسے مار ڈالا یا محبوس کر دیا گیا، تا آں کہ اس مغرب نے مسلمانوں کی شاگردی کی اور ان سے آشنائے علم ہوا اور تہذیب وتمدن کی شاہ راہ پر گام زن ہوا۔

آج کا انسان چاند پر پہنچ چکا ہے، لیکن فی الواقع یہ تمام جدید سائنسی ترقیاں قرآن ہی کے کائناتی اشاروں کی مرہون منت ہیں کہ قرآن ہی نے سب سے پہلے انسان کو اس رمز سے آشنا کیا کہ چاند اور ستارے نہ صرف یہ کہ انسان کے مفاد میں سرگرم عمل ہیں بلکہ انھیں انسان کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ابراہیم کا انتقال ہو گیا، تو آپ نے اہل عرب کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ سورج اور چاند گرہن کسی عظیم شخص کی موت کی بنا پر واقع ہوتے ہیں، آپ نے صلوٰۃ کسوف پڑھائی اور خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

چاند اور سورج اللہ کی تخلیق کی نشانیاں ہیں، سورج یا چاند گرہن کا کسی کی موت یا زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے، جب تم ایسی کوئی بات دیکھو تو اللہ سے دعا کرو، تکبیر کہو اور صدقہ کرو۔ (بخاری ومسلم)

ابراہیم کی موت کا آپ ؐ کو بہت صدمہ ہوا، جب وقت الوداع آیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور آپ ؐ فرمانے لگے:

آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے، دل غم سے نڈھال ہے اور اے ابراہیم! تیری جدائی کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہت ہی غم ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔(بخاری و مسلم)

جس شخص پر بھی غم کا اتنا بڑا پہاڑ ٹوٹ جائے تو وہ یہی تصور کرے گا کہ ساری دنیا غم کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے اور چاند اور سورج بھی اس کے غم میں شریک ہو گئے ہیں لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدید غم والم کی کیفیت میں بھی اس علمی حقیقت سے صرف نظر نہیں کیا، جس سے خالقِ کون ومکاں نے آپ کو آگاہ کر دیا تھا اور آپؐ نے ایک غلط خیال کی تردید کی اور فکر کی اس کج روی سے لوگوں کو روکا، حالانکہ لوگوں نے یہ بات آپؐ کی تسلی اور غم گساری میں کہی تھی۔

علوم کائنات اور علوم طبیعی درحقیقت اسی نبی اُمیؐ (فداہ اَبی و اُمی) کے منت کشِ احسان ہیں جس نے دینی حقائق بھی بتلائے اور طبعی اور کائناتی حقائق کی نشاندہی بھی کی، کہ قلوب اس کی دعوت سے منور، اور تہذیب اس کی لائی ہوئی شریعت سے مالا مال ہوگئی اور ان کی پیغمبرانہ ہدایات نے علوم طبیعت اور علوم کائنات کے ارتقا کی راہیں ہموار کر دیں۔

تحفظِ حدیث کے لیے امت مسلمہ کی مساعی

قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے حاصل ہونے والی اس علمی روشنی ہی کے طفیل امت مسلمہ میں یہ جذبہ بیدار ہوا کہ انھوں نے قرآن کریم کی حفاظت کی، اس قرآن کو آپؐ سے حاصل کر کے سینوں میں محفوظ کیا، اسے انتہائی امانت اور تسلسل کے ساتھ اگلوں کو پہنچایا، اسے تحریری صورت میں منضبط کیا اور اسی طرح اسے منتقل کیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدوّن ہوا تھا اور آج تک اس میں ایک زیر وزبر کا بھی فرق نہیں ہوا۔ یہ ہم تک اسی طرح تر وتازہ پہنچ گیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور جس طرح آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی تھی۔ یہ قرآن کریم کا ایسا علمی اعجاز ہے جو آج تک دنیا میں کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔

بعدازاں روایت کے قوانین وضع کیے گئے اور نقل روایات کا انتہائی خبر رس اور صحیح علمی اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور اس طرح احادیث نبوی کو کذب سے پاک رکھا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان میں سے سب سے اہم قانون سندِ حدیث کی تحقیق اور راویوں کے حالات کی تنقیح کا ہے۔ خود صحابہ کرامؓ نے حدیث کے تحمل کے بارے میں احتیاط اور راویوں کے ثبت ہونے کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی اور یہ حکم دیا کہ حدیث صرف ان لوگوں سے اخذ کی جائے جو دین اور حفاظت حدیث میں قابل اعتماد ہوں۔ اور یہ قاعدہ مشہور ہو گیا:

''انما هذه الأحايث دين، فانظروا عمن تأخذونها۔ یہ احادیث دین کا حصہ ہیں، یہ دیکھو کہ تم ان کو کس سے اخذ کر رہے ہو''۔[1]

احوال رواۃ کے علم پر کسی روایت کی صحت اور اس کے سقم کی اساس قائم ہوئی اور اسی سے فن رجال اور جرح وتعدیل کے علوم وجود میں آئے جو اصول حدیث کی بنیاد بنے۔ حدیث کے یہ علوم بھی امت مسلمہ ہی کی خصوصیت ہیں اور دنیا میں کبھی کسی قوم کو ان علوم کی جانب رسائی نہیں ہوئی، چنانچہ ابن حزم فرماتے ہیں:

ثقہ راویوں کا ثقہ راویوں سے حدیث کا اس طرح نقل کرنا کہ یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے، مسلمانوں کی خصوصیت ہے اور کسی اور قوم کو یہ علم عطا نہیں ہوا۔ اہل اسلام نے ہمیشہ اس علم کو پروان چڑھایا اور اس کی تازگی برقرار رکھی۔[2]

حافظ ابو علی الجبائی کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین خصوصیات عطا کی ہیں، جو کسی اور قوم کو نہیں دیں، ۱-اسناد ۲-انساب ۳-اعراب۔[3]

طلبِ حدیث کے لیے سفر

قرآن کریم کے بعد دین اسلام کا دوسرا سرچشمہ حدیث نبویؐ ہے، اسی لیے علمائے امت

۱۔ یہ الفاظ ابن ابی حاتم نے 'الجرح والتعديل' میں متعدد اسانید سے نقل کیے ہیں (۱/۱/۱۵) نیز ملاحظہ کیجیے: منہج النقد فی علوم الحدیث، (للمحقق)، ص ۴۷

۲۔ الفصل فی الملل والاهواء والنحل: ج ۲، ص ۸۲۔

۳۔ تدریب الراوی: ص ۳۵۹۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے احادیث نبویؐ کے حصول اوران کی اسانید معلوم کرنے میں بے حد اہتمام وسعی کی، یہاں تک کہ حدیث کے حصول اور سند معلوم کرنے کے لیے طویل اور پر مشقت سفر کیے۔ بلکہ صرف ایک ایک حدیث کے لیے انتہائی دور دراز کے سفر کیے گئے۔ تا کہ اس حکم قرآنی پر عمل ہو جائے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ(التوبة۹: ۱۲۲) مگرایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبر دار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔

اور تا کہ اس فرمان نبویؐ کی تکمیل ہو جائے: **من سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له به طریقاً الی الجنة** (بخاری، کتاب العلم)۔ جب کوئی شخص حصول علم کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کی وجہ سے اس کا جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

طلب حدیث کے لیے سفر محدثین کرام کے نزدیک لازمی اور ضروری تھا اور ان کے منہاج علمی کا ایک ناگزیر جزو تھا چنانچہ ابن صلاح فرماتے ہیں:

جب حدیث کا طالب علم اپنے شہر کی جملہ عالی اسناد اور مہمات حدیث سے واقف ہو جائے تو طلب حدیث میں دوسرے شہروں کا سفر کرے۔[۱]

اور یحیٰی بن معینؒ فرماتے ہیں:

چار اشخاص سے کسی رُشد کی توقع نہ رکھو: چوکیدار، قاضی کا منادی، محدث کا بیٹا اور وہ طالب حدیث جو اپنے شہر میں حدیث لکھتا ہے اور طلب حدیث کے لیے سفر نہ کرے۔[۲]

احادیث کی اسناد سے بھی سفر کے اثرات واضح طور پر نمایاں ہوتے ہیں، کیونکہ آپ کسی بھی حدیث کی سند کو ملاحظہ کیجیے، آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کے راوی متعدد ممالک سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ طلب حدیث نے ایک ہی عصر کے مختلف اوطان کے لوگوں کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔

۱۔ ابن الصلاح: علوم الحدیث، ص ۲۲۲۔ بتحقیق مصنف۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۲۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقاصد سفر

محدثین کے سفرِ طلبِ حدیث کے کئی مقاصد ہوا کرتے تھے جن میں سے چند اہم یہ ہیں۔

۱-حصولِ حدیث

سفرِ طلب حدیث کا اولین مقصد خود حدیث کی جستجو ہوا کرتی تھی، بالخصوص صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے عہد میں، کہ صحابہ کرامؓ حدیث معلوم کرنے کے لیے خود حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفر کر کے حاضر ہوا کرتے تھے اور آپؐ کے بعد صحابہ اور تابعین طلب حدیث میں ایک دوسرے کے پاس سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ جو علوم نبوت کے حامل تھے مختلف ممالک اور امصار میں پھیل گئے تھے اور ان میں ایسے صحابہ بھی موجود تھے جو حدیث کے تمام ذخیرے سے واقف تھے اور انھیں خلفاے راشدین داعی اور معلم بنا کر اسلامی حکومت کے دور دراز علاقوں میں بھیجا کرتے تھے۔ جیسے عراق میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور شام میں حضرت ابودرداءؓ۔

صحابہ کرامؓ سے علم حدیث تابعینؒ کو منتقل ہوا، اور تابعین سے تبع تابعین کو اور اسی طرح بعد والوں تک منتقل ہوا۔ حصول علم حدیث کے لیے علما نے سخت مشقتیں برداشت کیں اور ایک ایک حدیث کے حصول کے لیے پر مشقت سفر کیے۔ پیش نظر کتاب اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہے۔

۲-تثبت حدیث

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے حدیث کے تثبت (قوت ثبوت) کے لیے مدینہ منورہ سے مصر کا سفر کیا کیوں کہ وہ حدیث جن لوگوں نے سنی تھی ان میں اب صرف وہ اور عقبہ بن عامر موجود تھے۔[1]

وضو کے بقیہ پانی کے بارے میں ایک حدیث کے سننے کے لیے شعبہ بن الحجاج نے سفر کیا، کیونکہ وہ یہ حدیث ابواسحاق سبیعی سے سن چکے تھے، جو مدلس[2] راوی تھے، اور انھیں سند کی صورتِ

۱۔ ابن الصلاح: علوم الحدیث، ص ۲۲۳، بتحقیق مصنف، حدیث نمبر ۳۴، ۳۸، نیز الرحلۃ ص ۸۵-۸۸۔

۲۔ مدلس: اس کو کہتے ہیں جو اپنے غیر ثقہ شیخ کا نام مخفی رکھ کر روایت کو قابل قبول بنانے کی کوشش کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حال واضح نہیں ہوئی تھی، جب کہ شعبہ مدلس کی روایات کی حقیقت معلوم کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے طویل اور پرصعوبت سفر کیا لیکن معلوم ہوا کہ سند میں کئی راوی ساقط ہیں جن میں ایک پرطعن کیا گیا ہے، اس پر افسوس کرتے ہوئے کہا:

اس حدیث کی عدم صحت سے مجھے بے حد صدمہ ہوا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو میرے لیے میرے گھر والوں، میرے مال اور تمام دنیا سے قیمتی ہوتی۔[1]

حدیث کے تثبت کا مفہوم یہ ہے کہ محدث ایک حدیث سے پہلے سے واقف ہوتا ہے اور اثنائے سفر وہ وہی حدیث ایک اور سند سے سنتا ہے، جس کے الفاظ و معانی وہی ہوتے ہیں جو اس کی پہلی حدیث کے ہیں۔[2] یا وہ دیگر ایسی احادیث سنتا ہے جو اس کی پہلی حدیث کے ہم معنی ہوتی ہیں۔[3] جس سے محدث مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حدیث قوی اور قابل استناد ہو جاتی ہے اگر چہ ان دیگر احادیث کے سننے سے قبل وہ ضعیف ہو۔[4] یا اگر پہلے سے صحیح ہو تو اس کی صحت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔[5] اسی طرح روایات کی جستجو اور اسانید کی جانچ پڑتال سے حدیث کی سند میں کسی خلل کا علم ہو جاتا ہے حالانکہ پہلے اس سند کے بارے میں یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ صحیح ہے۔[6]

۳۔ سند عالی کی طلب

سند عالی کا مفہوم یہ ہے کہ سند کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہونے میں کم سے کم وسائط درمیان میں ہوں، اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ محدث ایک حدیث کسی راوی سے سنتا ہے جو اس نے موجود شیخ (استاد) سے روایت کی ہے تو محدث اس راوی سے سماع پر اکتفا کرنے کے

۱۔ یہ حدیث اور اس پر ہمارا حاشیہ اصل کتاب میں ص ۱۰۸، ۱۵۹ اور ۶۰ نمبر کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

۲۔ جسے تابع، متابع اور متابعت کہتے ہیں۔

۳۔ جسے "شاہد" کہا جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔ منهج النقد فی علوم الحدیث ۴۷، ۵۷ ص ۳۹۴-۳۹۸۔

۴۔ اس کا نام ہے حدیث "حسن لغیرہ" اس کی تعریف اور شرائط کے لیے ملاحظہ کیجیے ہماری کتاب: منهج النقد فی علوم الحدیث: ص ۲۴۹-۲۵۲

۵۔ راویوں کے ایک ہونے کے ساتھ طرق روایت متعدد ہونے کے بارے میں ہم نے تفصیلی گفتگو اپنی کتاب الامام الترمذی ص ۱۲۶-۱۳۲، اور منهج النقد فی علوم الحدیث ص ۳۸۰-۳۹۸ میں کی ہے۔

۶۔ اختلاف رواۃ سے پیدا ہونے والی حدیث کی انواع کے لیے ملاحظہ کیجیے۔ منهج النقد فی علوم الحدیث ص ۳۹۹-۴۳۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بجائے اس شیخ سے جا کر اس حدیث کو سنتا ہے اور اس طرح سند میں وسائطِ نقل کم ہو جاتے ہیں۔

سند عالی کے حصول میں بہت عظیم فائدہ پنہاں ہے اور وہ یہ کہ اس طرح سند میں خلل کم سے کم ہو جاتا ہے، کیونکہ سند کے افراد میں سے ہر فرد کے بارے میں یہ احتمال موجود ہے کہ اس سے نقل روایت میں خلل ہوا ہو۔ جس قدر وسائط کم ہوتے جائیں گے اس خلل کا احتمال کم ہوتا جائے گا اور یہ علوِ سند (سند کی رفعت) حدیث کی قوت کا ذریعہ ہوگی۔[1]

اس لیے محدثین کرام نے علوِ سند پر خصوصی توجہ دی ہے، اس موضوع پر تصانیف لکھی ہیں، اسے معلوم کرنے کے لیے صعوبتیں برداشت کی ہیں اور ایک ایک سند عالی کے لیے دور دراز کے سفر کیے ہیں۔ طریقہ یہ تھا کہ جہاں کسی محدث نے کسی راوی سے روایت سنی، اور اس راوی نے جس سے سنی وہ شیخ زندہ ہوتا تو وہ جہاں کہیں بھی ہوتا اس سے براہ راست یہ حدیث سننے کے لیے روانہ ہو جاتا تھا۔

حافظ ابوالفضل المقدسی فرماتے ہیں:

عالی سند کی تلاش اور اس کے خوب تر ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر محدثین کم تر درجے کی سند پر اکتفا کر لیا کرتے تو وہ کبھی سند عالی کے لیے سفر نہ کرتے۔[2]

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: سند عالی کی جستجو متقدمین کا ایک عام طریقہ رہا ہے۔

یحییٰ بن معین سے مرض الموت میں استفسار کیا گیا کہ آپ کی کیا تمنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: خلوت نشینی اور سند عالی۔[3]

امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا کہ کیا کوئی شخص سند عالی کے لیے سفر کرلے؟ انھوں نے کہا: ہاں، بلاشبہ، دیکھیے علقمہؒ اور اسودؒ جب حضرت عمرؓ سے مروی کوئی حدیث سنتے، فوراً حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لیے روانہ ہو جاتے، تاکہ خود ان سے وہ حدیث سن سکیں۔[4]

۱۔ اختلاف رواۃ سے پیدا ہونے والی حدیث کے انواع کے لیے ملاحظہ کیجیے۔ الامام الترمذی ص ۱۳۲-۱۵۰ اور منہج النقد ص ۳۹۹-۴۳۲۔

۲۔ ابن صلاح: علوم الحدیث ص ۲۳۱، اور منہج النقد فی علوم الحدیث ص ۳۳۵-(۵۹)

۳۔ ابوالفضل المقدسی کا نام محمد بن طاہر ہے، اور ان کا یہ قول اس کتاب میں علو اور نزول کے بیان میں دیکھیے۔

۴۔ علوم الحدیث ص ۲۲۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوالعالیہؒ نے فرمایا:

ہم بصرہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنتے تو فوراً سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچتے تا کہ روایت کرنے والے صحابہؓ سے براہ راست وہ حدیث سن سکیں۔[1]

۴۔ رواۃِ حدیث کے حالات

علم حدیث کا سارا دارومدار اسی بات پر ہے کہ راویوں نے جو حدیث روایت کی ہے وہ بعینہٖ اور صحیح صحیح پہنچا دی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے یہ تمام مساعی اور کوششیں کی گئیں اور نقد کے قواعد وضع کیے گئے ہیں۔ اسی غرض کے لیے راویوں کے حالات کی جستجو کی جاتی ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون سے راوی مقبول ہیں اور کون سے مردود ہیں۔ چنانچہ ہم نے اپنی کتاب منہج النقد: ص ۸۴ میں تحریر کیا ہے کہ اگر ائمہ نقاد راویوں کی عدالت اور ان کے حفظ وضبط کو معلوم کرنے کا اس قدر اہتمام نہ کرتے اور احادیث کی اسناد کے راویوں کے حالات کے علم کے لیے اس قدر تکالیف برداشت نہ کرتے، اور اس کے لیے سفر نہ کرتے اور پھر جھوٹے اور ضعیف راویوں کی نشان دہی نہ کرتے تو اسلام کا معاملہ مختلط ہو جاتا اور مُلحد، بے دین اور دھوکے باز اپنی ریشہ دوانیوں میں کامیاب ہو جاتے۔

حدیث کی صحت کے اہتمام اور راویوں کے حالات معلوم کرنے کی مساعی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جو علوم، حدیث سے متعلق وجود میں آئے ان کی تعداد تیس تک پہنچتی ہے۔[2]

اس مقصد کے لیے سفر کی ایک بہترین مثال یحیٰی بن معین کی ہے کہ وہ ابونعیم فضل بن دکین سے ملاقات کے لیے گئے تا کہ ان کے حفظ و بیدار مغزی کو جانچیں، چنانچہ انھوں نے گواہی دی کہ وہ اس باب میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔[3]

اگر آج طالبانِ علم، عصری تصانیف کے بارے میں خود مصنف سے رابطہ قائم کریں اور ان کے

۱۔ بحوالہ مذکورہ، نیز دیکھیے مستدرک علی الرحلہ، ص ۶۹، ۱۳۵۔

۲۔ دیکھیے الرحلہ: ص ۶۹-۷۰۔

۳۔ ہم نے ان علوم کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب منہج النقد فی علوم الحدیث میں ذکر کیا ہے، ص ۶۶، ۱۷۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حالات زندگی سے روشناس ہونے کی سعی کریں، جیسا کہ محدثین نے سند عالی کی سعی کی اور راویوں کے حالات معلوم کرنے کی مساعی کیں تو انھیں معلوم ہو کہ بہت سے ایسے مصنفین اس دور میں پائے جاتے ہیں کہ وہ اپنی ہی جانب منسوب تصانیف کو پڑھ نہیں سکتے اور ان کے حالات زندگی، ان کی طرف منسوب تصانیف سے کہیں فروتر ہیں[۱] دور جدید کی نشر و اشاعت کی سہولتوں نے لوگوں سے اخذِ علم کی صعوبتیں برداشت کرنے کی امنگ چھین لی اور پریس اور نشریاتی اداروں کے فروغ کی وجہ سے وہ فرضی القاب کے ساتھ مختلف ناموں سے کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اگر ان نام نہاد مصنفین سے ملاقات کی جائے تو وہ علم اور عمل دونوں سے عاری ہوتے ہیں۔

۵۔علماے حدیث سے تبادلہ خیال

اس سفر کا ایک اہم مقصد احادیث کی نقد و جرح اور ان کے علل کے بارے میں علماے حدیث سے تبادلۂ خیال ہے۔ یہ ایک بہت اہم فن ہے اور اس میں گہری بصیرت کے ساتھ اس امر کی ضرورت ہے کہ روایات اور اسانید کی تلاش و جستجو کی جائے اور اس گہری بصیرت اور علمی مہارت کے حصول کے لیے مذاکرہ اور فن کے ماہرین کے ساتھ ملاقات ضروری ہے۔

خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب الکفایہ میں فرماتے ہیں:

اگر سند متصل اور مرسل کا حکم ایک ہی ہوتا تو محدثین کرام سفر نہ کرتے، نہ دور دراز سفر کی مشقتیں برداشت کرتے اور نہ کونے کونے کے علما اور محدثین سے ملاقات کرتے۔[۲]

سفیان بن عیینہؒ مکہ میں تھے ان کے ساتھ علی بن المدینی عراق سے مذاکرے کے لیے آئے، ابن عیینہ نے کہا:

میری علی بن المدینی سے محبت پر اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ جتنا وہ مجھ سے سیکھتے ہیں

۲۔ مسلمان طالب علم کو طلب علم میں محتاط رہنا چاہیے اور اس کتاب ہی سے استفادہ کرنا چاہیے جس کے مصنف کے علم و عمل پر اعتماد ہو۔ زیادہ تر کوشش یہ کرنی چاہیے کہ علم براہ راست اہل تقویٰ علما سے حاصل کیا جائے، جو ان کے لیے نمونہ اور مثال بن سکیں۔ کیوں کہ حصول علم کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

۳۔ الکفایہ: ص ۴۰۲-۴۰۳، طبع ہند

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سے زیادہ میں ان سے سیکھتا ہوں۔

یہی بات یحییٰ القطان نے کہی:

علی مجھ سے جتنا سیکھتے ہیں اس سے زیادہ میں ان سے سیکھتا ہوں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ رات کو سو نفل پڑھا کرتے تھے، جب یحییٰ بن معین ان سے ملاقات کے لیے آتے تو نوافل میں کمی کر دیتے اور یحییٰ سے علمی مذاکرے میں مشغول رہتے، ان کے صاحب زادے نے اس سلسلے میں دریافت کیا تو فرمایا:

نفل نماز پھر بھی پڑھی جا سکتی ہے لیکن اس نوجوان کے پاس جو علم ہے وہ دوبارہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

امام ترمذیؒ نے علل حدیث میں امام بخاریؒ سے بہت استفادہ کیا ہے، ان کی العلل الکبیر خود اس امر کی گواہ ہے، کیونکہ انھوں نے اس کتاب میں بیشتر روایات امام بخاری سے روایت کی ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع کے آخر میں امام بخاریؒ سے مذاکرے اور مباحثے سے مستفید ہونے کا برملا اعتراف کیا ہے:

اس جامع میں علل حدیث، رجال اور تاریخ کے مباحث وہ ہیں جو میں نے کتب تاریخ سے اخذ کیے ہیں اور ان میں سے بیشتر پر میں نے امام بخاریؒ سے مذاکرہ علمی کیا ہے۔[۱]

سفر علمی کے فوائد

پچھلے صفحات میں ہم نے طلبِ علمِ حدیث کے لیے سفر کے مقاصد بیان کر دیے ہیں، اب ہم سفر علمی کے چند عمومی فوائد بیان کرتے ہیں۔

۱۔ علم کے مختلف پہلوؤں پر دسترس

انسان اپنے ماحول اور گرد و پیش سے متاثر ہوتا ہے اور جن امور میں وہ اپنی زندگی میں گھرا ہوا ہوتا ہے انھی سے مانوس اور انھی کا عادی ہوتا ہے۔ ایک نئے ماحول کی جانب سفر کرنے سے

۱۔ سنن ترمذی: آخر کتاب، اور ہماری کتاب الامام الترمذیؒ: ص ۱۷-۱۸ اور ۲۶۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے سامنے نئے مسائل آئیں گے جن کا حل تلاش کرنا ناگزیر ہوگا اور مسائل سے متعلق نئی آرا سامنے آئیں گی جس سے اس کی معلومات اور اجتہادات کا دائرہ وسیع ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہی وسعت نظر کئی مسائل میں اس کی رائے اور اجتہاد میں تبدیلی کا باعث بن جائے۔

فقہ شافعی اس کی بہت عمدہ مثال ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کتب فقہ میں ان کے جدید اور قدیم ہر دو اقوال ملتے ہیں، جن میں ان کی جدید آرا، قدیم اجتہاد سے مختلف ہوتی ہیں۔ امام شافعی کی آرا و اجتہادات میں یہ تبدیلی امام محمد بن الحسن الشیبانی اور امام ابوحنیفہ کے دیگر تلامذہ سے استفادے کے بعد پیش آئی۔

علامہ ابن خلدون نے اس علمی فائدے کا بیان ان الفاظ میں کیا ہے:

طلب علوم کے لیے سفر اور مشائخ سے ملاقات تعلم میں کمال پیدا کر دیتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان علم، اخلاق اور معتقدات و آرا کا علم کبھی تعلم سے حاصل کرتا ہے اور کبھی نقل اور براہِ راست تلقین کے ذریعے۔ البتہ براہِ راست تلقین وارشاد سے علم کو زیادہ استحکام اور زیادہ رسوخ حاصل ہوتا ہے۔ جس قدر شیوخ (اساتذہ) بڑھتے جاتے ہیں ملکات بڑھتے اور راسخ ہوتے جاتے ہیں۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اصطلاحات فن بھی طالبِ علم کو الجھا دیتی ہیں اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اصطلاحاتِ فن علم کا حصہ ہیں۔ اس کا تدارک یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ علوم کے ماہرین سے ملاقات اور اساتذہ سے استفادہ کرنے سے اصطلاحات، کے درمیان فرق و تمیز کا شعور پیدا ہوتا ہے اس طرح علم مجرد ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اصطلاحات، علم کے ابلاغ کے طریقے اور تعلیم کے اسالیب ہیں، قوتوں اور ملکات میں استحکام اور رسوخ پیدا ہو جاتا ہے معلومات صحیح ہو جاتی ہیں اور ان میں باہمی فرق و امتیاز قائم ہو جاتا ہے اور یہ ملکہ قوی ہو جاتا ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے لیے اللہ نے علم و ہدایت کے طریقے آسان فرما دیے ہوں اس لیے طالب علم کے لیے سفر بے حد ضروری ہے تاکہ مشائخ و اساتذہ سے ملاقات و استفادے کے فوائد حاصل ہوں اور کمال بہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہنچے۔اور اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔[1]

۲۔اشاعت علم

بسا اوقات ایک عالم اپنے علم میں اس قدر کمال اور رسوخ حاصل کر لیتا ہے کہ جس جگہ اور شہر میں وہ مقیم ہے وہ اس علم کے تحمل سے عاجز ہوتا ہے کیونکہ یا تو وہاں علم کی ضروری سہولتیں میسر نہیں ہوتیں یا وہاں کے لوگ اس فن یا اس تخصص (specialization) کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، اس لیے یہ عالم کسی دوسرے شہر کی جانب ہجرت کرتا ہے جہاں اس کے علم کے قبول کرنے اور اس کی اہمیت کے محسوس کرنے کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔ وہاں جانے سے اس عالم کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور لوگ زیادہ استفادہ کرتے ہیں۔

عزالدین بن عبدالسلام جب شام سے روانہ ہوئے تو کرک سے گزر ہوا، وہاں کے والی نے آپ کو وہاں اقامت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ''تمھارا شہر میرے علم سے بہت چھوٹا ہے۔'' اور قاہرہ روانہ ہو گئے۔

غرض عالم کے سفر سے اس کے علم کو جلا ملتی ہے اور اس کے علم کی اشاعت ہوتی ہے اور لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

۳۔عمومی تجربات میں وسعت

انسان جب نئے نئے لوگوں سے ملاقات کرتا ہے، ان کی عادات، ثقافت، حکم و امثال اور نوادر سے مستفید ہوتا ہے تو یہ سب امور اس کی طبیعت پر اثر انداز ہوتے ہیں اور شخصیت میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔

علمی سفر کی ملاقاتوں سے کوئی نہ کوئی فائدہ، حکمت اور نکتہ حاصل ہوتا ہے، یہ سب معلومات انسان کے ذہن میں محفوظ رہتی ہیں اور گفتگو کے دوران کشش کا ذریعہ بنتی ہیں۔

لوگوں میں بالعموم یہ جذبہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں معلومات حاصل کریں،

۱۔ مقدمہ ابن خلدون: ص ۵۴۱۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جن حالات سے وہ واقف نہیں ہیں ان سے روشناس ہوں، یہی وجہ ہے کہ جو علما کہیں باہر سے علمی سفر پر آتے لوگ ان کو مجلس میں شہ نشین پر بٹھاتے اور ان کے علمی سفر کی تفصیلات سنتے، ان کے اساتذہ کے احوال واخبار سے آگاہ ہوتے، اجتماعی مشاہدات سے واقف ہوتے اور ان کے لطائف وظرائف اور عجیب واقعات سنتے۔

۴۔ فضل وکمال کا نشوونما

علمی سفر کرنے والے علما کا ایک مقصد یہ ہوا کرتا تھا کہ وہ خود اہل فضل وکمالات کے حالات وصفات سے واقف ہو کر اپنی طبیعت میں فضائل کمال کو نشوونما دے سکیں۔

حافظ احمد بن فرح اشبیلی[1] امام نووی کے بارے میں فرماتے ہیں:

امام نوویؒ کو تین ایسے درجات حاصل ہوئے ہیں جن میں ہر درجہ اتنا بلند ہے کہ اگر کسی شخص میں ایک بھی موجود ہو تو لوگ اس کے پاس سفر کر کے جائیں، علم، زہد اور امر **بالمعروف** اور نہی **عن المنکر**۔[2]

حافظ یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر تمیمی[3] امام مالک بن انس کے پاس حصول علم کے لیے گئے۔ حصول علم کے بعد وہیں مقیم رہے اور فرمایا: ''میں ان کی عادات وخصائل سے استفادے کے لیے ان کے پاس مقیم رہا۔''

دوران سفر انسان کے پسند وناپسند اور عادات میں تبدیلی آجاتی ہے جس سے بعض اخلاقی اوصاف کو جلا ملتی ہے جیسے صبر۔ سفر میں انسان کو بہت سی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں اور اعزہ واقربا سے جدائی کا صدمہ بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح دوران سفر میں قوت برداشت اور لوگوں سے مدارات برتنے کی تعلیم ملتی ہے کیونکہ جو انسان وطن سے دور ہو اس کو اس امر کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ: ص: ۱۴۸۶۔

۲۔ بحوالہ مذکورہ، ص: ۱۴۷۰، ۱۴۸۶ نیز ہماری کتاب دراسات تطبیقیۃ فی الحدیث النبوی ص: ۳۸۶

۳۔ تذکرۃ الحفاظ: ص: ۴۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان فضائل اخلاق سے ذہنی وسعت پیدا ہوتی ہے اور انسان میں یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ اختلاف رائے کو برداشت کر سکے، اجتہاد ورائے کے فرق کو خندہ پیشانی سے قبول کرے اور فوراً ہی بُرا بھلا کہنے اور فتویٰ لگانے پر آمادہ نہ ہوئے۔

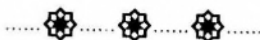
۵۔مراسم نو کی تشکیل

پرخلوص اور بے ریا تعلقات ان بہترین نعمتوں میں سے ایک ہے جن سے انسان اس دنیا میں مستفید ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ ۔نے جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہاں لوگ ایک دوسرے سے بے ریا اور بے غرض محبت کریں گے، اور اس محبت کی ان الفاظ میں وضاحت فرمائی:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُتَقَابِلِيْنَ (الحجر ۱۵: ۴۷)۔

ان کے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ کپٹ ہوگی اسے ہم نکال دیں گے وہ آپس میں بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔

غرض علمی سفر نئے تعارف پیدا کرنے اور مراسم نو استوار کرنے میں بڑا مفید ہوتا ہے کہ نہ صرف افراد کے مابین محبت کے تعلقات قائم ہوتے ہیں بلکہ ملکوں اور قوموں کے درمیان بھی تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں تو مسلمانوں کے تمام بلاد وممالک سب مسلمانوں کے لیے کھلے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان باہم محبت وتعاون بھی بدرجہ کمال موجود تھا۔ جس کی بنا پر نہ کسی مسلمان کو تنگی معاش کا مسئلہ پیش آتا نہ دنیا اس پر تنگ ہوتی اور نہ ہی وہ ایک زمین کا پابند ہو کر رہتا۔



toobaa-elibrary.blogspot.com

علمی سفر کے آداب

علمی سفر کے چند اصول ہیں جنھیں ملحوظ رکھنے ہی سے اس کے اصل مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں، جن میں سے چند اہم اصول ہم یہاں بیان کرتے ہیں:

۱۔ سفرِ علمی سے قبل طالبِ علم اپنے شہر اور ملک کے علما سے استفادہ کرے اور مقامی علما سے پوری طرح مستفید ہو کر اس علم میں پختگی حاصل کرے اور اپنے علاقے کے اساتذہ کو بے وقعتی کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ مقامی علم سے مکمل استفادے اور تحصیل کے بعد سفر علمی کا عزم کرنا چاہیے۔[1]

۲۔ سفر علمی کے مقامات میں حسنِ انتخاب سے کام لے یعنی ایسے مقام کا انتخاب کرے جس میں علما وفضلا موجود ہوں۔ محدثین کرام اپنے سفر علمی کا بہت اہتمام کرتے اور علما سے مشورہ کرتے، جیسا کہ خطیب بغدادی نے اپنے استاد ابوبکر البرقانی سے مشورہ کیا۔ اسی طرح کسی محدث نے حضرت امام احمد بن حنبل سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''احمد بن یوسف کے پاس جاؤ وہ شیخ الاسلام ہیں۔''[2]

معمر سے مروی ہے کہ مجھ سے ایوب نے کہا: اگر تم علمی سفر اختیار کرنا چاہتے ہو تو ابن طاؤس کے پاس جاؤ ورنہ تجارت ہی کرتے رہو۔[3]

۳۔ کثرت علم اور اسانید اور متون کے کثرت سماع کا اہتمام کرے اور کثرت اساتذہ پر کثرت علم کو ترجیح دے۔[4]

حافظ ابن حجرؒ النخبة میں فرماتے ہیں: ''سفر علمی میں طالب علم وہ علم حاصل کرے جو اس

۱۔ محدثین نے اس امر کی تصریح کی ہے ملاحظہ کیجیے، علوم الحدیث،ص ۲۲۲، شرح النخبة،ص ۱۵۴،لقط الدرر وشرح الشرح ص ۲۶۶۔

۲۔ الرحلة نمبر ۱۸،ص ۶۹۔

۳۔ الرحلة نمبر ۱۹،ص ۶۹۔

۴۔ لقط الدرر،ص ۱۵۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے پاس نہیں ہے اور کثرت اساتذہ سے زیادہ کثرت سماع کا اہتمام کرے''۔[۱]

شرح الشرح میں ہے کہ طالب علم حدیث کو چاہیے کہ وہ اسانید اور شیوخ کی کثرت سے زیادہ حصول حدیث کا اہتمام کرے، کیونکہ مقصود اصلی درایت حدیث ہے روایت حدیث نہیں، ہاں یہ ہے کہ کثرت روایت خود صحت درایت کے لیے ضروری ہے۔

۴۔ صاحب تحقیق علما کے ساتھ مذاکرے کا اہتمام کرے تاکہ علم میں تعمق اور گہرائی پیدا ہو اور جن علمی آرا سے واقف ہے اور جو اس کے پیش نظر علمی مسائل ہیں ان پر صاحبان تحقیق سے علمی تبادلہ خیالات کرے اور تمام مسائل ماہرین فن سے ذکر کرے اور ان کی آرا معلوم کرے تاکہ جدید آرا و افکار سے آگہی حاصل ہو، علمی وسعت حاصل ہو اور بصیرت پیدا ہو۔ طالب علم کو چاہیے کہ اساتذہ سے کثرت سے ملاقات اور بحث و رجوع میں کوئی تساہل نہ برتے اور زندہ مصادر (اساتذہ) سے اس طرح کثرت سے رجوع کرے جس طرح ایک فاضل محقق تحریری مصادر و مآخذ سے رجوع کرتا ہے۔

سفر کے عمومی آداب کا لحاظ

جو بھی شخص سفر کرے خواہ وہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو، ضروری ہے کہ وہ جملہ آداب سفر کو ملحوظ رکھے بالخصوص جب کہ مسافر طلب علم کے لیے نکلا ہو تو آداب سفر کا ملحوظ رکھنا اور بھی زیادہ ناگزیر اور ضروری ہے۔

ان آداب میں سب سے اہم یہ ہے کہ طاعت و عبادت اور ذکر الٰہی کی پابندی برقرار رکھے، سخاوت کو اپنا شیوہ بنائے رکھے اور سفر کی زحمتوں اور کلفتوں کو صبر و سکون اور خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔[۲] یہ ایسے فضائل اخلاق ہیں جن سے نفس میں رفعت اور شخصیت میں تہذیب پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے بزرگوں نے بطور مجاہدہ، ان خصائل کے حصول اور ان میں

۱۔ ملا علی قاری، شرح الشرح، ص ۲۶۶، نیز لقط الدرر۔

۲۔ ہم نے سفر علمی کی مہمات اپنی کتاب الحج والعمرة فی الفقه الاسلامی (ص ۱۸۷-۱۹۱) میں بیان کی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پختگی کے لیے سفر اختیار کیا۔

علمی سفر کی تاریخ

اسلامی تاریخ میں حصولِ علم اور طلب حدیث کے لیے علمی سفر کا آغاز بالکل ابتدا ہی میں ہو چکا تھا، خود خطیب بغدادی نے اپنی اس کتاب میں متعدد احادیث نقل کی ہیں اور بعد ازاں ہم نے اپنی مستدرک میں صحیح احادیث نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام کے آغاز میں ہی میں طلب علم اور طلب حدیث کا بے حد اہتمام کیا جاتا تھا اور بالخصوص حدیث کے حصول میں تو تکالیف برداشت کی جاتیں تھیں، مصائب اٹھائے جاتے اور اس کا مقصد محض رضائے الٰہی ہوتا تھا۔

مگر گولڈ زیہر اور بورشیہ جیسے مستشرقین علمی سفر کی ایک ایسی تاریخ بیان کرتے ہیں جس کی علمی دلائل اور تاریخی دستاویزات سے تائید نہیں ہوتی۔ چنانچہ بوریشہ، گولڈ زیہر کی رائے کو ملخصاً بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

علمی سفر کا سبب خالص دنیاوی ہوا کرتا تھا اور وہ یہ کہ اموی سلطنت کی تشکیل ملوکیت اور قوتِ قاہرہ کے اسلوب پر ہوئی تھی، جسے نیک اور متقی لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔ بیش تر حالات میں اتقیا اور صلحا عام زندگی سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور اپنے اوقات اسلامی شریعت کے مطالعے میں صرف کرتے تھے اور اس سعی میں لگے رہتے تھے کہ جہاں کہیں بھی سنت نبویؐ موجود ہو اس کا علم حاصل کریں، اور اسی سے طلب حدیث کے لیے علمی سفر کا آغاز ہوا۔[۲]

حقیقی صورت حال یہ ہے کہ متعدد دلائل اس خیال کو باطل ٹھہراتے ہیں۔

۱۔ ہم پہلے ہی اس جانب اشارہ کر چکے ہیں کہ خود صحابہ کرامؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور دراز سے آ کر حاضر ہوتے رہے، مثلاً حضرت ضمام بن ثعلبہ کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات سے قبل ہی اسلام ان کے

۲۔ مطالعہ اسلامی احادیث پیراگراف نمبر ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

قلب میں جاگزیں ہو چکا تھا، لیکن وہ خود آپؐ سے اسلام کی حقیقت دریافت کرنے آئے۔

۲- خلافت راشدہ کے آغاز ہی سے تابعین حصولِ حدیث کے لیے صحابہ کرام کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ:[1] علقمہ اور اسود کو جب آں حضورؐ کی کوئی حدیث پہنچتی تو وہ خود براہ راست حضرت عمرؓ سے سننے کے لیے فوراً سفر پر روانہ ہو جاتے تھے۔

یہ بالکل صحیح اثر ہے اور اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک حدیث کی جستجو میں علمی سفر کا آغاز اموی دور سے بہت پہلے ہو چکا تھا، چہ جائے کہ متعدد احادیث کے لیے سفر کہ اس میں تو شبہ ہی نہیں ہے کہ اموی دور سے بہت پہلے موجود تھا۔

حافظ محدث ابوعمر بن صلاح نے بھی مذکورہ اثر کو طلب حدیث کے لیے سفر کے استدلال میں پیش کیا ہے:[2]

۳- یہ دعویٰ کہ چونکہ دور اموی میں اتقیا (پارسا اور نیک لوگ) قیادت سے ہٹا دیے گئے تھے اس لیے وہ علمی سفر کی جانب متوجہ ہوئے ناقابل قبول اور غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ 'علمی سفر' کی طرح عصر اموی سے بہت پہلے ہی پڑ چکی تھی اور اس کا سیاسی حالات سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ خالص دینی اور علمی جذبہ تھا اور احادیث نبویؐ سے احکام کے استنباط میں احتیاط وتقویٰ کا عین تقاضا تھا۔

۴- دراصل گولڈزیہر کو اس امر سے اشتباہ پیدا ہوا ہے کہ اس دور کے علما اموی حکمرانوں پر سخت تنقید کیا کرتے تھے۔ جس کو اس نے یہ سمجھا کہ ان کا یہ انتقاد حصول اقتدار کی مساعی کا ایک حصہ اور مناصب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔

۱- نسخہ نمبر ۲۱، نیز ملاحظ کیجیے، الرحلہ میں دیگر آثار، نمبر ۲۰، ۲۱، ص ۶۹۔

۲- ۱۹۷۳ء میں مجمع علمی دمشق، میں میری ملاقات مشہور مستشرق جوزف وان اُس (صدر شعبہ عربی، جامعہ توبجن، جرمنی) سے ہوئی جنھوں نے بہت سے عرب طلبہ کے پی ایچ ڈی کے مقالات میں مشرف (نگرانی) کے فرائض انجام دیے ہیں، اور اب مستشرقین کی جماعت کے قائد و سربراہ متصور ہوتے ہیں۔ ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ۔ (آلِ عمران ۳:۱۱۰) اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور اس فرمان الٰہی کے تحت علماے اسلام ہر دور میں اس فریضے کو انجام دیتے رہے ہیں اور اسی کے تحت وقت کی حکومتوں پر تنقید بھی کرتے رہے ہیں، کیونکہ یہ فریضہ امت مسلمہ کی ایسی امتیازی خصوصیت ہے جو دیگر امتوں میں نہیں پائی جاتی۔ مگر گولڈ زیہر نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں قرآن وسنت کے تمام احکام کو نظر انداز کر کے علما کے انتقاد کو سیاسی اور مادی رنگ دے دیا۔ اس لیے کہ وہ جس معاشرے کا فرزند ہے اور جس ماحول کا پروردہ ہے وہاں ہر قدر مادی اور ہر بات دنیاوی ہے۔

۵۔ طلب حدیث کے لیے جن شخصیات نے علمی سفر اختیار کیے ان کے حالات زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں سیاسی عزائم سے بہت دور تھیں اور وہ مناصب دنیا اور متاع دنیا سے قطعاً منہ موڑے ہوئے تھے۔

خود اسی کتاب میں جو عظیم شخصیات ایک حدیث کے لیے علمی سفر پر روانہ ہوئیں اور جن کے

⇦ میں نے اس ملاقات میں جوزف وان سے کہا کہ اب مستشرقین کو چاہیے کہ وہ اسلام کے بارے میں قدیم مستشرقین بالخصوص گولڈزیہر وغیرہ کا اتباع نہ کریں کیوں کہ ان کی غلطیاں اب علمی لحاظ سے ثابت ہو چکی ہیں۔ اس نے تفصیل دریافت کی تو میں نے کہا کہ بطور مثال اس وقت میں ذکر کروں گا کہ گولڈزیہر نے طلب حدیث کے لیے علمی سفر کے آغاز کا زمانہ اموی دور بتایا ہے اور کہا کہ اس طرح کے علمی سفر کے وجوہ اس وقت کے سیاسی حالات تھے حالانکہ صحیح دلائل سے یہ حقیقت آشکارا ہو چکی ہے کہ اس کا یہ دعوی درست نہیں ہے اور یہ کہ طلب حدیث کے لیے علمی سفر کا آغاز اموی دور سے بہت پہلے ہو چکا تھا، مثلاً علقمہ اور اسود حضرت عمرؓ سے حدیث سننے کے لیے گئے۔ اس پر مستشرق مذکور مجھے غور سے دیکھنے لگا اور پوچھا کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے کہا کہ بالکل صحیح ہے اور ثابت ہے اور ابن صلاح کے علوم الحدیث میں مذکور ہے۔ تو اس پر وہ خاموش ہو گیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بہر حال میں یہی کہوں گا کہ اگر مستشرقین کی نیت فی الواقع علمی تحقیق ہے تو انھیں گذشتہ مستشرقین کی 'تحقیقات' سے صرف نظر کر لینا چاہیے، جب ہی وہ حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختصر تذکرے ہم نے حواشی میں کیے ہیں، انھی کے احوال حیات سے یہ حقیقت مکمل طور پر آشکارا ہوجاتی ہے کہ ان کا طلب حدیث، کا سفر دنیاوی اثرات سے قطعاً مبرا تھا...... اب ہم اسے یورپ کا وہم وخیال ہی کہیں گے کہ کوئی غیر مادی بات اہل یورپ کے محققین کے حلق سے نیچے اترتی ہی نہیں! یا پھر یہ کہ وہ شعوری طور پر اس کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی فضل وکمال کو تسلیم ہی نہ کیا جائے!

۶۔ طلبِ علمِ شرعی عام طور پر اور طلب حدیث خاص طور پر عظیم عبادت ہے اور تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلبِ علم اور اس کے لیے سفر اختیار کرنے کی تاکید بیان فرمائی ہے اور اجر وثواب اور رفع درجات کا ذکر فرما کر علم دین کے حصول کی ترغیب دی ہے۔

دور اول کے مسلمان اپنے دین کی بقا اور فروغ کے بے حد حریص تھے اور قربت الٰہی اور عبادت کے انتہائی مشتاق تھے۔ ان کی اس سیرت وکردار کے پیش نظر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جب وہ طلب حدیث کے لیے نکلتے ہوں، ان کے عزائم جذبات نفس سے آلودہ ہوں اور ان کی توقعات، حصولِ دنیا سے وابستہ ہوں! بالخصوص جب کہ ریا سے تحذیر پر قرآن وسنت کی واضح ہدایات موجود ہوں کہ ریا سے نہ صرف تمام اعمال ملیا میٹ ہوجاتے ہیں، بلکہ ریا کار کا انجام عذاب شدید ہے۔

G-3676

فرمان الٰہی ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَداً۔ (الکہف ۱۸:۱۱۰) پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

منافقین کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ۔ (النساء ۴:۱۴۲)

جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں۔

نیز فرمایا:

toobaa-elibrary.blogspot.com

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآؤُوْنَ. وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ. (الماعون ۱۰۷ : ۴-۷) پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روز قیامت سب سے پہلے شہید کا فیصلہ ہوگا، شہید کو حاضر کیا جائے گا اور اس کو حق سبحانہ کی نعمتیں پہچنوائی جائیں گی، جب وہ پہچان لے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا عمل کیا، وہ کہے گا کہ میں نے آپ کی راہ میں جہاد کیا اور میں شہید ہو گیا، حق سبحانہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ کہا، تو نے اس لیے یہ کیا تا کہ تجھے بہادر کہا جائے، جو کہا جا چکا، پھر حکم ہوگا اور وہ منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا ہوگا، اور علم سکھلایا ہوگا اور قرآن پڑھا ہوگا، اللہ سبحانہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا جب وہ نعمتیں یاد کرے گا تو اللہ سبحانہ استفسار فرمائے گا کہ تو نے کیا عمل کیا، وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور سکھلایا اور قرآن پڑھا۔ حق سبحانہ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، لیکن تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ یہ کہا جائے کہ تو عالم ہے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ یہ کہا جائے کہ تو قاری ہے جو کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص لایا جائے گا جسے اللہ نے خوب وسعت دی ہوگی اور اسے ہر طرح کا مال عطا کیا ہوگا، اللہ اسے اپنی نعمتیں جتلائے گا، جب وہ جان جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا عمل کیا، وہ کہے گا کہ میں نے کوئی مد ایسی نہیں چھوڑی جس میں خرچ کرنا تجھے محبوب ہو اور میں نے خرچ نہ کیا ہو، حق سبحانہ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، جو کہا جا چکا، پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[2]

۱۔ ریا کی تفصیل کے لیے دیکھیے، احیاء علوم الدین، الغزالی، ج ۳، ص ۲۸۵-۳۲۶۔

۲۔ صحیح مسلم الامارہ، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار، ج ۶، ص: ۴۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم اس لیے نہ حاصل کرو، کہ علما سے مقابلہ کرو اور سفہا کے سامنے دکھلاوا کرو اور اس کے ذریعے مناصب حاصل کرو، جس نے ایسا کیا وہ جہنمی ہے۔'' (ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے ایسا علم جسے صرف رضائے الٰہی کے لیے حاصل کیا جانا چاہیے دنیا کے حصول کے لیے حاصل کیا وہ روز قیامت جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔'' (ابوداؤد، ابن ماجہ)[۲]

مصنف کے حالاتِ زندگی

امام، محدث، حافظ، حجت، ثبت، مؤرخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بغدادی ۳۹۲ھ میں ایک دینی اور تبلیغی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حافظ قرآن تھے اور بغداد کے جنوب مغرب میں ایک بستی 'درزیحان' میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے والد کو بے حد اشتیاق تھا کہ وہ اپنے فرزند کو زیور علم سے آراستہ کریں اور ان میں روح علم اور تقویٰ سرایت کر جائے چنانچہ انھوں نے آغاز میں لکھنا پڑھنا سکھایا، قرآن حفظ کرایا اور علم تجوید وقرأت سکھلایا اور پھر ان کو لے کر ۴۰۳ھ میں جامع بغداد پہنچے تاکہ وہ وہاں حدیث کا

۲۔ ابن ماجہ ۲۵۴۔ موارد الظمآن، ص ۵۱۔ المستدرک، ج ۱، ص: ۸۱
اس حدیث کے ارسال اور وصل میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ یہ حدیث موصول ہے کہ اس کا راوی یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے اور ابن ماجہ نے ایسی احادیث بھی نقل کی ہیں جو اس کے وصل پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز دیکھیے المغنی فی الضعفاء، ۶۹۳۱۔ اور ہماری کتاب، منہج النقد فی علوم الحدیث نمبر ۶۸ ص: ۳۷۵۔ اس کتاب میں ہم نے اس حدیث کی سند پر گفتگو کی ہے۔

۳۔ ابوداؤد، باب طلب العلم لغیراللہ، ج ۳، ص: ۳۶۱۔ ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اور جس پر ابوداؤد سکوت اختیار کریں وہ صالح ہوتی ہے۔ ابن ماجہ، نے باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ ص: ج ۳ ص: ۳۶۱ میں ذکر کی ہے۔ اور اسی مفہوم کے قریب ترمذی نے حضرت عمرؓ سے ج ۵، ص: ۳۳ نقل کی ہے اس کے علاوہ بھی اس مفہوم کی متعدد احادیث مروی ہیں، ہم نے ان میں سے بعض احادیث بیان کر دی ہیں جو فوری طور پر سامنے آئی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم حاصل کریں۔ مگر خطیب یہاں سے فقہ کی جانب متوجہ ہو گئے اور کبار فقہاے شافعیہ سے علم فقہ حاصل کیا، مثلاً ابوحامد اسفرائینی، ابوالطیب طاہر بن عبد اللہ طبری، اور احمد بن محمد محاملی، ان فقہا سے حصول فقہ کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں پھر خطیب علم حدیث کی جانب متوجہ ہو گئے اور بغداد کے جملہ شیوخِ حدیث سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

بعدازاں ۴۱۲ھ میں بصرے کی جانب علمی سفر اختیار کیا اور وہاں کے اساتذۂ حدیث سے استفادہ کیا اور اسی طرح کوفہ کے محدثین سے حدیث سنی اور بغداد لوٹے تو ان کا علم وفضل نمایاں ہو چکا تھا اور ان پر علما کا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ لیکن خطیب نے اس علمی مقام پر قناعت نہیں کی اور علما کی داد وتحسین پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید حصول علم میں منہمک رہے اور دور دراز کے مقامات کی جانب سفر علمی اختیار کیا۔ بغداد میں انھوں نے اپنے شیخ امام، محدث ابوبکر برقانی سے مشورہ کیا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں:

> میرا پہلا سماع حدیث کا سلسلہ سنہ ۴۰۳ھ میں قائم ہوا، اور برقانی سے مشورہ کیا کہ کیا میں عبدالرحمٰن بن نحاس سے علم حدیث کے حصول کے لیے مصر کا علمی سفر اختیار کروں یا نیشاپور جاؤں؟ انھوں نے کہا کہ اگر تم مصر گئے تو ایک ہی شخصیت سے ملاقات ہو سکے گی جو اگر نہ ہو سکی تو سفر ہی بے کار ہو جائے گا، لیکن اگر تم نیشاپور جاؤ تو وہاں محدثین کی ایک جماعت موجود ہے اگر تمھیں کوئی ایک نہ ملا تو باقی شخصیات سے ملاقات ہو سکے گی......
>
> چنانچہ میں نیشاپور چلا گیا...... میں برقانی سے احادیث کا مذاکرہ کرتا، انھیں وہ اپنے مجموعے میں درج کرتے اور مجھ سے وہ حدیث بیان کرتے اور میں سنتا۔

جو مصادر موجود ہیں ان سے خطیب کی اس علمی سفر کی مدت کا تعین نہیں ہوتا، بہ ہر حال ان کا یہ علمی سفر ۴۱۹ھ تک جاری رہا، کیونکہ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اسی سال انھوں نے اپنے شیخ امام برقانی سے مذاکرہ علمی کیا۔

خطیب کا یہ علمی سفر بڑا وسیع اور بڑی اہمیت کا حامل تھا، انھوں نے جملہ محدثین نیشاپور سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کثیر استفادہ کیا اور اس علاقے کے جملہ اساتذہ سے حصول علم کیا۔ رَے، خراسان، اصفہان، ہمدان، جبال اور دینور کا علمی سفر کیا اور اپنی زبردست یادداشت، منفرد حافظے اور اپنی سعی وطریقہ کار سے بے انتہا علم حاصل کیا۔ اس طرح وہ علم حدیث میں امام بن گئے۔

بغداد میں اقامت اختیار کرنے کے بعد خطیب درس حدیث دینے لگے اور ان سے علما اور محدثین بھی استفادہ کرنے لگے، یہاں تک کہ خود ان کے اساتذہ نے ان سے علم حاصل کیا۔ مثلاً البرقانی۔ وغیرہ

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

ان کے مشہور اساتذہ ابوالحسن بن الصلت اھوازی، ابوعمر بن مہدی، ابوالحسن بن تمیم، حسین بن حسن جوالیقی، ابن رزقویہ، ابن ابی الفوارس، ہلال الحفار، اور ابراہیم بن مخلد باضرجی وغیرہ تھے۔[1]

انھوں نے ۴۱۲ھ میں بصرے کی جانب سفر کیا اور وہاں انھوں نے ابوعمر قاسم بن جعفر ہاشمی، علی بن قاسم شاہد اور حسن بن علی نیشاپوری سے حدیث سنی، نیشاپور میں قاسم عبدالرحمٰن بن محمد سراج اور قاضی ابوبکر حبری اور ان کے طبقے کے اساتذہ سے حدیث سنی اور اسی طرح اصفہان میں ابوالحسن بن عبدویہ، محمد بن عبداللہ بن شہریار اور حافظ ابونعیم اور ان کے طبقے کے دیگر محدثین سے سماع کیا۔

دینور میں ابونصر کسار اور ایک جماعت سے استفادہ کیا، ہمذان میں محمد بن عیسیٰ اور ایک جماعت سے استفادہ کیا اور اسی طرح کوفہ، رَے، حرمین، دمشق، قدس اور صور وغیرہ میں جا کر اخذ علم کیا۔

بعد ازاں ذہبی نے ان عظیم شخصیات کے نام درج کیے ہیں جن کو خطیب کے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ خطیب کے تلامذہ میں شیخ برقانی، ابوالفضل بن خیرون، فقیہ نصر مقدسی، ابوعبداللہ حمیدی، عبدالعزیز کتانی، ابونصر بن ماکولا، عبداللہ بن احمد سمرقندی، مبارک بن طیوری، محمد بن مرزوق زعفرانی، ابوبکر بن خاضبہ، ابی النرسی، ابوالقاسم نسیب، ھبۃ اللہ بن اکفانی، علی بن احمد بن

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۱۳۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیس غسانی، محمد بن علی بن علاء مصیصی، ابوالفتح نصر اللہ بن محمد مصیصی، عبدالکریم بن حمزہ، طاہر بن سہل اسفراینی، ھبۃ اللہ بن عبداللہ شروطی، ابوالسعادات احمد بن احمد متوکلی، عبدالرحمٰن بن محمد شیبانی قزاز، ابومنصور بن خیرون المقرئ، یوسف بن ایوب ہمذانی نزیل مصر اور بہت سے علما، جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں ہے، شامل ہیں۔

خطیب اس قدر کثرت علم کے باوجود علم کی طلب کے بے حد مشتاق رہتے تھے اور سند عالی کے حصول کی سعی کرتے رہتے تھے۔

۴۴۴ھ میں خطیب حج کو روانہ ہوئے اور لوگوں نے دیکھا کہ خطیب جہاں اشاعت علم کے شائق ہیں وہاں وہ ایک عابد وزاہد انسان بھی ہیں چنانچہ ابوالفرج اسفراینی بیان کرتے ہیں:

خطیب حج میں ہمارے ہم سفر تھے، وہ ہر روز مغرب تک ترتیل کے ساتھ پورا قرآن ختم کرتے پھر ان کی سواری کے قریب ہم سفر افراد حدیث سننے جمع ہو جاتے اور خطیب درس حدیث دیتے۔

خطیب سماع حدیث کے بے حد مشتاق تھے کہ وہ ہمیشہ حدیث کے حصول میں مصروف رہے۔ چنانچہ ۴۴۵ھ میں وہ دمشق پہنچے۔ وہاں انھوں نے حدیث کا علم حاصل کیا، پھر صور گئے اور وہاں بھی بعض اساتذہ سے سماع حدیث کیا۔[1]

مکہ مکرمہ میں انھوں نے قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی سے حدیث کا علم حاصل کیا اور کریمہ بنت احمد مروزیہ کے سامنے صحیح بخاری کی قراءت کی، کہ اس زمانے میں کریمہ بخاری کی سب سے اولین سامعہ تھیں۔

خطیب بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حج کو گئے تو انھوں نے حدیث—ماء زمزم لما شرب له[2] پر عمل کرتے ہوئے زم زم کا پانی پی کر خدا سے تین حاجتیں طلب کیں، یہ کہ وہ اپنی کتاب

۱۔ الخطیب البغدادی، بحوالہ۔ ابن قاضی شہبہ، المنحل من تاریخ بغداد، ۱:۱۳۶، ۱:۱۳۷، ۱:۱۳۸۔

۲۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت جابرؓ روایت سے کیا ہے، ص ۱۰۱۸، رقم ۳۰۶۲۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے ۱:۳۷۴، حضرت ابن عباسؓ سے جو اس حدیث سے طویل ہے، ابن ماجہ اور حاکم کے علاوہ... ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاریخ بغداد کو خود بغداد شہر میں بیان کریں، جامع منصور میں حدیث کا املا کرائیں اور بشر حافی کے قریب مدفون ہوں۔ اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔

امامت اور مجالس

جب خطیب بغداد واپس آئے تو خلیفہ نے انھیں جامع منصور میں حدیث کی املا کی اجازت عطا کی۔ مسجد میں بہت مخلوق جمع ہو جاتی اور لوگ ان سے سنتے اور احادیث لکھتے، نیز انھوں نے بغداد شہر میں اپنی تصنیف تاریخ بغداد سنائی، جیسا کہ انھوں نے دعا کی تھی۔

تکمیل اور سن حکمت کو پہنچنے کے بعد خطیب حد درجہ اشتیاق اور پوری جدوجہد کے ساتھ تصنیفی کام میں مشغول ہو گئے، جو تصانیف زیر تکمیل تھیں ان کو مکمل کیا اور ان کی مراجعت کی۔ نئی کتابیں تصنیف کیں اور انھیں حدیث کی مجالس میں بیان کر کے املا اور نشر کے لیے تیار کیا۔ ان کی تصانیف تقریباً دس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں اور بڑی بڑی ستر جلدوں میں ان کا اندازہ کیا گیا ہے۔ خطیب اشاعت علمِ حدیث میں مصروف تھے کہ بغداد کے حالات خراب ہو گئے اور بساسیری کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، جس کا مقصود خلافت عباسیہ کو ختم کرنا تھا۔ اس شورش میں لوگوں کی جان و مال خطرے میں پڑ گئے اور خطیب کے بعض دشمنوں کو ان کی ایذا رسانی اور مختلف طریقوں سے زک پہنچانے کا موقع مل گیا۔ ان حالات میں ابوبکر خطیب کو اپنی جان کا اندیشہ لاحق ہوا اور وہ اپنی تصانیف، کتب اور ذخیرہ احادیث (سماعات) لے کر بغداد سے دمشق پہنچ گئے۔ پھر اسی کو وطن بنا کر وہیں رہ بس گئے حالانکہ بعد میں بغداد کے حالات پر سکون ہو گئے اور وہاں معاملات پھر سے اپنی نہج پر قائم ہو گئے۔

مسجد اموی میں خطیب کا ایک بہت بڑا حلقہ قائم ہو گیا جس میں لوگ بڑی کثرت سے شرکت کرتے۔ خطیب بڑے بلند آواز تھے اور ان کی آواز پوری مسجد میں گونجتی تھی۔

⇦ .... محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ بہر حال یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے جن میں کوئی قدح نہیں اور تعدد طرق کی بنا پر حفاظ نے اسے حسن کہا ہے۔ انھی میں سے ایک حافظ ابن حجر بھی ہیں، بعض محدثین نے اسے صحیح بھی قرار دیا ہے جیسے المنذری، دمیاطی، اور سیوطی، دیکھیے نیل الاوطار: ج۵ ص۸۷ تدریب الراوی، ص:۸۰ شرح جامع الصغیر للمناوی ج۵، ص۴۰۴۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خطیب کے دمشق آنے سے دمشق کو یہ بہت بڑا فائدہ پہنچا کہ ان کی بیشتر تصانیف یہاں آ گئیں جن کا ایک بڑا حصہ ابھی تک دار الکتب الظاہریہ میں محفوظ ہے۔

۴۵۹ھ میں دمشق میں خطیب کے خلاف سازش ہوئی اور جس طرح بعض لوگ صاحبانِ علم وفضل کے درپے آزار ہو جاتے ہیں، اسی طرح خطیب کے بھی ہو گئے اور والی سے ان کی شکایتیں کیں یہاں تک کہ والی نے ان کے قتل کا حکم بھی دے دیا، مگر شریف علوی ابو القاسم علی بن ابراہیم جو خود عالم تھے اور خطیب کے علم وفضل سے آشنا تھے، انھوں نے والی سے ان کے حق میں کلمہ خیر کہا اور ان کی جاں بخشی کرائی، مگر حکم یہ ہوا کہ خطیب دمشق میں نہ رہیں چنانچہ وہ ۴۶۲ھ میں صور چلے گئے۔

وہاں پہنچ کر انھیں بغداد کی یاد نے ستایا اور وہاں سے وہ طرابلس اور حلب ہوتے ہوئے بغداد پہنچ گئے۔ اس سفر کے دوران ہر مقام پر چند دن ٹھہرتے، علمی مجلس گرم ہوتی اور بحث ونظر کا سلسلہ منعقد ہوتا، اور لوگ استفادہ کرتے تا آں کہ بغداد پہنچے، یہاں بھی اہل علم ان کے گرد جمع ہو گئے اور یہاں ان سے ان کی تصنیف تاریخ بغداد سننے لگے جس کی خود انھوں نے دعا کی تھی۔ علاوہ بریں علما نے ان کی دیگر تصانیف کا سماع کیا۔

۷ ذی الحجہ ۴۶۳ھ کو بغداد ہی میں خطیب کا انتقال ہوا، اور خدا نے ان کی اس دعا کا آخری حصہ بھی پورا فرما دیا جو انھوں نے زم زم کے پاس کی تھی، اور وہ اس طرح کہ شیخ صوفی ابوبکر بن علی طرثیثی نے بشر الحافی کے جوار میں اپنے لیے قبر تیار کی ہوئی تھی، جس میں وہ جا کر سویا کرتے تھے اور ہفتے میں ایک مرتبہ قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ وہ انھوں نے خطیب بغدادی کے لیے تجویز کر دی۔ اس طرح انھوں نے خطیب کے علم وفضل کا اعتراف کیا اور خطیب وہاں مدفون ہوئے۔ طرثیثی کے اس ایثار کا انھیں حق سبحانہ کی طرف سے دنیا ہی میں یہ صلہ ملا کہ وہ خطیب کی وفات کے بعد بھی تیس برس زندہ رہے۔

شخصیت

خطیب کی شخصیت بڑی جاذب نظر اور کمالِ ایمان، علم، تقویٰ، حسن خلق اور نظم دقیق کا مرقع

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھی۔ ان کی شخصیت دیکھنے میں بھی بڑی وجیہہ معلوم ہوتی تھے اور جسمانی خوبصورتی اور تناسب حد درجہ میں موجود تھا، اور اس کے ساتھ ہی وہ کثیر الضبط تھے جس کا محدثین کے یہاں بہت اہتمام ہے، نیز یہ کہ وہ احادیث کی قراءت محدثین کے آداب کے مطابق فصیح لب و لہجے میں کرتے اور جب مسجد دمشق میں حدیث کی قراءت کرتے تو ان کی آواز مسجد کے آخر تک سنی جاتی۔

علم کے بڑے مشتاق تھے اور کسی وقت بھی مطالعے سے کنارہ کش نہیں ہوتے تھے۔ حد یہ ہے کہ آبنوسی کہتے ہیں:

جب خطیب کہیں جا رہے ہوتے تو ان کے ہاتھ میں کتاب کے اجزا ہوتے اور ان کا مطالعہ کر رہے ہوتے۔

وہ عابد شب زندہ دار تھے، قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرتے، چنانچہ ان کے رفقا کا بیان ہے کہ" وہ روزانہ ترتیل کے ساتھ مغرب تک ایک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔"

وہ بڑے پاک دامن تھے اور دنیا سے کنارہ کش رہتے تھے، انھوں نے کبھی قرب سلطانی کی کوشش نہیں کی اور ہمیشہ سیاسی سرگرمیوں سے دور رہے، غرض دنیا کی ہر دلچسپی سے منہ موڑ کر اشاعت علم میں لگے رہے اور اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے۔

خطیب دنیا کی دل فریبی سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ دنیا کی چمک دمک چندروزہ ہے اور کوئی لذت و سرور دائمی نہیں بلکہ ہر خوشی وقتی ہے، جسے زمانے کے تغیرات تلپٹ کر کے رکھ دیتے ہیں اور پھر موت آ کر بھرا ہوا جام منہ سے چھین لیتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص حقیقتِ دنیا سے پوری طرح آشنا ہو، وہ وہی ہوگا جسے آخرت پر کامل یقین ہو، جو صاحب علم وورع وتقویٰ ہو، چنانچہ خطیب اس قدر پرہیز گار تھے کہ معمولی سے معمولی شبہے کی بات سے بھی اجتناب کیا کرتے تھے اور عبادت، دعا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور صدقات میں مصروف رہتے تھے۔

تواضع و انکساری علما کی ایک نمایاں شان ہوتی ہے جو ان کی رفعت علم پر دلالت کرتی ہے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کی عقل کی فراوانی کی نشان دہی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ ان کی شخصیت کس قدر مضبوط اور قوی ہے۔ نہ کوئی دعویٰ، نہ کوئی فخر وغرور، اور نہ کوئی خود پسندی...... کہ یہ اوصاف کم علم شخص میں ہوتے ہیں جس کی شخصیت کمزور ہو اور جس کا داخلی وجود خالی ہو تو وہ چاہتا ہے کہ فخر و بڑائی کر کے جھوٹے دعوے کر کے اپنی شخصیت کی اس کمی اور خامی کا ازالہ کرے۔

خطیب ایک قابل تقلید نمونہ علم وعمل تھے اور اس قدر صاحب اخلاق تھے کہ ان کی سیرت کا یہ پہلو بھی قابل مثال تھا، آپ بے حد متواضع تھے اور لوگوں سے بڑی انکساری سے ملتے تھے۔ چنانچہ سعید المؤدب بیان کرتے ہیں کہ میں خطیب سے ملنے گیا اور ان سے کہا کہ آپ ہی حافظ ابوبکر ہیں؟ وہ بولے میں تو صرف احمد بن علی خطیب ہوں، حفظ حدیث کا سلسلہ دار قطنی پر ختم ہو چکا ہے۔

ان کی تصانیف بھی ان کی تواضع کی بہت بڑی شاہد ہیں اور بتاتی ہیں کہ ان میں خود کو نمایاں کرنے اور بڑائی جتانے کی قطعاً عادت نہیں تھی، حالانکہ ہر تصنیف علم سے لبریز ہے اور ان کے فن میں کمال اور امامت کی گواہ ہے۔ لیکن کہیں بھی ایک لفظ تک نہیں ملتا جس سے فخر وغرور کا کوئی شائبہ بھی ہوتا ہو۔ خود کہتے ہیں:

اگر اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لیے ہدایت مقصود ہے تو ہوائے نفس کی ہر گز اتباع نہ کرو کہ ہوائے نفس ہی جامع فساد ہے۔

علمی مقام

علما کے یہاں خطیب بغدادی کا بہت بڑا مقام تھا وہ ان کی مدح وستایش کرتے اور ان کے علم وفضل پر اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ ابونصر بن ماکولا کہتے ہیں:

ابوبکر خطیب آخری شخصیت تھے جن کے حفظ واتقان اور معرفت کا ہم نے مشاہدہ کیا، حدیث میں انھیں ضبط کا مقام حاصل تھا۔ وہ احادیث کی اسانید اور علل سے بہ خوبی آشنا تھے اور احادیث کی جملہ اقسام سے بہ خوبی آگاہ تھے۔ بغداد میں دار قطنی کے بعد ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

جیسا کوئی نہ تھا۔

موتمن الساجی کہتے ہیں:

بغداد نے دارقطنی کے بعد خطیب جیسا کوئی عالم پیدا نہیں کیا۔

ابوسعد سمعانی کہتے ہیں:

خطیب بڑے پُر ہیبت اور باوقار تھے، ثقہ تھے، کثیر الضبط تھے، فصیح تھے اور خاتمۃ الحفاظ تھے۔

ابن شافع کہتے ہیں:

حفظ واتقان اور علوم حدیث ان پر ختم تھے۔

السبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

بعد ازاں خطیب بغداد میں مقیم ہو گئے اور سفر کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بغداد نے ان جیسا عربی زبان کا فصیح شخص نہیں دیکھا اور نہ بغداد میں ان جیسی عظیم شخصیت پھر کبھی پیدا ہوئی۔

خطیب کا یہی فضل و کمال تھا کہ وہ اصحابِ حدیث کے رئیس کہلائے اور روایت حدیث کی نگرانی اور اشراف کا منصب ان کے سپرد ہوا، یہی وجہ ہے کہ ان کی مجلس میں خطبا اور وعاظ حدیث سنتے اور خطیب کے مقام و مرتبے کے معترف ہوتے۔

ذہبی، ابوالحسن ہمذانی سے نقل کرتے ہیں:

خطیب حدیث کے فن میں رئیس مانے گئے اور یہ طریقہ جاری ہوا کہ واعظ اور خطیب جو حدیث بھی بیان کریں وہ پہلے خطیب کے سامنے پیش کریں۔[1]

---

[1] خطیب کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ کیجیے۔ ذھبی: تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۱۳۵، السبکی: طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج:۴ ص:۲۹۔

ابن خلکان: وفیات الاعیان، ج:۱ ص:۷۶، ابن کثیر: البدایۃ، ج:۱۲ ص ۱۰۳۔ ابن العماد الحنبلی: شذرات الذھب ج:۳، ص:۳۱۴، ابن تغری بردی: النجوم لزاھرہ، ج:۵، ص۸۷۔ یوسف العش: الخطیب البغدادی مورخ بغداد ومحدثہا، محمود الطحان: الخطیب البغدادی واثرہ فی علوم الحدیث۔

احادیث کی روایات کی نگرانی ایک بہت ہی عظیم منصب ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کا پایہ ثبوت کیا ہے، حضرت عمرؓ کو روایت میں تقلیل پر آمادہ کیا کرتے تھے کہ کہیں کثرت روایت سے غلطیاں نہ ہو جائیں، اسی طرح حضرت علیؓ نے قصاص کی نگرانی کی اور راوی کو حلف دیا۔ [1]

بعدازاں ائمہ اسلام حدیث کی روایت کی بہ خوبی نگرانی کرتے رہے، اور جس کی انھوں نے تصدیق کی اس کی روایت حدیث مقبول ہوئی اور جس کا مقام انھوں نے قبول نہ کیا اس کی روایتِ حدیث قبول نہیں کی۔ حکام بھی انھی کے مشورے پر واضعین اور کذابین کو سزا دیا کرتے تھے۔ تاکہ حدیث نبویؐ وضع و کذب سے محفوظ رہے۔

علمی منہج

خطیب کا علمی کام اس قدر کثیر اور وافر اور اس قدر ہمہ پہلو اور ہمہ جہت ہے کہ ان کے منہاج علمی کے بیان کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے، بہ ہر حال ہم یہاں مختصراً تین علوم میں ان کے طریقہ کار کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ علم کلام

۲۔ علم فقہ

۳۔ علومِ حدیث

علم کلام

علم کلام میں سب سے اہم اختلافی مسئلہ جو سامنے آتا ہے وہ 'صفات باری تعالیٰ' ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خطیب کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔

عبدالعزیز کتانی کہتے ہیں:

خطیب ابوالحسن اشعری کے موقف کے قائل تھے۔

۱۔ منهج النقد فی علوم الحدیث، ص:۲۹-۵۰۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتانی کے اس قول سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ خطیب 'صفات باری تعالیٰ' کی تاویل کے قائل تھے کیونکہ ابوالحسن اشعری کا مشہور مسلک یہی ہے کہ وہ تاویل کرتے تھے۔ یعنی مثلاً ید اللہ فوق ایدیھم کی تفسیر قوت سے کیا کرتے تھے...... یہی امام ذہبی نے سمجھا ہے۔

لیکن محدثین نے ہمیشہ احتیاط ملحوظ رکھی ہے اور سلف کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ خطیب امام اور محدث تھے۔ وہ تاویل کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ سلف کے مسلک پر تھے جو امام اشعری کی دوسری رائے تھی اگرچہ ان کی تاویل کی رائے زیادہ مشہور تھی یہاں تک کہ لوگ یہی سمجھنے لگے کہ یہی ان کی واحد رائے ہے۔

بہ ہر حال یہ موقف بڑا اہم اور مشکل ہے اور اس میں بہت سے لوگ غلطی میں مبتلا ہوئے اور تشبیہ کے قائل ہو گئے کہ حق سبحانہ کے ہاتھ اسی طرح ہیں جس طرح مخلوق کے ہیں یا ان سے مشابہ ہیں۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی سلف کا مسلک ہے حالانکہ سلف اس سے بری ہیں۔

خود خطیب بغدادی دونوں مسالک کی وضاحت کر کے اپنی رائے بیان کرتے ہیں۔[1]

جس طرح سنن کی صحیح احادیث میں حق سبحانہ کی صفات آتی ہیں، سلف ان کو اسی طرح ثابت سمجھتے ہیں اور ان کو ان ظاہر کے مطابق تصور کرتے ہیں اور کیفیت اور تشبیہ کے قائل نہیں ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے اور جس بات کو اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے اسے انھوں نے باطل قرار دیا ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے اسے ثابت کیا ہے۔ لیکن تشبیہ اور تکییف کی جانب مائل ہو گئے جب کہ صحیح طریقہ دونوں کے درمیان ہے کہ اللہ کے دین میں نہ غلو ہے اور نہ نقص و کوتاہی۔ حقیقت یہ ہے کہ صفات میں کلام ذات کے بارے میں کلام کا حصہ ہے اور یہ امر معلوم ہے کہ رب العالمین کا اثبات اس کے وجود کا اثبات ہے، کیفیت کا اثبات نہیں ہے، بالکل اسی طرح صفات کا اثبات، وجود صفات کا اثبات ہے تحدید اور تکییف صفات کا اثبات نہیں ہے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور اللہ سمیع اور بصیر ہے۔ تو یہ صفات ہیں جن کو خود اللہ

۱۔ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے اپنے حق میں ثابت فرمایا ہے۔اب ہم یہ نہیں کہیں گے کہ 'ید' (ہاتھ) کے معنی قدرت کے ہیں اور سمع و بصر کا مفہوم علم ہے۔اور ہم یہ بھی نہیں کہیں گے کہ اللہ کے اعضا (جوارح) ہیں اور نہ ہم ان صفات کو ان ہاتھوں اور کانوں کے مشابہ قرار دیں گے جو کہ فعل کے ذرائع (ادوات للفعل) اور جوارح (اعضا) ہیں۔ بلکہ ہم کہیں گے کہ یہ صفات ثابت ہیں کیوں کہ ان کے بارے میں آیات موجود ہیں لیکن تشبیہ کی نفی لازم ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اور فرمان الٰہی ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

صفات باری تعالیٰ کے موضوع کو خطیب نے بہت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے کہ معتزلہ کا بھی رد ہو گیا اور صفات باری تعالیٰ کا انکار کرنے والوں کا بھی جواب ہو گیا اور مسلک سلف بھی اپنی پوری کیفیت کے ساتھ واضح ہو گیا۔اس سے صفات باری حق سبحانہ کا اثبات اس طرح ہو گیا کہ ان کے علمِ حقیقی کو اللہ کے سپرد کر دیا اور تحدید و تکییف کا اثبات نہیں ہوا۔اس طرح مسلک سلف کی پوری ترجمانی ہو گئی۔

صفات باری تعالیٰ کا موضوع اسلامی علم کلام کی تاریخ میں بہت اہمیت کا حامل رہا ہے اور بہت سے علما کے قلم جادۂ حق سے ہٹ گئے ہیں۔دور جدید میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسئلے کی حقیقت سے آشنا نہیں ہیں اور سلف کے ''حقیقتِ صفات کے علم کو اللہ کی جانب مفوض ہونے'' کی حقیقت کا ادراک نہیں رکھتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ سلف نے جو یہ رائے اختیار کی ہے کہ ''تشبیہ کے الفاظ سے اجتناب اور کرامیہ اور مشبہین کی آرا سے احتراز ضروری ہے'' اس کی عملی اہمیت کیا ہے۔

خطیب سے قبل امام ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں اس امر کی وضاحت کی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص کسی اچھی چیز کا صدقہ کرتا ہے— اللہ طیب شے ہی کو قبول کرتا ہے— اللہ اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، اور اگر وہ کھجور ہو تو وہ رحمٰن کے ہاتھ (ہتھیلی) میں بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بڑی ہو جاتی ہے، جیسے تم اپنے بچھیرے اور گائے کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بچے کی پرورش کرتے ہو۔[1]

یہ حدیث 'مشکل' ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے، جو تجسیم اور تشبیہ ہے جو ان دلائل قطعیہ کے برخلاف ہے جس میں حق سبحانہ، کی تنزیہ بیان کی گئی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس اشکال کو دور فرمایا اور مسئلے کو محقق کر کے حق پوری طرح واضح کر دیا۔ وہ کہتے ہیں:

متعدد اہل علم نے اس حدیث کے بارے میں اور اس کے مشابہ ان دیگر احادیث کے بارے میں گفتگو کی ہے، مثلاً حق سبحانہ، کا ہر شب آسمان دنیا پر نزول، وہ کہتے ہیں کہ یہ روایات ثابت ہیں اور ان پر ایمان ضروری ہے اور ان کے بارے میں نہ وہم کیا جائے اور نہ کیفیت دریافت کی جائے، یہی رائے امام مالکؒ، سفیان بن عیینہ اور عبد اللہ بن مبارک کی ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے۔ جب کہ جہمیہ تشبیہ کے قائل ہیں اور جن آیات قرآنی میں 'ید' اور سمع و بصر کے الفاظ آتے ہیں جہمیہ نے ان کی تاویل کی ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے نہیں پیدا کیا، بلکہ 'ید' کے معنی قوت کے ہیں۔

اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ تشبیہ اس وقت ہوگی جب یہ کہا جائے کہ اللہ کا ید یا سمع و بصر اسی طرح ہے جس طرح مخلوقات کا ید اور سمع و بصر ہوتے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کا ید اور سمع و بصر ہے لیکن کیفیت کا علم ہمیں نہیں ہے تو یہ تشبیہ نہیں ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت قرآنی موجود ہے لیس کمثله شئی وهو السمیع البصیر۔

ان متشابہات کے بارے میں یہ بالکل واضح اور صحیح مسلک ہے جس پر سلف قائم رہے اور جو مختار اور پسندیدہ مسلک ہے اور ہم بھی اسی کو اختیار کیے ہوئے ہیں کہ یہی صحیح بھی ہے اور درست بھی۔

علم فقہ

خطیب اپنی حیات کے آغاز ہی میں فقہ کا ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے دور کے

۱۔ جامع الترمذی، الزکاۃ (فضل الصدقة) ج۱، ص ۱۲۸-۱۲۹ طبع بولاق۔ نیز ملاحظہ کیجیے ہماری کتاب الامام الترمذی والموازنة بین جامعه وبین صحیحین ص ۲۲۴-۲۲۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

فقہاے شافعیہ سے علم فقہ حاصل کیا، اور فقہ شافعی ہی کو اپنا مسلک بنالیا، ان کے دور میں چاروں مسالک فقہ امت میں قابل اعتماد قرار پاچکے تھے اور علما کسی نہ کسی فقہ سے وابستہ تھے۔ خطیب نے بھی فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا اور اس مقام ومرتبے کو حاصل کیا کہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیة الکبریٰ میں ان کے حالات زندگی منضبط کیے اور کہا: وہ بڑے فقہا میں سے تھے۔

خطیب مسلک کے معاملے میں متعصب تھے یہاں تک کہ انھوں نے اپنی تاریخ بغداد میں بھی فقہائے حنابلہ پرتنقید کی اور ان کے مقام ومرتبے کوفروتر کر کے ثابت کیا۔ اسی طرح انھوں نے فقہاے احناف کے مقام ومرتبے کو گرایا اور امام ابوحنیفہ کے بارے میں افترا پردازوں، جھوٹوں اور حاسدوں کی ایسی روایات بھی جمع کردی ہیں جو عقل کے برخلاف اور علمی ذوق سے عاری ہیں۔

ابن عدی وغیرہ جیسے علما نے خطیب کی تردید بھی کی ہے اور امام ابوحنیفہ کی قدرومنزلت کو واضح کیا ہے۔ انھوں نے ائمہ فن کو متنبہ کیا ہے کہ وہ خطیب کے طعن کی طرف توجہ نہ دیں اور نہ خطیب کے بیان سے متاثر ہوکر امام ابوحنیفہ جیسے جلیل القدر فقیہ کے مرتبے کو کم کریں۔

عالم شہاں، ملک معظم، عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے خطیب کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ہے السهم المصيب في كبد الخطيب۔

حنبلی فقہا میں سے امام ابن جوزی نے اور ان کے نواسے جو حنفی مسلک کے فقیہ تھے، انھوں نے بھی خطیب کا رد کیا اور اسی طرح امام حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی نے ان کا رد کیا۔ بعض لوگوں نے خطیب کی تردید میں غیر ضروری شدت اختیار کی اور ان کے تقویٰ اور دین داری کو بھی محل نظر قرار دے دیا۔[1]

بہر حال امام ابوحنیفہ کی امامت اور حفظ حدیث پر سلف وخلف سب کا اتفاق رہا ہے اور ان سے ابوحنیفہ کی تعریف وثنا بالتواتر منقول ہے، چنانچہ لیث بن سعد نے جب امام مالکؒ سے کہا کہ آپ عراقی ہوگئے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ابوحنیفہ فقیہ ہیں اور ان کے عراقی ہونے کے سبب میں

۱۔ شیخ وھبی سلیمان عامر ابی البانی نے اپنی تصنیف: ابوحنيفه النعمان امام الائمة الفقهاء، میں امام ابوحنیفہ کے مناقب وفضائل بیان کیے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی عراقی ہو گیا۔[1]

امام مالک کا یہ اعتراف کہ ابوحنیفہ فقیہ ہیں بہت بڑا اعتراف ہے۔

اور امام شافعی کا یہ قول تواتر کے ساتھ مروی ہے: فقہ میں سب ابوحنیفہ کے دست نگر ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ بے حد محتاط تھے اور وہ کسی کو روایت بالمعنی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ خود بھی وہی حدیث روایت کرتے جو انھیں حفظ ہوتی، اور وہ اسے باللفظ روایت کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے ان کی ستائش کی ہے اور فقہ میں ان سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا ہے:

ابوحنیفہ ثقہ ہیں، وہ صرف ایسی حدیث روایت کرتے ہیں جو (لفظاً) حفظ ہوتی ہے اور وہ حدیث روایت نہیں کرتے جو انھیں (لفظاً) حفظ نہیں ہوتی۔

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں:

ہم نے ابوحنیفہ سے بہتر کسی کی رائے نہیں سنی اور ہم نے ان کے بہت سے اقوال اختیار کیے ہیں۔[2]

یحییٰ بن سعید قطان امام، محدث اور فقیہ عظیم تھے،[3] حقیقت یہ ہے کہ بڑے بڑے علما اسی طرح مسالک وآرا سے استفادہ کرتے اور اپنے مسلک کے علاوہ بھی بعض مسائل میں جو رائے بہتر سمجھتے اس کے اختیار کرنے میں تامل نہ کرتے تھے۔

ابوداؤد سجستانی کہتے ہیں کہ اللہ ابوحنیفہ پر رحم کرے وہ امام تھے۔[4]

امر واقعہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ ان کے دفاع کی بھی ضرورت نہیں

۱۔ تانیب الخطیب ص:۷ بحوالہ المدارک لقاضی عیاض۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۱۰ ص۴۵۰۔

۳۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ "میری آنکھوں نے یحییٰ بن سعید قطان جیسا آدمی نہیں دیکھا"۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ "تم یحییٰ قطان جیسا کوئی نہیں دیکھو گے"۔ دیکھیے تذکرۃ الحفاظ: ص۲۹۸-۳۰۰۔

۴۔ جامع بیان العلم، ج۲ ص ۱۶۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۶۹۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، اور بہر حال امام ابوحنیفہ کے معاملے میں خطیب سے خطا سرزد ہوئی ہے اور اس کا باعث ان کا مذہبی تعصب ہے کہ بغداد دنیاوی مناصب کی دوڑ اور مذہبی تعصب کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ بہر حال اگر خطیب کی جانب ان امور کی نسبت درست ہے تو یہ ان کی ایک غلطی ہے اور ان کی حسنات کے پیش نظر اس غلطی سے درگزر کر دینا چاہیے، دراں حالیکہ بعض محققین کی یہ رائے بھی ہے کہ ابوحنیفہ کے بارے میں یہ باتیں خطیب کی نہیں ہیں اور بعد میں داخل کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے متعدد دلائل بیان کیے ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔[1]

علم حدیث

خطیب علم حدیث میں زیادہ مشہور ہیں، ان کی امامت حدیث کے فن میں زیادہ نمایاں ہے، وہ محدث بھی تھے، حافظ بھی تھے، حدیث اور علومِ حدیث میں اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے، محدثین کے اسلوب کو انھوں نے عروج پر پہنچایا۔ فضیلت علمی کو اس قدر تسلیم کیا گیا کہ ان کو وعاظ اور خطبا کے درمیان حدیث کا حکم مقرر کیا گیا کہ جس حدیث کو وہ کہتے کہ بیان کیا جائے وہ بیان کی جاتی اور جس روایت سے (بوجہ سقم) روک دیتے اسے کوئی نہ بیان کرتا۔

خطیب علم تاریخ میں بھی اسی طرح ماہر فن تسلیم کیے گئے اور ایک عالم مورخ اور ناقد کی حیثیت میں انھوں نے شہرت پائی۔ تاریخ میں ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اس فن میں بھی 'حدیث کے ثبوت' کے طریقوں کو اپنایا اور منقول تاریخی روایات کو اس طرح پرکھا اور جانچا جس طرح حدیث روایات کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے اور تاریخی دستاویزات کا تنقیدی جائزہ لیا۔ مثلاً وہ تاریخ بغداد میں سلمان فارسیؓ کی آزادی کا تاریخی واقعہ بیان کرتے ہیں تو اولاً اس واقعے کو اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں اس پر نقد کرتے ہیں اور سند کے بعد اصل روایت بیان کرتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو یہ تحریر املا کرائی:

۱۔ محمود الطحان: الخطیب البغدادی: ص ۲۶۳-۳۰۱۔ اس کتاب میں تفصیل سے یہ دلائل ذکر کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ ان باتوں کا خطیب کی جانب انتساب بلحاظ متن اور سند غلط ہے۔ نیز دیکھیے، استاذ غاوجی، ابوحنیفہ ص: ۲۰۵-۲۷۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"محمد بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا عثمان بن اشہل یہودی قرظی کو تین سو کھجوروں کے پودوں اور چالیس اوقیہ سونا فدیہ دیا۔ محمد بن عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمان فارسی کی قیمت سے بری ہو گئے۔ ان (سلمان) کی ولاء، محمد بن عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت سے ہو گئی۔ اور سلمان پر کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔

اس پر گواہ ہوئے ہیں ابوبکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، حذیفہ بن سعد یمانؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن اسود، بلال مولیٰ ابی بکرؓ، اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ اس تحریر کو علیؓ بن ابی طالب نے بروز پیر جمادی الاولیٰ محمد بن عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سال ہجرت لکھا۔"

اس کے بعد روایت پر نقد کرتے ہوئے خطیب فرماتے ہیں کہ یہ روایت قابل غور ہے کیونکہ حضرت سلمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس غزوہ میں شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے جو ۵ھ میں ہوا۔ اگر سلمانؓ پہلے سالِ ہجرت آزاد ہوئے ہوتے تو ان سے کوئی غزوہ نہ چھوٹتا اور وہ سب میں شرکت کرتے۔ مزید یہ کہ ہجرت کی تاریخ عہد نبوت میں مروج نہیں ہوئی تھی بلکہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ہجری تاریخ مقرر کی۔ واللہ اعلم

۴۴۷ھ کا ایک اور واقعہ لیجیے۔[۱]

خطیب کے زمانے میں بعض یہودیوں نے حکومت کے سامنے ایک دستاویز پیش کی، جو خیبر کے یہودیوں سے جزیے کے اسقاط کی تحریر تھی اور اس پر صحابہ کی شہادت بھی تھی۔ خلیفہ کے وزیر

۱۔ تذکرۃ الحفاظ: ص ۱۱۴۱۔ طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۴، ص ۵ طبع اول۔ السخاوی: الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص ۱۰۔ المنتظم، ج ۸، ص ۲۶۵۔ ارشاد: ۴: ۱۸۔ ابن قاضی شہبہ: المنتخل من تاریخ بغداد: ص ۱۳۹۔ یوسف العش الخطیب البغدادی: ص ۲۳۵۔ ابن قیم: المنار المنیف فی الصحیح والضعیف: ص ۱۰۲-۱۰۵۔ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ یہودیوں نے یہ کوشش دوبارہ ابن تیمیہؒ کے عہد میں بھی کی جس کی ابن تیمیہ نے غلط ہونے کے دس دلائل بیان کیے۔ اور السخاوی الاعلان بالتوبیخ میں اس طرح کے انتقاد کی اور مثالیں مذکور ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابو القاسم نے یہ دستاویز خطیب کو دکھلائی۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ جھوٹی ہے۔

وزیر نے پوچھا کس طرح؟

انھوں نے کہا کہ اس میں حضرت امیر معاویہؓ کی بھی شہادت ہے جو خیبر کے بعد فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور اس میں سعد بن معاذ کی بھی شہادت ہے جو خیبر کے واقعے سے دو سال قبل انتقال کر چکے تھے۔

وزیر نے ان کے اس نقد کو پسند کیا اور اس دستاویز کو ناقابل تسلیم قرار دے دیا۔

" خطیب کے اس انتقاد سے معلوم ہوا کہ مسلمان علما بہت پہلے ہی تاریخ کے دقیق ترین اصولوں سے روشناس ہو چکے تھے، اور انھیں انتقاد کے ان اصولوں کا دور جدید کے مورخین سے بہت پہلے علم ہو چکا تھا۔[1] مزید یہ کہ خطیب سے پہلے ابن جریر طبری کی بھی متعدد واقعات میں اس طرز انتقاد کی مثالیں ملتی ہیں۔[2]

ہم یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں یہودی مستشرق گولڈ زیہر اور اس کے متبعین کے سامنے پیش کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ محدثین نے صرف نقد سند پر اکتفا کیا اور نقد متن کو اہمیت نہیں دی۔[3] کیونکہ مذکورہ واقعہ نقد حدیث کا ہے اور مجرد تنقید تاریخ کا نہیں ہے کیونکہ یہ وثیقہ (دستاویز) بطور حدیثِ نبویؐ کے روایت کیا جا رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محدثین نے کس قدر دقت نظر اختیار کی ہے اور انھوں نے صرف نقد سند پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ نقد متن کے اصولوں کو بھی کام میں لائے ہیں۔

علم حدیث پر خطیب کا اثر

نقد حدیث میں امامت و قیادت کی ان صلاحیتوں کے ساتھ خطیب ان علمی ذرائع و وسائل

۱۔ ڈاکٹر اسد رستم: مصطلح التاریخ، ص ۱۲-۲۴۔ اس کتاب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے محدثین نے "نقد تاریخ" کے اصول وضع کیے اور اسی طرح واقعات کی اندرونی شہادتوں کے اصول بھی محدثین کے وضع کردہ ہے۔

۲۔ ابن کثیر: البدایة والنہایة، ج ۱۲، ص ۱۰۱۔

۳۔ ہم نے اپنی کتاب منہج النقد فی علوم الحدیث: ص ۴۳۶-۴۵۵ میں اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور متعدد مقامات پر مستشرقین کا رد کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی جانب بھی متوجہ ہوئے جن کو علما، حدیث کی صحت اور سقم معلوم کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے، یعنی قواعد علوم الحدیث۔

علمائے حدیث خطیب سے پہلے ہی ہر فن حدیث اور علوم حدیث کی ہر نوع پر کوئی نہ کوئی تصنیف کر چکے تھے، لیکن ان کی تالیفات تدوین علوم کا پہلا تجربہ تھیں، خطیب نے ایک باخبر اور وسیع المطالعہ ناقد کی حیثیت سے ان تصانیف کا جائزہ لیا اور یہ محسوس کیا کہ ان جملہ علوم میں مسائل کی تحریر و تکمیل کی ضرورت ہے، چنانچہ انھوں نے فنون حدیث کی ہر نوع میں ایک جامع کتاب تصنیف کی، جس میں گزشتہ تصانیف کا مواد یک جا کرنے کے ساتھ مزید فوائد اور معلومات کا اضافہ کیا۔ اور ان فنون اور موضوعات پر بھی جن پر ابھی تک کوئی تحریر منضبط نہیں ہوئی تھی اور اتصال سند کے ساتھ ہر قائل کی جانب اس کا قول منسوب کیا جس طرح کہ سند متصل کے ساتھ احادیث روایت کی جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علوم حدیث میں خطیب کی تصانیف ائمہ کا مرجع و ماخذ ہیں، سب اُنھی تصانیف کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اِنھی پر اعتماد کرتے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابو بکر بن نقطہ نے کہا ہے:

> ہر صاحب انصاف شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ علمائے حدیث، خطیب کے بعد خطیب کی کتابوں کے دست نگر ہیں۔

خطیب کی تصانیف

خطیب اپنی کثرت تصانیف اور تنوع موضوعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں یگانہ تھے۔ علوم اسلامیہ میں ہر موضوع اور ہر فن پر ان کی کوئی نہ کوئی کتاب ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تالیفات کی تعداد ۸۰ تک پہنچی ہوئی ہے، جن میں سے بعض بڑی مطول ہیں جیسے تاریخ بغداد جو چودہ جلدوں میں ہے۔ بعض کتابیں متوسط ضخامت کی ہیں، جیسے الکفایہ اور بعض اجزائے حدیث ہیں، جیسے یہ کتاب الرحلة فی طلب الحدیث۔ بہ ہر حال خطیب کی اہم تصانیف حسب ذیل ہیں۔

ا- حدیث اور علوم حدیث

۱- الامالی دار الکتب الظاہریہ، دمشق میں اس کے تین اجزا موجود ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

٢-مسند ابی بکر الصدیق، ایک جز میں وہ روایات درج ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرائط کے مطابق ہیں۔

٣- الفوائد المنتخبہ: خطیب کے کئی انتخابی مجموعے، جن میں سے بعض اجزا دارالکتب الظاہریہ میں موجود ہیں۔

٤- الفصل للوصل المدرج فی النقل۔	١٩اجزا
٥- الکفایہ فی علم الروایۃ	مطبوعہ ایک جلد
٦-شرف اصحاب الحدیث	مطبوع
٧-الاسماء المبہمہ	دارالکتب الظاہریہ میں موجود ہے۔
٨- التبیین لاسماء المدّلسین	
٩- تلخیص المتشابہ فی الرسم	
١٠-المتفق والمفترق	
١١-الموضوع لاوہام الجمع والتفریق	مطبوعہ ہندستان ٢ جلد

ان کتب کے علاوہ بھی خطیب کے حدیث کے موضوع پر کچھ اجزا اور تصانیف ہیں۔

ب-فقہ اور اصول فقہ

١- الفقیہ والمتفقہ: دارالکتب الظاہریہ میں قلمی نسخہ موجود ہے اور طبع بھی ہو چکی ہے۔

٢- الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم: ذہبی نے اس کا اختصار کیا ہے اور احادیث پر نقد کیا ہے۔

٣-صلاۃ التسبیح والاختلاف فیہا: دارالکتب الظاہریہ میں قلمی نسخہ موجود ہے۔

٤- القنوت والآثار المرویہ فیہا: مسلک شافعی کے حق میں۔

ج-ادب

١-البخلاء۔ یہ کتاب تین اجزا میں ہے اور دارالکتب الظاہریہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ ابن عبدالہادی نے اپنی کتاب وقوع البلاء فی البخل والبخلاء میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲-التطفيل وحكايات الطفيليين مطبوع،مصر

د-تاریخ

۱-تاريخ بغداد مطبوعہ،مصر ۱۴ جلد

۲-مناقب الامام شافعیؒ

۳-مناقب الامام احمد بن حنبلؒ

زیرِنظر تصنیف

موضوع

اس کتاب کا موضوع مطلق طلب حدیث کے لیے سفر کرنا مراد نہیں ہے جیسا کہ نام سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ خطیب نے ایک بہت ہی لطیف اور انوکھا موضوع اختیار کیا ہے یعنی صرف ایک حدیث کے حصول کے لیے سفرِ علمی! یہ بلاشبہ ایسا دل چسپ موضوع ہے کہ قاری کے اندر خود بہ خود ایک گہری قلبی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر مطلق طلب حدیث کے لیے سفر موضوع کتاب ہو تو تمام رواۃ حدیث کے تذکرے پر مشتمل ہو جائے اور کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں۔ حدیث کا کون سا راوی ایسا ہے جس نے حدیث کے حصول کے لیے سفر نہ کیا ہو۔

کتاب کا آغاز فضیلتِ علم اور طلب علم کی خاطر سفر کے فضائل کے بیان سے ہوا ہے۔ بعدازاں خطیب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضرؑ کے پاس جانے کے واقعے کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مطلع کیا کہ خضرؑ ان سے زیادہ عالم ہیں، اس لیے حضرت موسیٰؑ سفر کر کے ان کے پاس گئے اور اپنا مقصود ان الفاظ میں بیان کیا۔

اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الكهف۱۸:۶۶) کہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔

اس کے بعد ان صحابہ کرامؓ کے واقعات ہیں جو ایک حدیث کے علم کے لیے دوسرے صحابہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرامؓ کے پاس سفر کر کے گئے۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کی ایک حدیث کے حصول کے لیے علمی اسفار کا ذکر ہے اور اس کے بعد کتاب ان علما کے اسفار کے بیان پر ختم ہوتی ہے جو ایک حدیث کے حصول کے لیے کسی محدث کے پاس سفر کر کے گئے لیکن اس سے ملاقات نہ ہو سکی اور وہ طالب حدیث کے پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔

اس کتاب میں خطیب نے ہر خبر اور حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل سند سے بیان کیا ہے، یا جن کی رحلات کا ذکر ہے ان تک سند کو متصل کیا ہے، کیونکہ محدثین کا اسلوب یہی ہے کہ جو بات بیان کرتے ہیں قائل (کہنے والے) تک اس کی پوری سند بیان کرتے ہیں۔

کتاب میں بعض اختصارات بھی استعمال ہوئے ہیں۔'ثنا' یا 'نا' حدثنا کا اور 'أنبأ' اخبرنا، کا اختصار ہے اور جہاں ایک ہی روایت کی سند دوسری سند کی جانب تحویل ہوگئی ہے وہاں دوران سند 'ح' کی علامت درج کی گئی ہے۔

بیشتر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خطیب ایک ہی حدیث متعدد اسانید سے ذکر کرتے ہیں اور حدیث سند کے تعدد کے ساتھ اور راویوں کے الفاظ کے فرق کے ساتھ متعدد ہو جاتی ہے۔ اور محدثین کے یہاں ایک ہی حدیث کی سند اگر تبدیل ہو جائے تو وہ مستقل حدیث متصور ہوتی ہے اور محدثین نے سند کے اس فرق کے لیے علمی سفر کیے ہیں۔

ہم نے ہر سند کے آغاز میں سلسلہ وار نمبر لگا دیے ہیں اور ہر حدیث کو دوسری حدیث سے الگ کر دیا ہے تا کہ قاری حدیث، اسانید اور روایت پر غور و تامل بھی کر سکے اور ان سے صحیح معنوں میں لطف اندوز بھی ہو سکے۔

تحقیقِ کتاب میں ہمارا اسلوب

اس کتاب کی تحقیق میں ہم نے دار الکتب الظاہریہ (دمشق) میں موجود دو نسخوں پر اعتماد کیا ہے پہلا نسخہ، ایک مجموعے کی صورت میں ہے جس کا نمبر ۵۷ ہے اور اس میں اس کتاب کا قلمی نسخہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے جو بے حد قدیم ہے اور اس کا رسم الخط بہت عمدہ ہے۔ یہ نسخہ امام فقیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن احمد المقدسیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

دوسرا نسخہ بھی مجموعے کی صورت میں ہے اس کا نمبر ۱۰۱ ہے اور ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس مجموعے کے صفحہ ۲۵۱ سے شروع ہوتا ہے اور ۲۷۰ پر ختم ہوتا ہے اس نسخے کے کاتب علی بن محمد بالسیؒ ہیں۔

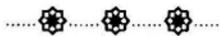
ہم نے اس کتاب کی تحقیق میں پہلے نسخے پر اعتماد کیا ہے، جسے ہم نے اصل قرار دیا ہے کہ ہماری نظر میں یہ نسخہ صحیح ترین ہے اور اس کا زمانہ مصنف سے قریب تر ہے۔

مرفوع احادیث کی تخریج (اصل مصادر کی نشان دہی) کردی ہے، اگر کوئی حدیث ضعیف ہے تو اس کی بھی وضاحت کردی۔ لیکن حدیث کے ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے لیے جو سفرِ علمی اختیار کیا گیا اس کی خبر بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ محدثین حدیث کے حصول کے لیے علمی سفر اختیار کیا کرتے تھے خواہ اس کا درجہ کچھ بھی ہوتا کیونکہ ان کا مقصود تحقیقِ علمی تھا۔

احادیث میں جو الفاظ وضاحت طلب آئے ہیں ان کی وضاحت کردی ہے۔

کتاب کے آخر میں 'استدراک' بھی شامل کردیا ہے کہ محدثین نے ایک حدیث کی طلب میں جو علمی سفر اختیار کیے ہیں خطیب نے ان تمام کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جن واقعاتِ سفر سے ہم باخبر ہوئے ہیں اس استدراک میں ان کا ذکر کردیا ہے۔

بعد ازاں موضوع کی مناسبت سے محدثین کے سفر ہائے علمی کے بعض ظرائف بھی ذکر کردیے ہیں۔



toobaa-elibrary.blogspot.com



کتاب

الرحلة فی طلب الحدیث

حصولِ حدیث کے لیے سفر

خطیب بغدادی

سفرِ طلبِ حدیث، اس کا حکم، ترغیب اور فضائل

شیخ اجل ثقہ، ابوالحسین عبدالحق بن عبدالخالق بن احمد بن عبدالقادر بن محمد یوسف نے ہمیں خبر دی، کہ شیخ ابومحمد سعد اللہ بن علی بن حسین ایوب نے ہمیں ۵۰۶ھ میں بتلایا کہ شیخ حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی نے ہمیں خبر دی:

ا

ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بن عثمان طرازی نے نیشاپور میں کہ ہمیں بتایا ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے کہ ہمیں خبر دی، حسن بن علی بن عفان عامری، ان کو بیان کیا حسن بن عطیہ نے اور ان سے بیان کیا ابوعاتکہ نے، حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم حاصل کرو، اگر چہ چین میں ہو، کہ حصول علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ [1]

ا۔ حدیث کے یہ الفاظ اطلبوا العلم ولو بالصین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم ''علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' خطیب نے تین طرق سے روایت کیے ہیں اور ہر ایک سند کی انتہا ابوعاتکہ طریف بن سلیمان از انس پر ہے۔ اسی سند سے انھوں نے تاریخ بغداد میں بھی اس کو نقل کیا ہے (ج ۹ ص ۳٦۴) اور کہا ہے کہ ابوعاتکہ سے حسن بن عطیہ نے روایت کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ ان کے علاوہ کوئی اور راوی بھی ہے۔
اسی سند سے ابن عدی نے الکامل (ق ۲۰۷/ب۔ قلمی نسخہ الظاہریہ) میں روایت کیا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضله میں نقل کیا ہے (ج ا ص ۷، ۸) اور ابن عدی نے کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ولو بالصین کے الفاظ حسن بن عطیہ کے علاوہ بھی کسی اور راوی نے نقل کیے ہیں۔
لیکن ہمیں یہ الفاظ حسن بن عطیہ از ابوعاتکہ کے علاوہ راوی سے بھی منقول ملے ہیں کہ یہ الفاظ حماد بن خالد الخیاط نے ابوعاتکہ سے نقل کیے ہیں۔ اس سلسلہ سند کے ساتھ ان الفاظ کو العقیلی نے کتاب الضعفاء میں درج کیا ہے۔ (ق ۱۹٦ا۔ رکتب خانہ الظاہریہ دمشق) ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲

ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن الحسین بن محمد بن فضل متوثی نے، کہ ہمیں بتلایا ابوسہل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد قطان نے کہ ہم سے بیان کیا محمد بن غالب تمتام نے [ح] ہمیں خبر دی

⇦ العقیلی کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد زعفرانی نے کہ ہمیں بتلایا احمد بن ابی سریج رازی نے کہ ہم سے بیان کیا حماد بن خالد خیاط نے کہ ہمیں بتایا طریف بن سلیمان نے اور انھیں خبر دی ابو عاتکہ نے کہ میں نے انسؓ بن مالک سے سنا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا: علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو، کہ حصول علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس کے بعد العقیلی کہتے ہیں کہ -ولو بالصین- کے الفاظ ماسوا ابو عاتکہ کے کسی سے محفوظ نہیں ہیں اور ابو عاتکہ متروک الحدیث ہے، نیز فریضة علی کل مسلم میں بھی لین ہے جو ضعف کے قریب ہے۔

امام بخاری اپنی تاریخ الکبیر (۳۵۸/۲/۲) میں ابو عاتکہ کی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے اور بخاری کے نزدیک یہ بہت بڑی جرح ہے۔ ابو حاتم نے الجرح والتعدیل (۴۹۴/۱/۲) میں ابو عاتکہ کو ذاهب الحديث ضعيف الحديث کہا ہے دارقطنی نے بھی ضعیف کہا ہے، اسی طرح کا قول ابن عبدالبر کا ہے، جیسا کہ التهذيب میں ہے۔ دیکھیے السیوطی: المصنوعه (ج۱،ص ۱۹۳) المغنی فی الضعفاء (رقم ۲۹۳،۵۶۱)

مگر اس حدیث کی روایت میں ابو عاتکہ منفرد نہیں ہے بلکہ یہ حدیث حضرت انسؓ سے بطرق اخریٰ بھی مروی ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبر نے جامع بيان العلم میں اس حدیث کی تخریج کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ''احمد نے خبر دی کہ ہم سے عبید بن محمد فریابی نے بیت المقدس میں بیان کیا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری کے واسطے سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..................''

اس سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے جس کو ذہبی نے ميزان الاعتدال (ج ۴،ص ۴۴۹) میں کذاب کہا ہے اور لسان (ج ۶،ص ۳۰۴) میں مسلمة بن قاسم کے بارے میں ہے کہ- هو عندي صالح جائز الحديث- میرے نزدیک صالح ہے اور اس سے روایت حدیث روا ہے۔

اسی طرح اس روایت کی تخریج کی ہے ابن عدی نے از ابن کرام از احمد بن عبداللہ جویباری از فضل بن موسیٰ از محمد بن عمرو از ابوسلمہ از ابوہریرہؓ، حدیث 'اطلبوا العلم ولو بالصين' دیکھیے اللآلی المصنوعه، ج۱،ص ۱۹۳۔

اس سند میں جویباری کذاب ہے، ابن عدی نے کہا کہ یہ ابن کرام کی مرضی کے مطابق حدیثیں وضع کرتا تھا، ابن حبان کہتا ہے کہ 'دجال' ہے۔ اس نے آئمہ (حدیث) سے ایسی ہزاروں حدیثیں روایت کر دیں جو انھوں نے روایت نہیں کیں تھیں۔ ذہبی نے ميزان الاعتدال (ج۱،ص ۱۰۷) میں کہا ہے کہ ''ایسا جھوٹا کہ اس کا جھوٹ ضرب المثل بن گیا۔'' اور المغنی (۳۲۲) میں ہے کہ 'جھوٹ کا پہاڑ ہے'۔ ⇦

ابوالحسن عباس بن عمر بن عباس کلوذانی نے کہ ہم سے بیان کیا عثمان بن احمد دقاق نے کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن ہاشم اور محمد بن غالب بن حرب نے، ان دونوں نے بتایا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن عطیہ نے (ابن الفضل نے بزّاز کے لفظ کا بھی اضافہ کیا ہے) ہم سے بیان کیا ابو عاتکہ نے (ابن الفضل نے طریف بن سلیمان کے الفاظ بھی بڑھائے) بعد ازاں دونوں متفق ہو گئے، انس پر (عباس نے کہا کہ انس سے مراد "انس بن مالک" ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم حاصل کرو، اگر چہ چین میں ہو کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۳

ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبد جبار سکری نے، ہمیں بتلایا یحییٰ بن وصیف خواص نے، ہم کو خبر دی عبداللہ بن حسن صرانی نے، اور ہم کو بتلایا ابو بکر اعین نے [ح] مجھے خبر دی ابوحسن علی بن حمزہ بن احمد مؤذن، بصرہ میں، ہمیں بتلایا ابو بکر احمد بن عبیداللہ نہر دیری نے، ہمیں خبر دی محمد بن یزید راسبی نے ہم کو خبر دی عباس بن ابی طالب نے بغداد میں، ان دونوں نے کہا کہ حسن ابن عطیہ نے از ابو عاتکہ از انس بن مالکؓ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو۔ عباس نے ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا" کیوں کہ طلب

⇦ غرض اس حدیث کی اسانید میں کوئی سند بھی شدید جرح سے خالی نہیں ہے، اسی لیے ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ العجلونی نے کشف الخفاء (ج ۱ ص ۱۳۸) میں کہا ہے کہ حافظ مزّی فرماتے ہیں کہ اس کے کئی طرق ہے جن کے مجموعے سے یہ حدیث حسن کا درجہ حاصل کر سکتی ہے، اور ذہبی نے تلخیص الواھیات میں کہا ہے کہ متعدد کمزور طرق سے مروی ہے جن میں بعض صالح ہیں۔

مگر ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ یہ حدیث حسن کے درجے کو پہنچ گئی ہے اس لیے کہ حدیث ضعیف کے حسن کے درجے کو پہنچنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے راوی میں شدید ضعف نہ ہو، اور یہاں ضعف شدید ہے تو یہ متابعات تقویت کا باعث نہیں بن سکتیں۔

اسی طرح ہم ابن الجوزی کی طرح قطعیت کے طور پر یہ بھی نہیں کہتے کہ "حدیث مختلق اور مکذوب ہے" بلکہ درحقیقت یہ حدیث ضعیف ہے، جس سے وضع کا یقین مندفع ہوتا ہے۔

چونکہ اس حدیث کی عصر حاضر میں زیادہ شہرت ہے اس لیے ہم نے اس پر تفصیل سے گفتگو کر دی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم ہر مسلمان پر فرض ہے''۔ [۱]

۴

ہمیں خبر دی قاضی ابو بکر احمد بن حسن بن احمد دشی نے نیشاپور میں، ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نے، ہم سے بیان کیا ابراہیم بن مرزوق بصری نے مصر میں [ح] اور ہمیں خبر دی ابوعلی حسن بن احمد ابراہیم بن شاذان بزّاز نے، ہمیں بتلایا ابوسہل ابن احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد نے، ہم سے بیان کیا محمد بن یونس نے [ح]، اور ہمیں خبر دی ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد حافظ نے اصفہان میں، ہم سے بیان کیا ابوبکر احمد بن یوسف بن خلاد نے، ہمیں بتلایا محمد بن یونس بن موسیٰ نے، ان دونوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن داؤد خریبی نے عاصم سے روایت کیا۔ اور محمد بن یونس کی حدیث میں ہے کہ ہم سے بیان کیا عاصم بن رجاء حیوۃ نے [ح] اور ہمیں خبر دی

۱۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ناگزیر ہے کہ اس حدیث پر بلحاظ سند جو جرح مذکور ہوئی ہے وہ اس حدیث کے اس فقرے پر ہے کہ علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو۔
لیکن جہاں تک اس حدیث کے دوسرے فقرے کا تعلق ہے کہ - کیوں کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے - تو یہ حدیث بہت سے طرق سے جو حسن کے درجے کو پہنچتے ہیں مستقل بھی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ نے (باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ص ۸۱ رقم ۲۲۴) اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کے الفاظ ہیں
طلب العلم فریضة علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر اهله کمقلد الخنازیر الجوهر واللؤلؤ والذهب۔ (طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو اس کے غیر اہل کے پاس رکھنا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کو جواہر موتی اور سونا پہنا دیا جائے)
علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی نے اپنی سنن کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے کہ (ج ۱ ص ۹۹) کہ الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیوں کہ حفص بن سلیمان ضعیف ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ امام محی الدین نووی سے اس حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اگر چہ معناً صحیح ہے۔
ان کے شاگرد جمال الدین مزی کہتے ہیں کہ یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے جو حسن کے درجے کو پہنچتے ہیں کیوں کہ اس حدیث کی اسناد کے پچاس طریق ہیں، جو میں نے ایک جز میں جمع کر دیے ہیں۔
یہ طرق سخاوی نے اختصار کے ساتھ اپنی کتاب (المقاصد الحسنه، ص ۲۷۵-۲۷۷) میں ذکر کیے ہیں اور ان کا میلان اس حدیث کے حسن ہونے کی جانب ہے۔
بعد ازاں وہ کہتے ہیں کہ بعض مصنفین نے اس حدیث کے آخر میں لفظ ومسلمة بڑھا دیا ہے حالاں کہ یہ لفظ سند کے کسی طریقہ میں مروی نہیں ہے کیوں کہ مسلمة کا مفہوم مسلم میں داخل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوالحسن بن احمد بن عمر مقری نے، ہمیں بتایا محمد بن عبداللہ بن ابراہیم شافعی نے، ہم سے بیان کیا معاذ بن مثنی نے، ہمیں بتایا مسدد نے، ہم سے بیان کیا ابن داؤد نے کہ میں نے عاصم بن رجا بن حیوۃ سے سنا، انھوں نے داؤد بن جمیل سے نقل کیا کہ کثیر بن قیس نے بیان کیا:

میں ابودرداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ اے ابودرداء! میں آپ کے پاس مدینۃ الرسولؐ سے آیا ہوں، ایک حدیث کی خاطر، جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ آپ رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔

ابودرداء نے استفسار کیا: تم کسی اور ضرورت کے لیے تو نہیں آئے؟ اس نے کہا: نہیں۔

ابودرداء نے پوچھا: اور تم تجارت کے لیے بھی نہیں آئے؟ اس نے کہا: نہیں۔

ابودرداء نے پوچھا: یعنی اس حدیث کی طلب کے سوا کوئی اور غرض نہیں تھی؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس پر ابودرداء نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلا اس نے اس سے جنت کا ایک راستہ طے کیا اور فرشتے رضامندی کے ساتھ طالب علم کے سامنے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی برتری جملہ ستاروں پر اور عالم کے لیے مغفرت طلب کرتی ہیں آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات۔ حتیٰ کہ پانی کی تہہ میں موجود مچھلیاں بھی۔ علما انبیا کے وارث ہیں اور انبیا درہم و دینار میراث میں نہیں چھوڑتے بلکہ علم ہی ان کی میراث ہوتا ہے، جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔[1]

یہ الفاظ اصم کی حدیث کے ہیں۔

۱۔ اس حدیث کو نقل کیا ہے، ابوداؤد نے (کتاب العلم، ج ۳، ص ۳۱۷) ترمذی نے (باب فضل العلم علی العبادۃ: ج ۲، ص ۱۱۴) دارمی نے (ج ۱، ص ۹۸) ابن ماجہ نے (ص ۸۱، رقم ۲۲۳) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں (موارد الظمان الیٰ زوائد بن حبان نے ص ۴۸-۴۹) ابن عبد البر نے جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۱، ص ۳۵)۔

ان سب نے اس روایت کو اسی سند سے نقل کیا ہے، عاصم بن رجاء بن حیوۃ از داؤد بن جمیل از کثیر بن قیس ←

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵

یہی حدیث روایت کی عبدالوہاب بن ضحاک عرضی نے اسماعیل بن عیاش حمصی سے، عاصم

⇦ اس حدیث کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبر کہتے ہیں: ''داؤد بن جمیل مجہول ہے کہ نہ وہ خود متعارف ہے اور نہ اس کا باپ، اور اس سے عاصم بن رجاء کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا جب کہ کثیر بن قیس نے ابودرداء اور ابن عمر سے روایت کی ہے اور ان سے سماع بھی حاصل کیا ہے اور اس سے روایت کیا ہے داؤد بن جمیل نے اور ولید بن مرہ نے اور دونوں مشہور نہیں ہیں۔'' لیکن اس حدیث کو 'متابعات' اور 'شواہد' سے تقویت حاصل ہوگئی ہے۔

'متابعات' میں سے ایک وہ ہے جو ابن عبدالبر نے اوزاعی سے اور عبدالسلام بن سلیم از یزید بن سمرہ اور دیگر اہل علم سے از کثیر بن قیس از ابودرداء از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حمزۃ الکنانی نے کہا: ''اوزاعی کے اصحاب میں سے ابن عبدالبر کے سوا اس حدیث کو کسی نے اوزاعی سے روایت نہیں کیا، اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔''

اس حدیث کو ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے از ولید بن مسلم...... یعنی اوزاعی...... از خالد بن یزید، از عثمان بن ایمن، از ابودرداء۔

اوزاعی کی اس سند میں کلام بھی ہوا جس کا ذکر مخل طوالت ہے۔

جو شواہد اس حدیث کے ہم معنی ہیں، ان میں سے ایک حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دنیا کی کلفتوں میں سے مومن کی کوئی کلفت دور کر دی، اللہ تعالیٰ روز قیامت کے مصائب میں سے اس سے ایک مصیبت کو دور فرما دے گا اور جس نے کسی تنگ دست کے لیے کوئی آسانی پیدا کی تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا فرما دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی ستر پوشی کی اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں ہو اور جو کوئی وہ راستہ اختیار کرے جس کا مطلوب علم کا حصول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (جنت) کا راستہ آسان فرما دیں گے اور جو اشخاص اللہ کے گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور اس کا باہمی درس کرتے ہیں اللہ ان پر سکینہ نازل فرما دیتا ہے، رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے' فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اللہ ان کا ذکر اپنے پاس موجود لوگوں میں کرتا ہے اور جس کے عمل نے اسے موخر کر دیا، اس کا نسب اسے مقدم نہیں کر سکتا۔''

اس حدیث کو امام احمد نے نقل کیا ہے (۷۴۲۱) مسلم نے (ج ۸، ص ۷۱) ابن ماجہ (ص ۸۲، رقم ۲۲۵) ابوداؤد نے (ج ۳، ص ۳۱۷) ترمذی نے (ج ۳، ص ۱۰۸)۔

'شواہد' میں سے ایک حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو طلب علم میں نکلا وہ اللہ کے راستے میں ہوگا یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے۔'' ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے (ج ۲، ص ۱۰۸) اور حسن غریب کہا ہے۔ اور حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ ''جو شخص تلاش علم کے راستے پر چلا اللہ نے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیا۔'' (دارمی: ج ۱، ص ۹۹) ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

بن رجاء بن حیوۃ سے ابن داؤد کی روایت کی طرح، ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد عتیقی اور ابومحمد حسن بن علی بن محمد جوھری نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن مظفر حافظ نے ہم سے بیان کیا محمد بن محمد بن سلیمان باغندی نے، ہم سے بیان کیا عبدالوہاب بن ضحاک نے ہمیں بتلایا ابن عیاش نے از عاصم بن رجاء بن حیوۃ از داؤد بن جمیل از کثیر بن قیس:

مدینہ منورہ کا ایک شخص دمشق میں حضرت ابودرداء کے پاس آیا۔ ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا جس کے بارے میں اسے اطلاع ملی تھی کہ ابودرداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ابودرداء نے اس سے کہا کہ تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ ابودرداء نے پوچھا: کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ ابودرداء نے پوچھا: کہ اس حدیث کے سننے کے سوا تو کوئی اور غرض نہیں ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ابودرداء نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو تمھیں بشارت ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

جو شخص طلب علم کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے، ملائکہ اس کی طلب پر خوشنودی کے اظہار کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔[1] اور اللہ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے اور عالم کے لیے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات استغفار کرتی ہیں، یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔ اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی چودھویں کے چاند کو تمام کواکب پر۔ علما انبیا کے وارث ہیں اور انبیا درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ علم کی میراث چھوڑتے ہیں۔

⇦ صفوان بن عسال کی حدیث آگے آرہی ہے (ج ۷، ص ۷۹) وہ بھی مذکورہ بالا حدیث کی 'شاہد' ہے۔

۱۔ فرشتے اپنے 'پر رکھ دیتے ہیں' یا 'بچھا دیتے ہیں' یہ الفاظ یا تو حقیقی معنی میں ہیں کہ فرشتے طالب علم کے راستے میں اپنے پر بچھاتے ہیں اور اس طرح اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور مجازی معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ فرشتے طالبان علم کے لیے تواضع اختیار کرتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ جیسا کہ والدین کے بارے میں قرآن میں ہے کہ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة (بنی اسرائیل: ۲۴) اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶

غسان بن ربیع کوفی نے از ابن عیاش اس سند کے برخلاف سند بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابومحمد عبداللہ بن ابی بکر شاذان، ابوعبداللہ محمد عبدالواحد بن محمد جعفر اور ابوالقاسم علی بن محسن تنوخی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے قاضی ابوعبداللہ حسین بن احمد بن فہد موصلی نے بیان کیا، ہم سے ذکر کیا ابویعلی احمد بن علی بن مثنیٰ نے، کہ ہم سے بیان کیا غسان بن ربیع نے از اسماعیل بن عیاش از عاصم بن رجاء بن حیوۃ از جمیل بن قیس بہ[1]

''ایک شخص مدینہ منورہ سے حضرت ابودرداء کے پاس آیا، ان سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا، تو ابودرداء نے کہا کہ تم کسی ضرورت سے تو نہیں آئے ہو اور کوئی تجارتی غرض تو نہیں ہے؟............ بعدازاں اسی طرح حدیث بیان کی''۔

۷

ہمیں بتایا ابوبکر بن احمد طلحہ بن احمد بن ہارون واعظ نے اور ابوعمرو عثمان بن یوسف علاف نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن عبداللہ شافعی نے ہمیں بتایا یعقوب بن یوسف قزوینی نے، ہم سے بیان کیا محمد بن سعید بن سابق نے، ہم سے بیان کیا ابوجعفر رازی نے از عاصم بن ابی النجود از زر بن حبیش، کہتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال مرادی کے پاس آیا، انھوں نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا برائے تلاش علم، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلا فرشتوں نے اس کے اس عمل سے خوش ہو کر اپنے پر بچھا دیے۔[2]

۱۔ غسان بن ربیع نے سند میں جو اختلاف کیا ہے وہ مقام یہ ہے کہ اس نے 'جمیل بن قیس' راوی کا نام لیا ہے حالانکہ صحیح نام 'داؤد بن جمیل از کثیر بن قیس' ہے۔ جیسا کہ خطیب پہلے یہ سند ذکر کر چکے ہیں اور ترمذی نے بھی اس پر متنبہ کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو حمیدی نے مسند میں (طبع ہند، ۸۸۱) احمد نے (ج ۴، ص ۲۴۰) دارمی نے (ج ۱، ص ۱۰۱) ابن ماجہ نے (ص ۸۲، رقم ۲۲۶) ابن حبان نے موارد الظمآن میں (ص ۴۸) حاکم نے مستدرک میں (ج ۱، ص ۱۰۰) ابن عبدالبر نے جامع البیان العلم (ج ۱، ص ۳۲) میں روایت کیا ہے اور آخری تین نے صحیح کہا ہے۔ ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

۸

ہمیں خبر دی حسین علی بن محمد طلحہ واعظ نے اصبہان میں، ہم سے بیان کیا سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی نے کہ میں نے ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ ساجی سے سنا، انھوں نے کہا کہ ہم بصرے کی ایک گلی سے گزر کر کسی محدث کے یہاں جا رہے تھے اور جلدی جلدی چل رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک بدعقیدہ مسخرہ بھی چل رہا تھا۔ اس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: ''فرشتوں کے پروں سے اپنے

⇦ اس حدیث کا بقیہ حصہ بھی ہے اور اسے مکمل صورت میں احمد اور حمیدی نے نقل کیا ہے۔ مسند حمیدی کے الفاظ یہ ہیں: ''میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہوں' بعد بول و براز مسح علی الخفین کے بارے میں میرے دل میں اشتباہ سا ہے، میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے، انھوں نے فرمایا کہ جی ہاں'' ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم سفر میں ہوں یا مسافر ہوں تو ہم اپنے خف نہ اتاریں تین دن اور تین رات ماسوا جنابت کے، لیکن بول و براز یا سونے سے نہیں۔''

میں نے کہا کہ آپ نے ھوی کے بارے میں بھی کچھ سنا؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! جب ہم آپؐ کے ساتھ چل رہے تھے، ایک اعرابی نے بلند آواز سے پکارا ''یا محمدؐ'' آپ نے بھی اسی طرح بلند آواز سے فرمایا ''ہا ں۔'' ہم نے اس اعرابی سے کہا کہ اپنی آواز پست کرو کہ تمھیں اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں میں اپنی آواز پست نہیں کروں گا، اور اس نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص کچھ لوگوں سے محبت کرے مگر ان میں آ کر مل نہ سکے، آپؐ نے فرمایا کہ ''انسان انھی کے ساتھ ہے جن سے اسے محبت ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیان کرتے رہے اور فرمایا مغرب کی سمت ایک باب ہے جس کی چوڑائی کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت ہی اسے توبہ کے لیے کھول دیا اور اسے بند نہیں کرے گا یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔''

اس حدیث پر دو طرح کا طعن ہے۔ ایک یہ کہ اس کی سند کا مدار عاصم بن ابی النجود ہیں اور یہ ایسے راوی ہیں جن کی روایت بخاری اور مسلم نے اس وقت لی ہے جب ان کے ساتھ کوئی اور راوی بھی ہو اور اصلاً اور انفراداً ان کی روایت نہیں لی ہے۔ احمد اور ابوزرعہ نے ثقہ کہا ہے، یعقوب بن سفیان نے کہا کہ ثقہ ہے لیکن اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔ المیزان میں ہے کہ 'حسن الحدیث' ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے اس حدیث کی متابعت میں ''شہود ثقات'' موجود ہے جیسا کہ حاکم نے ذکر کیا ہے اور انھوں نے اس حدیث کو عارم از صعق بن حزن از علی بن حکم از منہال بن عمرو از زر بن حبیش ذکر کی ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کے راویوں میں اختلاف ہے کسی نے اسے مرفوع قرار دیا ہے اور کسی نے صفوان پر موقوف کیا ہے۔ ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیر اٹھالو کہیں ٹوٹ نہ جائیں۔" ابھی اس نے یہ کہا ہی تھا کہ اس کے پیر سوکھ گئے اور وہ گر پڑا۔

۹

ہمیں خبر دی ابوالحسین علی بن قاسم بن حسن شاہد نے، بصرے میں ہم سے بیان کیا ابوروق البرانی نے، ہم سے بیان کیا عبیداللہ بن جہم انماطی نے بصرے میں ۲۴۹ھ میں، ہمیں بتایا حمزہ بن ربیعہ نے از ابومطیع معاویہ بن یحییٰ کہ انھوں نے کہا کہ اللہ نے داؤد پر وحی کی "دو جوتے لوہے کے پہن لو، لوہے کا عصا لے لو اور طلب علم کے لیے نکل جاؤ یہاں تک کہ عصا ٹوٹ جائے اور جوتوں میں سوراخ ہو جائیں۔"[۱]

۱۰

ہمیں بتایا علی بن احمد بن عمر مقری نے بطریق اجازت، اور اسی کو بیان کیا ہم سے حسن بن محمد بن خلال نے انھی سے بطریق قراءت، ہم سے بیان کیا ابراہیم بن احمد بن حسن قرمیسینی نے،

⇦ اس کا جواب یہ ہے کہ "رفع حدیث ثقاہت راویوں سے ثابت ہے، ان کا یہ اضافہ قابل قبول ہے اور اس حدیث کو مرفوع قرار دیا جائے گا۔

غرض حدیث پر اعتراض نہیں ہے اور یہ حدیث صحیح کے درجہ کی ہے۔ اور اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ خود ترمذی نے اس حدیث کو مسح علی الخفین (ج ۱ص ۲۱) میں انھی الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بخاری نے یہ حدیث عارم سے روایت کی ہے۔

ابوعمر بن عبدالبر حافظ مغرب نے فرمایا کہ "صفوان بن عسال کی اس حدیث کو کچھ حضرات نے عاصم سے موقوف کیا ہے اور بعض نے مرفوع قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ حدیث صحیح، حسن، ثابت، محفوظ اور مرفوع ہے کہ اس جیسی حدیث کا مبنیٰ رائے نہیں ہوسکتا"۔

۱۔ خطیب نے اس کو وحی الٰہی قرار دیا، مگر دارمی نے باب الرحلۃ فی طلب الحدیث ص ۱۴۰ میں عبداللہ بن عبدالرحمان قشیری سے نقل کیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ طالب علم سے کہو کہ لوہے کے دو جوتے اور لوہے کا عصا لے اور (علم طلب کرے) یہاں تک کہ عصا ٹوٹ جائے اور جوتوں میں سوراخ ہو جائے۔ ان دو روایتوں میں بہر حال اختلاف ہے۔ مگر تطبیق یوں ممکن ہے کہ پہلے اللہ نے ان کو وحی کی ہو۔ بعد میں انھوں نے خود بھی لوگوں سے کہا ہو۔ واللہ اعلم (واسطی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہمیں بتایا احمد بن محمد بن حسن بن ابی حمزہ نے، ہم سے بیان کیا محمد بن وزیر واسطی نے کہ میں نے یزید بن ہارون سے سنا کہ انھوں نے حماد بن زید سے کہا "ابو اسماعیل کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اصحاب حدیث کے بارے میں ذکر کیا ہے؟" انھوں نے کہا "جی ہاں کیا آپ نے نہیں سنا، اللہ سبحانہ کا یہ فرمان ہے۔

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبۃ۹: ۱۲۲) پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔

یہ آیت ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو حدیث اور فقہ کی طلب میں جائے اور واپس آ کر اپنے لوگوں کو یہ علم سکھلائے۔[۱]

۱۱

ہمیں ابو القاسم ازھری اور حسن بن محمد خلال نے خبر دی کہ ہم سے محمد بن عباس خزاز نے بیان کیا، ہم سے عبداللہ بن ابی داؤد نے بیان کیا، ہم سے جعفر بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ہم سے عبداللہ بن عمر نے، ہمیں ولید بن بکیر نے عمر بن نافع سے، اور انھوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس کی روایت سے فرمانِ الٰہی: السائحون (التوبۃ۹: ۱۱۴) کے بارے میں بتایا کہ اس سے طالبانِ حدیث مراد ہیں۔[۲]

۱۔ حماد یہ ابن زید بن درہم بصری ہیں یہ امام اور حافظ اور مجود اور شیخ عراق ہیں اور بصرہ کے فقیہ ہیں ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ اہل دین میں آئمہ مسلمین میں سے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲۲۸، ۲۲۹) یہ تفسیر بھی عمدہ ہے اور مفسرین نے دوسرا قول بھی نقل کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۰، ۴۰۱)

۲۔ عکرمہ تابعی عالم ہیں، علمِ عباس کے حامل تھے، بالخصوص علم تفسیر، مفسرین ان سے کثرت سے اقوال نقل کرتے ہیں۔ متعدد مفسرین نے السائحون کے معنی الصائمون (روزے دار) بیان کیے ہیں۔ جب کہ عکرمہ کی تفسیر آیت کے ظاہری مفہوم پر مبنی ہے کہ مقصود سیاحت برائے عبادت ہے جیسے جہاد، طلب علم قرآن اور حدیث۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۲، ص ۳۹۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۲

ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عمر مقری نے بطریق قراءت ہمیں خبر دی اسماعیل بن علی خطی نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہ میں نے اپنے والدؒ سے پوچھا کہ طالبان علم کون ہیں، وہ جو ایک ہی عالم کے پاس رہ کر علم حاصل کرتے رہیں اور اسے قلم بند کرتے رہیں، یا وہ جو مختلف مقامات پر جا کر علم حاصل کریں۔ انھوں نے فرمایا:

وہ جو سفر کر کے اہل کوفہ، اہل بصرہ، اہل مدینہ اور اہل مکہ سے علم حاصل کرے اور لوگوں سے حصول علم کے لیے ملاقات کرے۔

۱۳

ہمیں خبر دی ابوالقاسم رضوان بن محمد بن حسن دینوری نے، ہم سے بیان کیا ابوعلی احمد بن عبداللہ اصبہانی نے کہ میں نے ابوعبداللہ عمر بن محمد بن اسحاق عطار سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے سنا کہ انھوں نے فرمایا:

''عالی سند کی طلب دین کا حصہ ہے۔''

۱۴

ہمیں خبر دی ابونعیم حافظ نے، ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ ضبی نے اپنی کتاب میں، ہم سے بیان کیا، ابوعمر عبدالواحد بن احمد بن محمد بن عمر قرشی نے، ہم سے بیان کیا ہمارے والد نے، ہم سے بیان کیا جعفر طیالسی نے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا:

چار افراد میں کوئی دانائی نہیں ہوتی، دربان، قاضی کا منادی، محدث کا بیٹا، اور وہ شخص جو اپنے ہی شہر میں حدیث لکھتا ہے اور طلب حدیث کے لیے سفر نہ کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۵

ہمیں خبر دی محمد بن ابی قاسم ازرق نے، ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن نقاش نے کہ مرو میں محمد بن عصام نے ان سے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن محمد بن حاتم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ ابراہیم بن ادہم نے کہا:

اصحاب حدیث کے سفر علمی کی بنا پر اللہ تعالیٰ اس امت سے مصیبت اٹھا لیتا ہے۔[۱]

۱۶

ہمیں خبر دی ابومنصور احمد بن حسین بن عمر بن محمد سکری نے، ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے 'بطریق املا' ہم سے بیان کیا علی بن محمد بن احمد نے، ہمیں بتایا حسن بن علی بن یاسر نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر بن ابی عتاب اعین نے، ہم سے بیان کیا زکریا بن عدی نے کہ انھوں نے کہا:

میں نے خواب میں ابن المبارک کو دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا، تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ نے میرے سفر طلب حدیث کی وجہ سے میری مغفرت فرما دی۔

۱۷

ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل قطان نے، ہمیں بتایا عبداللہ بن جعفر درستویہ نحوی نے ہم

۱۔ یہ آثار وغیرہ طلب حدیث کے لیے سفر علمی اختیار کرنے کے سلسلے میں واضح ہیں اور اس کے علاوہ بھی متعدد اقوال موجود ہیں جو بطور استشہاد علما نے اپنی کتابوں میں بیان کیے ہیں اور ان سے طلب حدیث کے لیے علمی اسفار پر استدلال کیا ہے۔ دیکھیے علوم الحدیث، ابن الصلاح، ص ۲۲۲، ۲۲۳۔ بہ تحقیق۔ شرح العراق للالفیتہ، ج ۳، ص ۸٦ فتح المغیث، للسخاوی ج ۲، ص ۳۱۵۔ تدریب الراوی، ص ۳۴٦۔

دور جدید کے بعض دانشور جنھوں نے علم حدیث کے حصول کی کوئی باقاعدہ کوشش تک نہیں کی چہ جائے کہ وہ اس کے حصول کے لیے علمی سفر کرتے وہ ان جلیل القدر محدثین کی شان میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اور 'حدیث اور محدثین' کا نام لے کر بڑے اکابر محدثین کی گراں قدر خدمات کو بے وزن بنانے کی سعی کرتے ہیں اور حامیانِ حجیت حدیث کو برا بھلا کہتے ہیں۔

سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے، مجھ سے بیان کیا فضل بن زیاد نے، وہ کہتے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

ابن المبارک کے عہد میں کوئی ان سے زیادہ جویائے علم نہ تھا، انھوں نے یمن، مصر، شام، بصرہ اور کوفہ کے علمی سفر کیے، وہ علم کے بیان کرنے والے صاحب علم تھے۔ انھوں نے تمام بڑے اور چھوٹے (محدثین) سے (احادیث) تحریر کیں اور ان کے پاس ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔[1]

۱۸

یعقوب کہتے ہیں کہ مجھ سے فضل نے بیان کیا کہ امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا: احادیث آپ کی رائے میں کس سے نقل کی جائیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ''احمد بن یوسف کے پاس جاؤ وہ شیخ الاسلام ہیں۔

۱۹

ہمیں ابن الفضل نے خبر دی، ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب نے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابوبکر بن عبدالملک نے، ہم سے بیان کیا عبدالرزاق نے، ہم سے بیان کیا معمر نے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے ایوب نے کہا:

اگر تم کسی کے پاس سفر کر کے جاؤ تو ابن طاؤس کے پاس جاؤ ورنہ اپنی تجارت میں لگے رہو۔

۲۰

ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رزق بزّاز نے، ہمیں بتایا اسماعیل بن علی

۱۔ ابن مبارک جیسی عظیم شخصیات ہر اسلامی دور میں بکثرت رہی ہیں، جنھوں نے طلب حدیث کے لیے سفر کیے، تمام اقطار عالم میں جا جا کر حدیث کی تنقیح و تفتیش کی اور جو حدیث و سنت کے محافظ بنے رہے۔ مثلاً اسحاق بن راھویہؒ۔ احمد بن حنبلؒ۔ علی بن مدینیؒ۔ یحییٰ بن معینؒ، اور دیگر مشہور محدثین جن کے حدیث کے گراں قدر ذخیرے موجود ہیں۔ اللہ انھیں ان کی کاوشوں کا ثمر دے اور حفاظت سنت نبوی کا اپنی بارگاہ خاص سے صلہ عطا فرمائے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الختلی، ابو علی بن صواف اور احمد بن جعفر بن حمدان نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ ہم سے بیان کیا عبدالصمد نے، ہم سے بیان کیا عاصم بن بہدلہ نے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا زر بن حبیش نے، وہ کہتے ہیں:

میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت اُبی بن کعب سے اور اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے ایک وفد کے ساتھ گیا۔

۲۱

ہم سے ابن الفضل نے بیان کیا کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن ابراہیم نے از ابوقطن از ابوخلدہ از ابو العالیہ کہ انھوں نے کہا:

ہم بصرہ اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی روایات سنتے مگر اس پر اکتفا نہ کرتے بلکہ خود ان کے پاس پہنچتے اور براہ راست ان سے سنتے۔[۱]

۲۲

ہمیں ابوسعید محمد بن موسیٰ بن الفضل ابن شاذان صیرفی نے نیشاپور میں خبر دی کہ ہمیں ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے بتایا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسحاق صنعانی نے، ہم سے بیان کیا ابونوح قراد نے، ہمیں بتایا ابوجعفر رازی نے از ربیع ابن انس از ابو العالیہ کہ انھوں نے کہا:

میں کئی کئی روز کی مسافت پر کسی صاحب سے کوئی روایت سننے کے لیے جاتا، پہلے میں اس کی نماز کی جستجو کرتا۔ اگر وہ صاحب نماز کے پابند ہوتے تو میں نماز پڑھ کر ان سے حدیث سنتا۔ لیکن اگر میں دیکھتا کہ وہ نماز کا اہتمام نہیں کرتے تو میں بغیر سنے واپس آ جاتا اور کہتا کہ وہ حدیث کس درجے کی ہوگی جس کا سنانے والا نماز کی پابندی نہیں کرتا۔

۱۔ اس روایت کو خطیب نے الکفایہ میں بھی نقل کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۳

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن حسین بن اسماعیل محاملی اور حسن بن ابی بکر بن شاذان نے، وہ دونوں کہتے ہیں کہ بتایا محمد بن احمد بن مالک اسکافی نے، ہم سے بیان کیا ابوالاحوص محمد بن ہیثم قاضی نے، ہم سے بیان کیا ابوسعید جعفی نے، ہم سے بیان کیا وکیع نے، وہ کہتے ہیں:

مجھے ابن عون کا اشتیاق تھا اور میں انھیں خواب میں دیکھا کرتا تھا، اس وقت میں اعمش کے پاس جایا کرتا تھا، جب اعمش کا انتقال ہو گیا تو میں نے سفر کیا اور ابن عون سے حدیث سننے گیا۔

۲۴

ہمیں خبر دی ابن فضل نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے انھوں نے کہا کہ مجھ سے فضل بن زیاد نے بیان کیا:

میں نے ابوعبداللہ[۱] کو کہتے ہوئے سنا ہے:

تم معمر کا موازنہ جس (محدث) سے بھی کرو گے انھیں بلند مرتبہ ہی پاؤ گے۔ انھوں نے طلب حدیث کے لیے یمن کا سفر کیا اور وہ سب سے زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ ابوجعفر نے پوچھا: اور شام بھی؟ انھوں نے کہا: نہیں جزیرہ۔

۲۵

ہمیں خبر دی ابوعمر عبدالواحد بن محمد بن عبداللہ بن مہدی بزّاز نے، بتایا ابوعبداللہ محمد بن مخلد عطار نے، ہم سے بیان کیا احمد بن منصور بن راشد نے، ہم سے بیان کیا علی بن حسن نے، ہمیں بتایا ابوحمزہ نے از اعمش اور از ابوالضحیٰ از مسروق، انھوں نے کہا کہ عبداللہ نے کہا:

۱۔ امام احمد بن حنبل مراد ہیں، تذکرہ، ص: ۱۹۰۔ التہذیب، ج: ۱۰، ص: ۲۴۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

قسم بہ خدا جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ستر اور کچھ سورتیں سنیں، اگر مجھے علم ہوتا کہ کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی ہے اور سواری مجھے اس تک پہنچا سکتی ہے تو میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔

۲۶

ہمیں بتایا ابن فضل نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب نے، ہم سے ابن نمیر نے، ہم سے بیان کیا یحیٰی بن عیسیٰ نے، از سفیان، از اعمش، از مسلم، از مسروق، انھوں نے کہا کہ عُبداللہ نے کہا:

قرآن کی ہر آیت کے نزول کے واقعے سے میں واقف ہوں، اگر مجھے علم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ عالم ہے اور اس تک اونٹ اور سواریاں پہنچا سکتی ہیں تو میں اس کے پاس ضرور پہنچتا۔[۲]

۲۷

ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن حنانی نے، بتایا علی بن محمد بن زبیر کوفی نے، ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن عفان نے، ہم سے بیان کیا جعفر بن عون نے، ہم سے بیان کیا عیسیٰ بن حناط نے از شعبی کہ انھوں نے کہا:

اگر کوئی شخص شام کے ایک کونے سے یمن کے آخری کنارے تک سفر کرے اور ایک کلمہ (حدیث) سن کر محفوظ کر لے جو اسے مستقبل عمر میں فائدہ دے تو میری رائے میں اس کا سفر ضائع نہیں ہوا۔

۲۔ ان ہر دو روایات میں عبداللہ سے عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہیں۔ اور یہ دونوں حدیثیں بخاری و مسلم کی ہیں۔ بخاری نے فضائل القرآن (باب القرا من اصحاب النبیؐ ج ۶، ص ۱۸۶-۱۸۷) میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور مسلم نے فضائل (ج ۷، ص ۱۴۸) میں ذکر کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۸

مجھے سنایا ابوعلی حسن بن علی بن محمد وخشی [حافظ] نے اصفہان میں انھوں نے کہا کہ مجھے سنایا ابوالفضل محمد عباس بن محمد خراسانی نے ع

میں نے حصول علم کے لیے بڑی سعی کی، کیوں کہ دنیا میں انسان کی زینت احادیث ہی ہیں۔ یہ علم وہی حاصل کرتا ہے جو باہمت اور اولوالعزم ہو اور اس کے حصول سے وہی گھبراتا ہے جو کم ہمت ہو۔ مال ودولت پر نہ اتراؤ کہ اس کو تو چھوڑ جانا ہے اور دنیا کی ہر دولت آنے والوں کے لیے ترکہ بن جانے والی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا حصولِ علم کے لیے سفر

۲۹

ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن محمد بن غالب خوارزمی برقانی نے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابوالعباس بن حمدان کے سامنے قراءت کی، ہم سے بیان کیا محمد بن نعیم بن عبداللہ نے، ہم سے بیان کیا اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے، بتایا سفیان بن عیینہ نے، از عمر بن دینار کہ انھوں نے سعید بن جبیر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف البکالی کہتا ہے کہ موسیٰ، خضر کے رفیق نہیں بنے تھے۔ بلکہ وہ ایک اور موسیٰ تھے اس پر ابن عباسؓ نے کہا: ''دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے''۔[۱]

۱۔ نوف بکالی تابعی، دمشق کے ایک فاضل عالم اور اسرائیلیات کے ماہر۔ چونکہ ان کا یہ قول غلط تھا اس لیے ابن عباسؓ نے ناراض ہو کر یہ الفاظ کہے، اور ان کے دین پر تہمت مقصود نہیں ہے۔ کیوں کہ احادیث اور آثار میں کذب (جھوٹ) کا لفظ غلط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابی بن کعب نے از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
''موسیٰ بنی اسرائیل سے خطاب فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا کہ کون شخص سب سے زیادہ عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کہ انھوں نے علم کی نسبت اللہ سبحانہ کی طرف نہیں کی، اور فرمایا کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے۔[۱] موسیٰ نے کہا: اے رب! اس کی کیا صورت ہو؟ کہا: کہ ایک زنبیل میں مچھلی رکھ لو جہاں وہ کھوئی جائے، وہ وہیں ملے گا۔[۲]
موسیٰ نے مچھلی لے کر ایک زنبیل میں رکھ لی اور روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ یوشعؑ بن نون بھی تھے۔ چٹان پر آ کر سو گئے، مچھلی زنبیل میں سے اچھلتی ہوئی سمندر میں گر گئی۔ اللہ نے پانی کو مچھلی سے طاق کی طرح روک دیا۔[۳] موسیٰ آگے گزر گئے کیوں کہ جب وہ بیدار ہوئے تو یوشعؑ انھیں مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گئے، اور [بعد میں] ان سے کہا کہ ''میں مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گیا اور مجھے شیطان نے بھلا دیا۔'' جب اگلی صبح ہوئی تو موسیٰ نے ان سے کہا: ''ہمارا ناشتہ لاؤ ہم اس سفر سے بہت تھک گئے ہیں۔''
یہ تکان اسی وقت ہوئی جب وہ اس مقام سے گزر گئے جہاں کا اللہ نے حکم دیا تھا۔
موسیٰ نے کہا: اسی کی تو ہمیں تلاش تھی۔ وہ دونوں اپنے نقش قدم پر پھر واپس ہوئے اور اس چٹان پر آ گئے جہاں مچھلی کی سرنگ سی بن گئی تھی جس پر وہ متعجب ہوئے۔ دیکھا کہ ایک صاحب چادر اوڑھے سو رہے ہیں۔ موسیٰ نے انھیں سلام کیا۔ خضر بولے: اس سر زمین میں یہ سلام کی آواز کہاں سے آئی۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ میں موسیٰؑ بنی اسرائیل

۱۔ یعنی بعض امور میں، جیسا کہ آگے حدیث میں آ رہا ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا کہ ''آپ کو خدا نے وہ علم دیا ہے جو مجھے نہیں معلوم اور مجھے وہ علم سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے۔''
۲۔ یعنی جس جگہ مچھلی پانی میں اتر جائے وہی خضر سے ملاقات کا مقام ہے۔
۳۔ مچھلی پانی میں کودی تو پانی چاروں طرف سے رک گیا اور ایک طاق سا بن گیا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت ہے کہ: ''مچھلی گر گئی اور پانی چاروں جانب سے نہیں ملا اور ایک طاق سا بن گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم سکھلا دیں جو خدا نے آپ کو سکھایا ہے۔
خضر نے کہا کہ آپ کو اللہ نے ایسا علم سکھلایا ہے جو میں نہیں جانتا اور مجھے اللہ نے وہ علم دیا ہے جو تم نہیں جانتے۔ موسیٰ نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا تا کہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔

خضر نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آخر آپ اس پر صبر بھی کیسے کر سکتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔

خضر نے کہا کہ اچھا آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں، جب تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر نہ کروں۔ کچھ ساحل کے ساتھ ساتھ دونوں آگے چلے تو خضر کو کسی نے پہچان لیا اور بلا اجرت کشتی میں سوار کر لیا۔ معاً خضر کشتی کا تختہ اکھاڑنے لگے۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے اس کشتی میں شگاف ڈال دیا تا کہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی۔

خضر بولے کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔

موسیٰ بولے: بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے۔

پہلی مرتبہ حضرت موسیٰؑ بھول کر پوچھ بیٹھے تھے۔ راوی نے کہا کہ اسی اثنا میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے پانی میں چونچ ڈالی تو خضر نے موسیٰ سے کہا: میرا اور تمھارا علم خدا کے علم کی بہ نسبت اتنا بھی نہیں جتنا اس چڑیا نے اپنی چونچ میں دریا سے پانی لیا ہے۔ دریا سے باہر آئے تو خضر نے ایک لڑکے کو کھیلتے ہوئے دیکھا، اسے پکڑ کے اس کا سر اڑا دیا۔

موسیٰ بولے: ”آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا، یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا۔''

خضر نے کہا: کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔

موسیٰؑ نے کہا: ''اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں، لیجیے، اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا۔''

پھر وہ دونوں آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر انھوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا، وہاں انھوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ خضر نے اس کو پھر سے استوار کر دیا۔

موسیٰ بولے: ''اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اُجرت لے سکتے تھے۔''

خضر بولے: ''بس میرا تمھارا ساتھ ختم ہوا، اب تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔''

بعد ازاں راوی نے ان واقعات کے بارے میں قرآنی تاویل ذکر کی۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر حضرت موسیٰ صبر کر لیتے تو ہمیں ان دونوں کے بارے میں مزید واقعات معلوم ہوتے۔'' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''واقعے میں غلام سے مراد کافر غلام ہے۔

---

[1] واقعات کے پس پردہ اسرار منکشف کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:
''اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں، کیوں کہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ رہا وہ لڑکا تو اس کے والدین مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا، اس لیے ہم نے چاہا کہ اس کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق سے بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو، اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں، اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا، اس لیے تمھارے رب نے چاہا کہ یہ بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ تمھارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا، میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نیز انھوں نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ آگے جو بادشاہ تھا وہ ہر صحیح وسالم کشتی پر قبضہ کر لیتا تھا۔[۱]

۳۰

مجھے خبر دی ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ نجار نے، ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن محمد بن شداد مطر نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے، ہم سے بیان کیا ابوالربیع زہرانی نے، ہم سے بیان کیا یعقوب قمی نے، ہم سے بیان کیا ہارون بن عنترہ نے از والد خود،[۲] از ابن عباسؓ کہ انھوں نے ذکر کیا:

موسیٰ نے اپنے رب سے استفسار کیا: ''اے رب! آپ کا کون سا بندہ آپ کو زیادہ محبوب ہے؟'' اللہ سبحانہ نے فرمایا: ''جو مجھے یاد رکھتا ہے اور فراموش نہیں کرتا۔'' موسیٰ نے استفسار کیا کہ ''اے میرے رب آپ کا کون سا بندہ زیادہ عالم ہے؟'' اللہ سبحانہ نے فرمایا: ''جو علم کا متلاشی ہو کہ اسے کوئی کلمہ مل جائے جو اس کے لیے وسیلۂ ہدایت اور تباہی سے بچنے کا ذریعہ بن جائے۔''

موسیٰ نے پوچھا ''اے رب! آپ کا کون سا بندہ زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا ہے؟''

حق سبحانہ نے فرمایا: ''وہ خضر ہیں۔''

۱۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے، بخاری نے کتاب العلم میں کئی ابواب میں ذکر کی ہے۔ اسی طرح الاجارہ، الشروط، بدء الخلق، الانبیاء التفسیر، الایمان، النذور اور التوحید میں بھی بیان کی ہے۔ مسلم نے الفضائل (ج ۷، ص ۱۰۳، ۱۰۸) اور ترمذی نے سورۃ الکہف کی تفسیر میں ذکر کی ہے۔

۲۔ عبید بن حمید نے بھی اپنی مسند میں ہارون بن عنترہ از والد خود کی سند سے حدیث ذکر کی ہے، جیسا کہ فتح الباری (ج:۸، ص:۲۸۸) میں ہے۔ ہارون بن عنترہ کو احمد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ اور حافظ (ابن حجر) نے کہا ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے (لابأس بہ)۔ ابن حبان کہتے ہیں: ان کی روایت قابل احتجاج نہیں ہے کیوں کہ وہ حد درجہ منکر الحدیث ہیں، دیکھیے میزان الاعتدال، ج ۴ ص ۲۸۴، لیکن حافظ ابن حجر کی رائے درست ہے جیسا کہ ہم نے (المغنی فی الضعفاء، ۶۷۰۰) کے حاشیے میں ذکر کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

موسیٰ نے پوچھا کہ میں انھیں کہاں تلاش کروں؟

اللہ سبحانہ نے فرمایا: ''ساحل کے قریب چٹان کے پاس، جہاں مچھلی گر جائے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ ان کی تلاش میں روانہ ہوئے اور چٹان کے پاس پہنچ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں۔

انھوں نے کہا: ''آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے''

موسیٰ نے کہا: ''کیوں نہیں؟''

خضر نے کہا: ''اگر تم ساتھ رہو تو مجھ سے کسی بات کے بارے میں نہ پوچھنا، جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔''

اب وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اس شخص نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔

موسیٰ نے کہا: ''آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے سخت حرکت کر ڈالی۔''

خضر نے کہا: ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟''

موسیٰ نے کہا: ''بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے میرے معاملے میں آپ زیادہ سختی سے کام نہ لیں۔''

پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: ''آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالاں کہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا۔''

خضر بولے: ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔''

موسیٰ نے کہا: ''اس کے بعد میں اگر آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ لیجیے، اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا۔''

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر

انھوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں انھوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اس شخص نے اس دیوار کو پھر قائم کر دیا۔

موسیٰ نے کہا: ''اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے۔''

خضر نے کہا: ''بس میرا تمھارا ساتھ ختم ہوا، اب میں تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔''

بعد ازاں خضر نے موسیٰ کو ان واقعات کے رموز بتائے، پھر ان کو لے کر 'مجمع البحرین' تک آئے تو کہا:

''اے موسیٰ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟'' موسیٰ نے جواب دیا ''نہیں۔''

خضر نے کہا: ''یہ مجمع البحرین ہے، زمین پر اس سے زیادہ پانی کہیں نہیں ہے۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک چڑیا کو بھیجا جو چونچ ڈال کر پانی پینے لگی۔ خضر نے پوچھا: ''اے موسیٰ اس چڑیا نے پانی پی کر کس قدر پانی کم کر دیا''؟

موسیٰ نے کہا: ''بے حد معمولی مقدار۔'' خضر نے کہا کہ میرا اور تمھارا علم اللہ کے علم کے سامنے ایسا ہی ہے جیسے اس چڑیا نے چونچ میں پانی لیا۔[1]

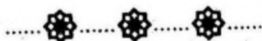
حضرت موسیٰ کے دل میں یہ خیال آیا یا انھوں نے یہ بات کہی کہ ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہے اس پر اللہ سبحانہ نے انھیں کہا کہ وہ خضر کے پاس جائیں۔

بعض علما نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ نے جو صعوبت برداشت کی، اور جس طرح سفر میں صبر اختیار کیا اور حضرت خضر کے سامنے جس طرح تواضع اور خشوع اختیار کیا، حالاں کہ آپ اللہ کے برگزیدہ نبی تھے، ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ علم کی قدر و منزلت بہت بلند ہے اور اہل علم کا مقام بے حد رفیع ہے۔ ان کے سامنے تواضع اختیار کی جائے اور حسن تواضع کے ساتھ ان سے علم حاصل کیا جائے۔ اگر کسی مخلوق کا یہ مقام ہوتا کہ وہ علم کے سامنے تواضع اختیار نہ کرے اور اس قدر بلند مرتبہ ہو کہ تواضع اور خشیت کی ضرورت نہ ہو تو وہ حضرت موسیٰ ہوتے۔

۱۔ یہ صرف سمجھانے کے لیے فرمایا ہے ورنہ حقیقت میں بندے اور خدا کے علم میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ (واسطی)

جب حضرت موسیٰ نے حصول علم کے لیے اس قدر سعی کی، اس قدر زحمت برداشت کی اور وطن سے دور ہو کر استفادہ کیا۔ انھوں نے علم کی جانب اپنا اشتیاق اور وفور احتیاج ظاہر کیا تو مخلوقات میں اور کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا جو تکبر کرے اور علم کے سامنے تواضع اور انکساری کا رویہ اختیار نہ کرے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہؓ نے حصول علم کے لیے سفر کیا اور دور دراز کے علاقوں میں سنت نبویؐ معلوم کرنے کے لیے گئے، اسی طرح بہت سے تابعین نے بھی حصول علم کے لیے سفر کیا، جن کے کچھ حالات ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔



۱۔ اس حدیث میں متعدد فوائد اور بے شمار حکمتیں پنہاں ہیں، جن میں سے ہم بعض کا ذکر کرتے ہیں۔
(۱) طلب علم کی خاطر سفر کرنا، حصول علم کے لیے مشقتیں برداشت کرنا بلکہ علم میں اضافے کے لیے بھی اس طرح سفر کرنا۔
(۲) ہر حال میں تواضع اور انکساری کا رویہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے تواضع اور انکساری اختیار کی اور حصول علم کے لیے سفر کیا تاکہ اپنی قوم کو تعلیم دے سکیں۔ یہ ایک بڑی عبرت آموز حقیقت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے آپ کو عظیم اور رفیع سمجھتے ہیں اور تعلیم و تعلم جیسے کاموں میں مصروف ہونے کے باوجود اپنے آپ کو انکساری سے بلند خیال کرتے ہیں۔
(۳) عالم سے جب یہ پوچھا جائے کہ کون شخص زیادہ عالم ہے تو وہ یہ جواب دے کہ اللہ اعلم (اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے) یعنی ہمیشہ علم کی نسبت اللہ ہی کی طرف کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم علما ہمیشہ بکثرت واللہ اعلم کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔
(۴) اجارہ (معاملۂ اجرت) کی اجازت
(۵) عہد اور شرط کی پاس داری
(۶) علم الٰہی بے حد وسیع ہے اور اس کی کوئی انتہا اور سرا نہیں ہے۔
(۷) اللہ سبحانہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اس لیے مخلوق کو تسلیم و رضا کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ عقل انسانی ربوبیت کے اسرار سے آشنا نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ خود جس کو جتنا چاہتا ہے مطلع کر دیتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صحابہ کرامؓ کا سفر علمی

(صحابہ کرامؓ میں سے وہ شخصیات جنھوں نے ایک حدیث کی خاطر سفر علمی اختیار کیا۔)

۳۱

ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن احمد بن یوسف صیاد اور حسن بن ابی بکر نے، ان دونوں نے کہا کہ بتایا احمد بن یوسف بن خلاد عطار نے، [ح] اور بتایا حسن بن ابی بکر نے، بتایا محمد بن محمد بن احمد بن مالک اسکافی نے، ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا حارث بن محمد بن ابی اسامہ نے اور ہمیں خبر دی ام الفرج فاطمہ بنت ہلال بن احمد کرخی نے، انھوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی عثمان بن احمد بن عبد اللہ دقاق نے، ہم سے بیان کیا حارث بن ابی اسامہ تمیمی نے، ہم سے بیان کیا یزید بن ہارون نے، خبر دی ھمام بن یحییٰ از قاسم بن عبدالواحد مکی نے، [ح] اور مجھ سے بیان کیا ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن علی سوذرجانی نے اصبہان میں۔ ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن مقری نے، ہم سے بیان کیا ابویعلیٰ موصلی نے، ہم سے بیان کیا شیبان نے، ہم سے بیان کیا ہمام نے ہم سے بیان کیا قاسم بن عبدالواحد نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب نے، کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے، ان سے بیان کیا:

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے ایک حدیث پہنچی، جو انھوں نے آپؐ سے سُنی تھی لیکن میں نے آپؐ سے نہیں سنی تھی، میں نے ایک اونٹ خریدا اس پر اپنا کجاوہ رکھا اور ایک ماہ کی مسافت طے کر کے ان کے پاس شام پہنچا، تو معلوم ہوا کہ یہ صحابی عبداللہ بن انیسؓ انصاری تھے۔ میں نے اطلاع کروائی کہ جابر آیا ہے۔ پیغام لے جانے والے نے آ کر پوچھا کہ جابر بن عبداللہ؟ میں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر وہ چلا گیا، بعد ازاں عبداللہ آئے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے ان سے معانقہ کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے مظالم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو میں نے نہیں سنی ہے تو مجھے اندیشہ تھا کہ اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ نہ رہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع فرمائے گا — یا یہ کہا کہ انسانوں کو جمع فرمائے گا اور آپؐ نے ہاتھ سے ملک شام کی جانب اشارہ کیا — دراں حالے کہ لوگ ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو پکاریں گے اور اس پکار کو دور اور قریب کے لوگ سب سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا! ''میں بادشاہ ہوں میں بدلہ چکانے والا ہوں۔ اہل جنت میں سے کوئی جنت میں نہیں جائے گا دراں حالے کہ اس پر کسی اہل جہنم کا کوئی ظلم کا مطالبہ ہو، اسی طرح اہل جہنم میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا دریں صورت کہ کسی جنتی کا اس پر کسی ظلم کا مطالبہ ہو، خواہ ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو۔ ہم نے کہا کہ یہ کیسے ہوگا، جب کہ ہم ننگے پیر، برہنہ جسم اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ تبادلے سے۔[1]

۱۔ اس حدیث کو احمد نے المسند میں (ج ۳، ص ۴۹۵) درج کیا ہے۔ بخاری ادب المفرد میں لائے ہیں (باب المعانقہ، ج ۲، ص ۴۳۳) اسی طرح انھوں نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے (ج ۱، ص ۲۲) اور حاکم نے المستدرک میں دو مقامات پر نقل کیا ہے (ج ۲، ص ۴۲۷-۴۲۸ اور ج ۴، ص ۵۷۴-۵۷۵) اور دونوں جگہ صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ذھبی نے بھی صحیح کہا ہے۔

لیکن سند حدیث میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہیں، جن کے بارے میں ترمذی نے کہا ہے کہ وہ صدوق ہیں، بعض اہل علم نے ان کے حفظ کے بارے میں بھی کلام کیا ہے اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہ احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ اور حمیدی، عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث کو حجت سمجھتے ہیں۔

بہ ہر حال اس حدیث کی صحت کا رتبہ کم نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی متابعت میں دوسری حدیثیں موجود ہیں۔ اور یہ حدیث دیگر طرق سے بھی مروی ہے۔

پہلا طریقہ ابو جارود عبسی کا ہے جو خطیب نے اس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے۔

دوسرا طریقہ وہ ہے جو طبرانی نے مسند الشامیین میں ذکر کیا ہے اور تمام رازی نے اپنے فوائد میں حجاج بن دینار از محمد بن منکدر از جابر روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص کے بارے میں یہ روایت موصول ہوئی۔ اس کی سند صالح ہے جیسا کہ فتح الباری (ج ۱، ص ۱۲۷) میں ہے۔ بہ ہر حال اس تعدد اسناد سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے باوجود یہ کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کے نزدیک زیر بحث حدیث از خود بھی حجت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۲

اسی طرح روایت کیا ہے عبدالوارث بن سعید تنوری نے از قاسم بن عبدالواحد۔ ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عمر مقری نے، بتایا محمد بن عبداللہ بن ابراہیم شافعی نے، ہم سے بیان کیا معاذ بن مثنی نے، ہم سے بیان کیا مسدد نے، ہم سے بیان کیا عبدالوارث نے، از قاسم بن عبدالواحد از عبد اللہ بن محمد بن عقیل از جابر بن عبداللہ کہ انھوں نے کہا:

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے آپ کی ایک حدیث کی روایت کی اطلاع ملی، میں نے اونٹ خریدا اور اس پر سوار ہو کر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے مصر[1] پہنچا۔ میرے پاس ایک سیاہ فام غلام آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے لیے فلاں صاحب کے پاس آنے کی اجازت لو۔ اس نے جا کر کہا کہ ایک اعرابی دروازے پر اجازت کا طالب ہے۔ انھوں نے کہا کہ جا کر معلوم کرو کہ تم کون ہو؟ اس پر انھوں نے کہا کہ انھیں جا کر بتا دو کہ میں جابر بن عبداللہ ہوں۔ وہ صاحب باہر آئے اور دونوں نے معانقہ کیا، پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ جابر نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے سوا یہ حدیث کسی اور کو محفوظ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وہ سنا دیں۔ انھوں نے کہا: جی ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب روز قیامت ہوگا، اللہ اپنے بندوں کو ننگا، برہنہ اور خالی ہاتھ جمع فرمائے گا۔ پھر انھیں ندا دے گا جسے قریب اور بعید کے سب لوگ سنیں گے، میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ دینے والا ہوں، آج کے روز تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ کوئی جنتی یا دوزخی جس پر کسی کی کوئی زیادتی کا حساب ہوگا جنت یا دوزخ میں نہیں جائے گا، خواہ ایک تھپڑ کی زیادتی ہی کیوں نہ ہو۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا کیوں کر ہوگا جب کہ اللہ ہمیں اس حال میں اٹھائے گا کہ ہم ننگے، برہنہ

۱۔ یہ شام ہے جیسا کہ گزشتہ روایت میں آیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نیکیوں اور برائیوں کا تبادلہ ہو گا۔[۱]

۳۳

ابو جارود عبسی[۲] سے روایت کیا گیا ہے از جابر بن عبداللہ، کہ مجھے خبر دی عبدالعزیز بن علی ارجی نے، ہم سے بیان کیا علی بن عمر ابن محمد حربی نے، ہم سے بیان کیا حامد بن بلال بخاری نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عبداللہ مقری بخاری نے، ہم سے بیان کیا یحییٰ بن نضر نے، ہم سے بیان کیا عیسیٰ غنجار نے، از عمر بن صبح از مقاتل بن حیّان از ابو جارود عبسی کہ جابر بن عبداللہ نے کہا:

مجھے قصاص سے متعلق ایک حدیث کے بارے میں اطلاع ملی کہ اس کے راوی مصر میں ہیں، میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ باندھا اور ایک ماہ چل کر مصر پہنچا۔ وہاں میں نے صاحب حدیث کے بارے میں پوچھا، جن کی بارے میں مجھے بتا دیا گیا۔ دیکھا کہ ان کا دروازہ بند ہے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ان کا ایک سیاہ فام غلام آیا۔ میں نے کہا کہ فلاں کے والد یہاں ہیں۔ وہ خاموش رہا اور جا کر اپنے مالک سے کہا کہ دروازے پر ایک اعرابی آپ کو بلا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جاؤ جا کر پوچھو کہ آپ کون

۱۔ یعنی ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کو عطا کی جائیں گی اور اگر اس کے پلے کوئی نیکی نہ ہوئی تو مظلوم کے گناہ ظالم کے حساب میں درج کر دیے جائیں گے۔ اسی طرح مظلوم کے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور مظلوم کے ان گناہوں کے بدلے ظالم پر عذاب میں اضافہ ہو جائے گا۔

۲۔ اس کتاب کے قلمی نسخوں میں واضح طور پر عبسی (باء) کے ساتھ ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۱، ص ۱۵۹ میں اسے نون ساکن سے عنسی ضبط کیا ہے۔ [مگر عینی نے عبسی ہی لکھا ہے ج ۲، ص ۴۷ (واسطی)] بہر حال یہ ابو جارود ہماری رائے میں زیادہ بن منذر اعمیٰ نہیں ہے، جس کا تذکرہ التقریب والتھذیب وغیرہ میں ہے۔ اور اس کے کئی اسباب ہیں۔

(۱) اس حدیث کی سند میں ابو جارود تابعی ہیں جو جابر سے روایت کرتے ہیں اور ان سے مقاتل بن حیان نے روایت کیا ہے، جب کہ زیاد بن منذر ان کے بعد ہیں اور ان کی کسی صحابی سے کوئی روایت نہیں ہے۔

(۲) ابو جارود کا نسب یہاں عبسی بیان ہوا ہے جب کہ زیاد بن منذر نہدی یا ہمدانی ہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کی جس سند میں ابو جارود ہے' اس میں ضعف ہے' جب کہ زیاد بن منذر کذاب اور وضاع ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ اس کی سند کے بارے میں کہا جائے' کہ اس میں ضعف ہے' بلکہ کہنا چاہیے کہ واھی ہے یا ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جس سے سخت وھن مفہوم ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ میں نے کہا کہ میں صحابی رسولؐ جابر بن عبداللہ ہوں۔ اس پر وہ آئے اور مجھے مرحبا کہا اور میرا ہاتھ تھام کر لے گئے۔ میں نے کہا کہ قصاص کی ایک حدیث ہے جو میں نہیں جانتا کہ جو صحابہ موجود ہیں ان میں سے کسی کو آپ سے زیادہ محفوظ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''اللہ تعالیٰ روز قیامت تمھیں ننگے پیر، برہنہ جسم اور خالی ہاتھ اٹھائے گا اور اپنے عرش سے بلند آواز سے پکارے گا، یہ آواز بلند تو ہوگی لیکن ناگوار نہیں ہوگی[1] جسے دور کا آدمی اس طرح سنے گا جیسے قریب کا آدمی۔ اللہ سبحانہ فرمائے گا، میں بہت خوب بدلہ چکانے والا ہوں، میرے یہاں کوئی ظلم نہیں ہے۔ میری عزت کی قسم! آج کسی ظالم کا ظلم مجھ سے نہیں بچے گا اگرچہ ایک تھپڑ ہو، اور صرف ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہو، اور میں بغیر سینگ والے سے سینگ والے کا بدلہ لوں گا۔[2] اور میں شاخ سے بھی پوچھوں گا کہ وہ کسی کو کیوں لگی۔ اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا۔(الانبیاء ۲۱:۴۷) قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

بعد ازاں آپؐ نے فرمایا: ''میں اپنی امت کے بارے میں جس گناہ کے ارتکاب سے بہت زیادہ خائف ہوں وہ عملِ قومِ لوطؑ ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ مرد مردوں کے اور

۱۔ اصل الفاظ ہیں رفيع غير فظيع (بلند غیر ناگوار) یہ الفاظ صرف اس روایت میں ہیں اور اس روایت کی سند چوں کہ ضعیف ہے اس لیے یہ وصف اس سند سے اللہ سبحانہ کے لیے ثابت نہیں ہوتا۔ خطیب نے ان الفاظ کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ ان سے اصل موضوع کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔
مذکورہ فقرے میں یہ الفاظ يسمع البعيد كما يسمع القريب (دور کا آدمی بھی اسی طرح سنے گا جس طرح قریب کا) تمام روایات میں ثابت ہیں اور ان کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی آواز ہر جگہ یکساں سنی جائے گی، جس طرح کی بھی حق سبحانہ کی ذات مقدسہ کے مطابق ان کا وصف صوت ہو' جس کی حقیقت سے ہم ناآشنائے محض ہیں۔ اس سے بہر حال یہ اشتباہ نہیں ہونا چاہیے کہ حق سبحانہ کی آواز ہماری آواز جیسی ہوگی کیوں کہ خود اس فقرے میں جو بات کہی گئی اس سے اس طرح کی تشبیہ کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ کیوں انسان کی آواز قریب اور دور یکساں نہیں سنی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی مخلوق کی ہر مشابہت سے مبرا ہے، ولم يكن له كفواً احدٌ

۲۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کمزور کا بدلہ طاقت ور سے دلوایا جائے گا۔ (مترجم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

عورتیں عورتوں کے ساتھ وابستہ ہونے لگیں تو میری امت بھی عذاب کا انتظار کرے۔

۳۴

ہمیں خبر دی ابونعیم حافظ نے، ہم سے بیان کیا محمد بن احمد بن حسن نے، ہم سے بیان کیا بشر بن موسیٰ نے، ہم سے بیان کیا حمیدی نے، ہم سے بیان کیا سفیان نے، ہم سے بیان کیا ابن جریج نے، کہا: میں نے ابوسعد اعمیٰ سے سنا کہ عطا بن ابی رباح نے بیان کیا:

حضرت ابوایوبؓ، عقبہ بن عامر کے پاس ایک حدیث رسولؐ معلوم کرنے مصر گئے۔ مصر پہنچ کر مصر کے امیر مسلمہ بن مخلد انصاری کے گھر پہنچے اور انھیں اطلاع کرائی۔ وہ جلدی سے باہر آئے، معانقہ کیا اور پوچھا کہ ابوایوبؓ کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے سننے والوں میں میرے اور عقبہ کے علاوہ کوئی موجود نہیں رہا ہے۔ [آپ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیں جو ان کے مکان کے بارے میں مجھے بتا دے۔ انھوں نے عقبہ کے مکان کے بتانے کے لیے ایک شخص کو ان کے ساتھ کر دیا، عقبہ کو ان کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ وہ جلدی سے آئے اور معانقہ کیا اور پوچھا کہ ابوایوبؓ کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سترِ مومن کے بارے میں ایک حدیث سنی ہے اور اب صرف میں اور آپ موجود ہیں جنھوں نے یہ حدیث سنی ہے۔][1] انھوں نے کہا کہ جی ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”جس نے مومن کے کسی گناہ پر پردہ ڈالا، اللہ روز قیامت اس

۱۔ بریکٹ کی عبارت الرحلہ کے نسخوں میں موجود نہیں ہے، بلکہ مسند حمیدی کے ان دونوں نسخوں میں موجود ہے جو الظاہریہ اور الجامعۃ العثمانیہ میں ہیں۔ ہم نے معنوی ضرورت کے پیش نظر یہاں درج کر دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطیب بغدادی کے مسند حمیدی کے نسخوں میں عبارت رہ گئی ہے۔ جب کہ اس مفہوم کے الفاظ خطیب نے اپنی کتاب الاسماء المبھمۃ فی الانباء المحکمۃ میں سفیان سے دوطرق سے ذکر کیے ہیں۔
میں نے پہلے مسودے میں یہ الفاظ بطور نوٹ تحریر کیے تھے کہ ابوایوب مسلمہ کے مکان پر عقبہ کا پتا معلوم کرنے آئے تھے۔ یہاں کلام میں اختصار ہے جس کا روایات سے پتا چل رہا ہے اور 'میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' کے الفاظ کہنے والے عقبہ بن عامر ہیں۔
بعدازاں مجھے مسند حمیدی میں یہ الفاظ مل گئے اور میرا پہلا اندازہ درست نکلا۔ والحمدللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر پردہ ڈال دے گا۔'' ابوایوبؓ نے کہا کہ آپ نے درست کہا۔ بعدازاں ابوایوبؓ اپنی سواری کی طرف بڑھے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مسلمہ بن مخلد کا انعام انھیں عریش مصر میں پہنچا۔[1]

۳۵

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حسین بن عمر بن برہان غزال نے جو کہ عبد صالح تھے، ہم سے بیان کیا ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر خلدی نے بطور املا، ہم سے بیان کیا ابوعلی بشر بن موسیٰ اسدی عریشِ نے ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن زیاد نے،[2] انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان

۱۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی یہ حدیث حمیدی نے اپنی مسند میں (۳۸۴) مفصل نقل کی ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں مختصراً ذکر کی ہے (ج ۴، ص ۱۵۳-۱۵۹)۔

خطیب نے ایک اور سند سے از سفیان از ابن جریج مختصراً ذکر کیا ہے کہ میں نے مدینے کے ایک شیخ سے سنا کہ عطا نے بیان کیا کہ ابوایوب مصر گئے۔ الاسماء المبھمة فی الانباء المحکمة.

اس حدیث کی سند میں ابوسعد مکی اعمیٰ مجہول ہے، ان سے ابن جریج کے سوا کسی نے روایت نہیں کی لیکن چونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، جن میں بعض خطیب نے ذکر کیے ہیں اس لیے اس حدیث کو تائید حاصل ہو گئی ہے۔

بہرحال تمام طرق میں کلام ہے جس کی ہم آگے وضاحت کریں گے، لیکن حدیث قوی ہے اور درجۂ حسن کو پہنچتی ہے۔ مزید طرق دیکھیے (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۳۴) نیز الاسماء المبھمة فی الانباء المحکمة.

۲۔ الرحلة کے نسخہ (ب) اور اصل میں راوی کا نام عبداللہ بن زیاد ہے۔ لیکن اوپر مذکور ہی صحیح ہے اس لیے کہ مسلم بن یسار سے روایت کرنے والے راوی عبدالرحمٰن بن زیاد ہی ہیں، یہ افریقی ہیں اور افریقہ کے قاضی ہیں، وہ نیک آدمی تھے، لیکن حفظ میں ضعیف تھے۔ اور مسلم بن یسار تابعی ہیں۔ ذھبی نے کہا کہ ان کی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچتی مگر وہ خود صدوق ہیں۔

مسلم بن یسار کی یہ حدیث امام احمد نے ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے از طریق عبدالملک بن عمیر از منیب از عم خود [یعنی اپنے چچا سے] کہ انھوں نے کہا: ''ایک صحابی رسول کو یہ اطلاع ملی کہ مصر میں ایک صحابی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ 'جو دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا روزِ قیامت اللہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا'۔ اس پر وہ سوار ہو کر مصر گئے اور اس حدیث کے بارے میں معلوم کیا۔ آگے حدیث اسی طرح بیان ہوئی جس طرح خطیب نے بیان کی ہے۔''

مجمع الزوائد (ج ۱، ص ۱۳۴) میں ہے کہ اس روایت میں منیب راوی اگر منیب بن عبداللہ ہیں تو انھیں ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور اگر کوئی اور ہیں تو میں نے ان کا ذکر نہیں دیکھا حافظ حسینی الاکمال میں کہتے ہیں کہ منیب از عمِ خود مجہول ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا مسلم بن یسار نے، کہ ایک انصاری شخص مدینے سے سوار ہو کر مصر عقبہ بن عامر کے پاس آئے اور ان سے ملاقات کر کے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے دنیا میں کسی مومن کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا؟

انھوں نے کہا: جی ہاں! اس پر انصاری نے اللہ اکبر کہا، اللہ کی حمد کی اور واپس ہو گئے۔

۳۶

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن یوسف صیاد نے، بتایا احمد بن یوسف بن خلاد نے، ہم سے بیان کیا حارث بن محمد نے، ہم سے بیان کیا کثیر بن ہشام نے، ہم سے بیان کیا جعفر بن برقان نے، ہم سے بیان کیا یحییٰ ابو ہاشم دمشقی نے انھوں کہا:

ایک صاحب مدینہ منورہ سے مصر آئے اور مصر کے امیر کے حاجب سے کہا: امیر سے کہو کہ میرے پاس باہر آئیں۔ حاجب نے کہا کہ جب سے ہم اس شہر میں وارد ہوئے ہیں تمھارے سوا کسی نے اس طرح نہیں کہا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ امیر سے باریابی کی اجازت لیجیے۔ انھوں نے کہا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ فلاں شخص دروازے پر ہے۔ امیر باہر آئے تو انھوں نے کہا کہ میں آپ سے مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں ایک حدیث پوچھنے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اس نے گویا کسی زندہ درگور کو زندہ کیا۔[1]

۱۔ یہ حدیث غیر متصل ہے۔ طبرانی نے اوسط میں رجاء بن حیوہ سے متصل نقل کیا ہے کہ انھوں کہا کہ میں نے مسلمہ بن مخلد کو کہتے ہوئے سنا کہ جب میں مصر کا والی تھا، ایک اعرابی دروازے پر آیا.........

حافظ ہیثمی زوائد میں کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوسنان قسملی ہیں جنھیں ایک روایت میں ابن حبان اور ابن خراش نے ثقہ کہا ہے اور احمد، بخاری اور یحییٰ بن معین نے انھیں ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے المغنی فی الضعفاء (رقم ۴۸۰۰)۔ میں کہتا ہوں کہ روایت کی یہ جرح سفرِ علمی پر استدلال سے مانع نہیں ہے۔ ابوداؤد نے ادب (باب فی الستر علی المسلم، ج ۴، ص ۲۷۳) میں اس حدیث کو از ابراہیم بن نشیط از کعب بن علقمہ از ابی ہثیم از عقبہ بن عامر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جس نے کسی کی کوئی برائی دیکھ کر ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۷

مجھے خبر دی ابوالقاسم عبداللہ بن احمد صیرفی نے، بتایا حسین بن عمر ضراب نے، ہم سے بیان کیا حامد بن محمد بن شعیب بلخی نے، ہم سے بیان کیا شریح بن یونس نے، ہم سے بیان کیا ہشیم نے از سیار[۱] از جریر بن حیان کہ ایک شخص اس حدیث کے لیے مصر آئے اور اپنی سواری کا کجاوہ نہیں کھولا کہ واپس ہو گئے: ''جس نے دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی اللہ آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''[۲]

۳۸

ہمیں خبر دی ابوبکر برقانی نے، بتایا محمد بن عبداللہ بن خمیرویہ ھروی نے، بتایا حسین بن ادریس نے، ہم سے بیان کیا ابن عمار نے، ہم سے بیان کیا معن بن عیسیٰ نے، بتایا مالکؒ نے کہ ایک صاحب ایک حدیث کے لیے مسلمہ بن مخلد کے پاس مصر گئے کہ انھوں نے وہ حدیث

⇦ اس کی پردہ پوشی کی اس نے گویا کسی زندہ درگور کو زندہ کیا۔'' اس میں سفرِ علمی کا ذکر نہیں ہے اور نسائی نے اس طرح روایت کیا ہے۔ ابوالہیثم کا نام کثیر ہے، یہ عقبہ کے مولیٰ ہیں، ظاہر سند متصل ہے لیکن معلول ہے اور علت خفی موجود ہے، کیوں کہ ابوداؤد نے ایک اور طریقے سے بھی ابوالہیثم سے روایت کیا ہے، کہ انھوں نے عقبہ بن عامر کے کاتب دخین سے سنا۔

المنذری نے تہذیب سنن ابی داؤد (ج ۷، ص ۲۲۰) میں کہا ہے کہ اس روایت میں ابراہیم بن نشیط کے بارے میں بہت اختلاف ہے اور پھر انھوں نے کئی صورتیں اختلاف کی ذکر کی ہیں۔ السیوطی کی الجامع الصغیر اور اس کی المناویٰ کی شرح (ج ۶، ص ۱۴۸-۱۴۹) میں یہ حدیث طبرانی اور ضیاء مقدسی کی جانب منسوب ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ حدیث سنن میں ہے۔

۱۔ نسخہ 'ب' میں 'سنان' ہے۔

۲۔ حدیث میں ھشیم ہے جو ابن بشیر ہیں اور ثقہ ہیں، ثبت ہیں، امام ہیں، حافظ ہیں لیکن ان میں تدلیس اور ارسال زیادہ ہے اور یہاں انھوں نے اپنی اس حدیث کے سماع کی صراحت نہیں کی ہے اس لیے وہ قابل احتجاج نہیں ہے اور اس میں شریح بن یونس اور حامد بن محمد بن شعیب بلخی ہیں، جن کے حال قابل توجہ ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔[۱]

۳۹

ہمیں خبر دی قاضی ابوعمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی نے بصرہ میں، ہم سے بیان کیا ابوعلی محمد بن احمد بن عمر اللؤلؤی نے، ہم سے بیان کیا ابوداؤد سلیمان بن اشعث نے، ہم سے بیان کیا حسن بن علی نے، ہم سے بیان کیا یزید نے، بتایا الجریری نے از عبداللہ بن بریدہ، روایت ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضالۃ بن عبید کے پاس مصر گئے، ان سے ملاقات کی اور کہا:

میں صرف آپ سے ملاقات کے لیے نہیں آیا لیکن میں نے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے، مجھے توقع ہے کہ آپ کو اس کا علم ہوگا۔'' انھوں نے پوچھا ''کون سی''؟ بتایا

''اس اس طرح.........'' اور آگے حدیث بیان ہوئی۔[۲]

۴۰

مجھے خبر دی ابوعلی عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن فضالہ حافظ نیشاپوری نے رے میں، بتایا عبداللہ بن محمد سمذی نیشاپوری نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد سمذی نیشاپوری نے، ہم سے بیان کیا، عبداللہ بن محمد بن مسلم جوربذی نے، ہم سے بیان کیا نصر بن مرزوق ابوالفتح مصری نے، انھوں نے کہا: میں نے عمرو بن ابی سلمہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اوزاعی سے کہا:

۱۔ اس حدیث میں ایک راوی حسین بن ادریس ہے جو باطل روایات نقل کرتا ہے، جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی، جیسا کہ المیزان میں ذھبی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے ان احادیث کے راویوں میں جو جرح نقل کی ہے اس سے حدیث سے احتجاج اور ثبوت سفر علمی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیوں کہ کثرت طرق سے ایک روایت سے دوسری کو تائید وتقویت حاصل ہوتی ہے اور حدیث درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

۲۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور دارمی نے اسے اپنی سنن میں روایت کیا ہے بہ روایت یزید بن ہارون آخر تک۔ ماسوا ان الفاظ کے کہ ''اور آگے حدیث بیان ہوئی۔''

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں چار روز سے آپ کے ساتھ ہوں اور صرف تیس حدیثیں سنی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم چار روز میں تیس حدیثوں کو کم خیال کرتے ہو، حضرت جابر بن عبداللہؓ نے صرف ایک حدیث معلوم کرنے کے لیے سواری خریدی اور مصر حضرت عقبہ بن عامر کے پاس پہنچے اور حدیث سن کر واپس آئے اور آپ کو چار روز میں تیس حدیثیں کم معلوم ہو رہی ہیں۔[۱]

تابعین کا سفرِ علمی

۴۱

ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن احمد بن رزق بزاز نے، ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن عمرو بن بختری رزّاز نے، بطور املا، ہم سے بیان کیا جعفر بن ہاشم بزاز عسکری نے، ہم سے بیان کیا علی بن بحر نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن مہدی نے، از مالک بن انس [ح] اور بتایا محمد بن فرج بزاز نے، احمد بن جعفر بن حمدان نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد نے، ہم سے بیان کیا ہمارے والد نے ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن نے، کہا کہ میں نے مالک سے سنا کہ انھوں نے کہا کہ سعید بن میسّب نے کہا:

میں ایک حدیث کے حصول کے لیے شب و روز سفر کیا کرتا تھا۔

۴۲

۴۲۔ ہمیں خبر دی محمد بن حسین بن فضل قطان نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے، مجھ سے بیان کیا عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے، ہم سے بیان کیا

۱۔ عقبہ بن عامر کے پاس ابوایوب انصاریؓ گئے تھے یہاں راویوں کو اوزاعی سے نقل کرنے میں وہم ہوا ہے کہ ان کے اور صحابہ کے درمیان بڑا فاصلہ ہے، اسی لیے خطیب نے یہاں اس حدیث کی سند کے رجال نہیں ذکر کیے۔
نیز خطیب بغدادی نے اپنی کتاب (الاسما المبهمة فی الانباء المحکمة) میں قطعیت کے ساتھ کہا ہے کہ رجل انصاری سے مراد ابوایوبؓ ہیں۔ اور ان کا نام خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبة بن عبدعوف الخزرجی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مالک بن انس نے، کہا کہ انھیں یہ خبر پہنچی کہ سعید بن المسیب نے کہا:
''میں حدیث کے حصول کے لیے کئی کئی دن اور رات سفر کرتا تھا''
امام مالکؒ فرماتے ہیں ''سعید بن میبّ طلب حدیث کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ذوالحلیفہ جایا کرتے تھے۔

اس کو روایت کیا ہے خالد بن نزار نے از مالک از یحییٰ بن سعید از ابن المسیّب۔ اور روایت کیا ہے اسحاق بن محمد فروی نے مالک سے روایت کی کہ انھیں خبر پہنچی از یحییٰ بن سعید از ابن المسیّب۔

۴۳

مجھے خبر دی حسن بن ابی طالب نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عباس خزاز نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر بن ابی داوٗد نے، ہم سے بیان کیا احمد بن صالح نے، ہم سے بیان کیا خالد بن نزار نے، از مالک بن انس از یحییٰ بن سعید از سعید بن میبّ[۱] کہ انھوں نے کہا:
میں ایک حدیث کے حصول کے لیے کئی کئی دن اور راتیں سفر کرتا تھا۔

۴۴

اسحاق [بن محمد] فروی کی روایت اس طرح ہے۔ بتایا ابوالعلاء محمد بن حسن بن محمد دراق نے

۱۔ سعید بن میبّ، بہت بزرگ تابعی، امام کبیر شیخ الاسلام، فقیہ مدینہ۔ امام بخاری کے استاد علی بن المدینی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''میں تابعین میں سعید سے وسیع العلم شخص سے واقف نہیں ہوں اور وہ میرے نزدیک کبار تابعین میں سے ہیں۔''
اسّی سال سے زائد عمر ہوئی اور ۹۰ھ ہجری کے بعد انتقال ہوا۔ محدثین نے ان کی مرویات پر اعتماد کیا ہے۔ سعید امر بالمعروف کرتے اور اس سلسلے میں کسی سے نہ ڈرتے، شاہی انعامات قبول نہ کرتے، ان کی صاحب زادی کے لیے شاہ زادے کا پیغام آیا تو سعید نے انکار کر دیا اور اپنے تنگ دست شاگرد ابو وداعہ سے دو درہم مہر پر نکاح کر دیا۔
مالک از سعید روایت منقطع ہے کیوں کہ مالک نے سعید کو نہیں پایا ہے۔ لیکن بہ ہر حال خالد بن نزار کی یہ روایت متصل ہے۔ چنانچہ رامہرمزی نے المحدث الفاصل میں اسے متصل بیان کیا ہے۔
ہم سے بیان کیا محمد بن خالد راسبی نے، ہم سے بیان کیا بندار نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن نے، از مالک از زہری از سعید بن المسیب۔ خطیب نے الکفایہ میں معلقاً ذکر کیا ہے۔ (ص ۴۰۲) اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم (ج ۱، ص ۹۴) میں موصول اور منقطع دونوں طرح روایت کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم سے بیان کیا ابو بکر بن احمد بن کامل قاضی نے، ہم سے بیان کیا ابو اسماعیل ترمذی نے، ہم سے بیان کیا اسحاق بن محمد فروی نے، ہم سے بیان کیا مالک نے کہ انھیں خبر پہنچی از یحییٰ بن سعید از سعید بن میسّب کہ انھوں نے کہا:

میں ایک حدیث کے حصول کے لیے کئی راتوں کو سفر کیا کرتا تھا۔

۴۵

ہمیں خبر دی ابو سعید محمد بن موسیٰ بن فضل صیرفی نے، ہم سے بیان کیا ابو العباس محمد بن یعقوب اَصَم نے، ہم سے بیان کیا ربیع بن سلیمان مرادی نے، ہم سے بیان کیا ایوب بن سوید نے، ہم سے بیان کیا اہل بصرہ میں سے یحییٰ بن زید باہلی نے، جو ثقہ تھے انھوں نے کہا کہ عبید اللہ بن عدی بن خیار نے کہا، جو بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک فرد ہیں:

مجھے حضرت علیؓ سے ایک حدیث پہنچی، اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر حضرت علی انتقال کر گئے تو کسی اور سے یہ حدیث نہ سن پاؤں گا۔ میں سفر کر کے عراق پہنچا اور ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ حضرت علیؓ نے مجھے یہ حدیث سنائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں یہ حدیث کسی سے بیان نہیں کروں گا، حالاں کہ میری خواہش ہے کہ اگر وہ یہ عہد نہ لیتے تو میں تم سے یہ حدیث بیان کرتا۔

ایک روز حضرت علیؓ منبر پر چڑھے تو وہ چادر اور ازار پہنے ہوئے تھے اور تلوار کا پرتلا لگا ہوا تھا، اشعث بن قیس آئے اور منبر کا ایک کنارا تھام لیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ کچھ لوگ ہمارے اوپر جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی خاص نہیں تھی میرے پاس اس کے علاوہ، جو سب مسلمانوں کے پاس ہے کچھ نہیں ہے سوائے اس کے جو میرے اس پرتلے میں ہے۔ اس سے آپ نے ایک صحیفہ نکالا، اس میں یہ حدیث تحریر تھی کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

[جس نے کوئی نئی بات وضع کی یا ایسے شخص کو پناہ دی جو نئی باتیں وضع کرتا ہے تو اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت، اس سے کوئی بدل اور صلہ مقبول نہیں ہوگا۔] اشعث بن قیس بولا، آپ اسے چھوڑیں، یہ آپ کے حق میں نہیں آپ کے خلاف جاتی ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "خدا تیرا ناس کرے، تجھے کیا معلوم کہ کون سی بات میرے حق میں ہے، اور کون سی میرے خلاف ہے؟ اب بکریوں کے چرانے والے بھی میرا مذاق کرنے لگے، اے راعی! تجھے میرے بارے میں کس بات نے شک میں ڈال دیا۔"[1]

۱۔ اس حدیث میں ایک راوی ایوب بن سوید رملی ہے جسے امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ "صدوق ہیں بسا اوقات خطا کر جاتے ہیں۔" (دیکھیے المغنی فی الضعفاء اور اس کا حاشیہ رقم ۸۱۱) اس درجے کی روایت 'سفر علمی' کے بیان میں قابل قبول ہے۔ لیکن جو صحیفہ حضرت علیؓ کے پاس تھا اس کی حدیث مرفوع کا متن کئی طرق سے صحیح ہے، جن میں سے چند ہم بیان کرتے ہیں۔

ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا: "کیا تمھارے پاس ایسی شے ہے جو قرآن میں نہیں ہے، اور ایک مرتبہ کہا کہ جو لوگوں کے پاس نہیں ہے"۔ انھوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھوٹنے کا حکم دیا اور مخلوقات پیدا کیں، ہمارے پاس قرآن کے سوا کچھ نہیں ہے ماسوا اس فہم کے جو اللہ اپنی کتاب کی کسی کو دے دے اور صحیفے کے۔ میں نے کہا کہ صحیفے میں کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے بتایا "دیت، قیدیوں کی آزادی اور یہ کہ مسلمان کافر کے بدلے نہ قتل کیا جائے"۔ بخاری اس روایت کو کئی مقامات پر لاتے ہیں۔ اور یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب الدیات (الدیة علی العاقلة، ج۹، ص۱۱) پر ہے۔

حضرت ابراہیم تیمی نے از والد خود روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے خطبے میں فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہم کتاب الٰہی اور اس صحیفے (جو ان کی تلوار کے پرتلے میں لٹکا ہوا تھا) کے علاوہ پڑھتے ہیں تو اس نے جھوٹ بولا، اس میں اونٹوں کی عمریں (برائے زکوٰۃ) اور زخموں (کی دیات جیسے) امور مذکور ہیں۔ اسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے جس نے یہاں کوئی نئی بات کی یا نئی بات کرنے والے کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ ان سے روز قیامت کوئی بدل اور عوض قبول نہ کرے گا......" اس کو حدیث کو مسلم نے حج (فضل المدینہ ج ۴، ص ۱۱۵) میں اور احمد نے اپنی مسند (ص ۶۱۵) میں ذکر کیا ہے۔

ابو احسان اعرج سے اسی طرح مروی ہے جس طرح خطیب نے متن میں روایت کیا اور اس پر اضافہ کیا ہے جو احمد نے مسند (۹۵۹) میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو علامہ احمد شاکر نے صحیح کہا ہے۔ لیکن یہ روایت بہز بن حکیم کی ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔ دیکھیے ہماری کتاب منہج النقد فی علوم الحدیث ص ۱۴۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۶

ہمیں خبر دی ابوالقاسم عبید الرحمٰن بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن محمد حربی نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر بن محمد حسن بن زیاد مقری نقاش نے، ہم سے بیان کیا محمد بن خزیمہ نے نیشاپور میں، ہم سے بیان کیا بشر بن ہلال نے، ہم سے بیان کیا جعفر بن علی بن زید نے، از ابوعثمان[۱] کہ مجھے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث پہنچی کہ انھوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی ایک نیکی پر ایک لاکھ نیکیاں تحریر فرماتا ہے۔

میں نے اسی سال حج کیا حالاں کہ میرا حج کا ارادہ نہیں تھا صرف اس حدیث کی خاطر اُن سے ملاقات مقصود تھی۔ میں ابوہریرہؓ کے پاس آیا اور ان سے عرض کی: اے ابوہریرہؓ! مجھے آپ کی ایک حدیث پہنچی ہے، گو میرا اس سال حج کا ارادہ نہیں تھا لیکن اس حدیث کی وجہ سے آپ سے ملاقات کے لیے حج کا ارادہ کر لیا۔ انھوں نے پوچھا: کون سی حدیث؟ میں نے کہا کہ ''یہ اللہ اپنے بندۂ مومن کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔'' حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ حدیث میں نے اس طرح بیان نہیں کی اور نہ جس راوی نے آپ سے بیان کی اس نے محفوظ رکھا ہے۔ ابوعثمان کہتے ہیں کہ میں نے یہ سمجھا کہ حدیث کے کچھ الفاظ رہ گئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے حدیث اس طرح بیان کی تھی ''اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کو ایک نیکی پر دو لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔'' پھر آپ نے استفسار کیا کہ کیا کتاب اللہ میں اس طرح نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ کیسے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضَاعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً ط

۱۔ ابوعثمان نہدی، بڑے تابعی اور عالم دین ہیں، ان کا نام عبدالرحمان بن مُل ہے۔ مخضرم شعرا میں سے ہیں، روزہ دار اور عابد شب زندہ دار تھے۔ سلیمان تیمی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ...... میرا خیال ہے کہ انھوں نے کبھی گناہ نہیں کیا ہوگا۔ ۱۰۰ھ میں یا اس کے بعد انتقال ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(البقرة ۲: ۲۴۵) تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔

اور اللہ جس کو کثیر کہے وہ تو دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔[1]

۴۷

ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن صالح نے، مجھ سے بیان کیا معاویہ بن صالح نے [ح] اور بتایا عبدالعزیز بن علی وراق نے اور علی بن محسن معدل نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن محمد بن سلیمان مخرمی نے، بتایا ابوبکر جعفر بن محمد فریابی نے، مجھ سے بیان کیا احمد بن خالد خلال نے، ہم سے بیان کیا معن بن عیسیٰ نے، ہم سے بیان کیا معاویہ بن صالح نے از ربیعہ بن یزید انھوں نے کہا کہ میں نے ابن الدیلمی کو کہتے ہوئے سنا: مجھے حدیث پہنچی از عبداللہ بن عمرو بن العاص:

میں سواری کر کے ان سے پوچھنے طائف گیا۔ اس وقت ابن الدیلمی فلسطین میں تھے۔ میں ان کے پاس پہنچا تو وہ اپنے باغیچے میں تھے اور ان کی کمر میں ایک ایسے شخص نے

۱۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے اپنی المسند میں علی بن زید کی سند سے مختصراً اور مطولاً نقل کیا ہے۔ (۷۹۳۲، ج ۲، ص ۵۲۱) جس میں ہے کہ انھوں نے نبی کریم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ ایک نیکی دو لاکھ نیکی تک بڑھا دے گا۔" اور آیت مذکورہ کے بجائے یہ آیت ہے وان تك حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه اجرا عظيما (النساء ۴: ۴۰) اگر کوئی ایک نیکی ہو تو اللہ اسے دو چند کر دیتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

اور علی بن زید، یہ ابن جدعان ہیں۔ مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت لی ہے لیکن ان کے یہاں مناکیر (منکر احادیث) بھی ہیں۔

یہ حدیث دو اور سندوں سے مروی ہے جنھیں ابن ابی حاتم نے از زیاد جصاص از ابوعثمان نہدی روایت کیا ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے (ج ۱، ص ۶۵۱) علامہ احمد شاکر نے مسند پر اپنی تعلیقات میں ان دونوں کی صحت ثابت کی ہے (ج ۱۵، ص ۹۰-۹۱) اس طرح علی بن زید سے وہم کا شبہ دور ہو جاتا ہے اور حدیث مرفوعاً صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاتھ ڈالا ہوا تھا جس کے بارے میں ہم شام میں کہتے تھے کہ یہ شارب خمر ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابو محمد! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شارب خمر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ اس پر اس شخص نے اپنا ہاتھ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔[1] انھوں نے کہا کہ ہاں[2] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''جس نے شراب پی اس کی چالیس صبح کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔'' میں نے کہا کہ مجھے آپ سے یہ حدیث پہنچی ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں: ''بیت المقدس میں نماز ایک ہزار نمازوں کے مساوی ہے اور قلم خشک ہو چکا ہے۔'' اس پر عبداللہ بولے: اے اللہ! میں ان لوگوں کی لیے روا نہیں سمجھتا کہ میری طرف سے ایسی بات کہیں جو مجھ سے نہیں سنی ہے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ انھوں نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سلیمان بن داؤد نے اللہ سبحانہ سے تین سوال کیے۔ ایسا ملک جو اِن کے بعد کسی کے لیے موزوں نہ ہو، جو اللہ نے انھیں عطا فرمایا، فیصلے کی قوت جو اللہ نے ان کو دے دی اور جو شخص اس گھر (بیت المقدس) میں صرف نماز کے لیے آئے اس کی مغفرت ہو جائے۔ یہ ابو صالحؒ کی حدیث کا آخر ہے۔ معن نے اس میں اضافہ کیا ہے اور سیاق حدیث وہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے لوگوں کو تاریکی میں پیدا کیا، پھر اللہ نے اپنے نور میں سے کچھ لے کر ان کے اوپر ڈالا، تو کسی کو مل گیا اور کسی کو نہیں ملا اور اسے معلوم ہو گیا کہ کس کو اس نور سے حصہ ملا ہے اور کس کو نہیں ملا ہے۔ جسے یہ نور ملا وہ ہدایت پا گیا اور جس نے خطا کی وہ گمراہ ہو گیا،

۱۔ یعنی ہاتھ کھینچ لیا اور چلا گیا، جیسا کہ مسند میں ہے کہ -- جب اس نوجوان نے شراب کا ذکر سنا تو اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے کھینچا اور چلا گیا۔

۲۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آگے حدیث کے قائل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں اور مسند میں اس کی تصریح موجود ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس لیے میں کہتا ہوں: ''قلم خشک ہو چکا ہے''۔[1]

۴۸

ہمیں خبر دی (محمد بن حسین) بن فضل نے، بتایا عبد اللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یوسف نے، ہم سے بیان کیا محمد بن مہاجر نے، از عروہ بن رویم از ابن الدیلمی جو بیت المقدس میں رہتے تھے کہ وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کے لیے مدینہ منورہ گئے اور ان کے بارے میں معلوم کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو مکہ مکرمہ چلے گئے ہیں۔ وہ ان کے پیچھے گئے تو انھیں اپنے کھیت میں پایا جس کا نام وہط[2] تھا۔ ابن الدیلمی کہتے ہیں:

میں ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے عبداللہ! یہ کیا حدیث ہے جو آپ سے ہم تک پہنچی ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ آپ نے روایت کیا ہے: ''بیت المقدس میں نماز دوسری جگہ کی نماز سے ایک ہزار درجہ بہتر ہے ماسوائے کعبہ کے۔'' اس پر انھوں نے کہا: ''اے اللہ! میں ان لوگوں کے لیے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے منسوب کر کے وہ بات کہیں جو میں نے نہیں کہی ہے۔ سلیمانؑ جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انھوں نے قربانی پیش کی جو مقبول ہوئی۔ اس پر انھوں نے اللہ سے دعا کی: ''اے اللہ! جو

۱۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ابن الدیلمی کا نام عبداللہ بن فیروز ہے اور ثقہ تابعی ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند (۶۶۴۴) میں اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے ربیعہ بن یزید نے بیان کیا از عبداللہ بن دیلمی کہ انھوں نے کہا کہ: میں عبداللہ بن عمرو کے پاس پہنچا وہ اپنے طائف کے باغ میں تھے، اس روایت میں انھوں نے اپنے سفر کی وضاحت نہیں کی بلکہ صرف اشارہ کیا ہے۔

حاکم نے اس حدیث کو مستدرک (ج۱، ص ۳۰-۳۱) میں کئی طرق سے نقل کیا ہے اور اوزاعی سے بھی۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ائمہ کے درمیان متداول ہے۔ بخاری اور مسلم نے تمام راویوں کو حجت قرار دیا ہے لیکن تخریج نہیں کی جس کی وجہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ ذہبی نے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے اور کہا ہے کہ ''بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور کوئی علت نہیں ہے۔'' مزید تفصیل کے لیے دیکھیے مسند احمد پر احمد شاکر کا حاشیہ (ج ۱۰، ص ۱۶۷-۱۷۱)

۲۔ وہط مکے کے قریب ایک زرعی زمین کا نام ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندۂ مومن اس گھر میں تیری طرف رجوع ہو کر تیری زیارت کرے جو درحقیقت اپنے گناہوں اور لغزشوں سے بچ کر اور اجتناب کر کے آیا ہو تو اس کی دعا قبول فرما اور اس کی خطاؤں کو اس طرح معاف فرما دے جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔[۱]

۴۹

ہمیں خبر دی ابو محمد حسن بن علی بن احمد بن محمد بن بشار نیشا پوری نے بصرہ میں، ہم سے بیان کیا ابو بکر محمد بن احمد محمویہ عسکری نے، ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد قلانسی نے، ہم سے بیان کیا آدم بن ابی ایاس نے، ہم سے بیان کیا شعبہ نے [ح] اور بیان کیا ابو بکر برقانی نے، انھوں نے کہا: میں نے ابوالعباس بن حمدان پر قراءت کی، ہم سے بیان کیا حسن بن علی سعدی نے، ہم سے بیان کیا علی بن جعد نے، بتایا شعبہ نے ہم سے بیان کیا مغیرہ بن نعمان نے، انھوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر کو کہتے ہوئے سنا:

اہل کوفہ کا اس فرمان الٰہی میں اختلاف ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا۔ (النساء ۴: ۹۳) وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

میں ابن عباس کے پاس سفر کر کے گیا اور ان سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ اس میں کوئی بات منسوخ نہیں ہوئی ہے۔[۲]

یہ الفاظ آدم کی حدیث کے ہیں۔[۳]

۱۔ محمد بن مہاجر کی یہ سند جس سے خطیب نے عبداللہ بن عمرو کی حدیث کا یہ حصہ روایت کیا ہے، اس کا پہلا حصہ امام محمد نے التحذیر من شرب الخمر میں روایت کیا ہے۔ اور تیسرا، کہ..... اللہ نے انسانوں کو تاریکی میں پیدا فرمایا، نمبر ۵۴۶۸ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ ابن عباس کے فرمانے کا مفہوم یہ ہے کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہے اور یہ کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ یہ قول متعدد صحابہ سے منقول ہے اور اس کا مقصود سخت وعید اور شدید تہدید ہے، کیوں کہ جمہور فقہا کی رائے یہ ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قابل قبول ہے۔ اس لیے احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر بڑے سے بڑے گناہ گار کی بھی خالص توبہ مقبول ہے۔

۳۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے، بخاری نے انھی الفاظ کے ساتھ تفسیر سورہ نساء (ج ۶، ص ۴۷) میں اور مسلم نے بھی تفسیر (ج ۸، ص ۲۴۱، ۲۴۲) میں نقل کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۰

ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر حمیدی نے، ہم سے بیان کیا سفیان نے، ہم سے بیان کیا صالح بن صالح بن حی ہمذانی نے، جو ان کے دونوں بیٹوں علی اور حسن میں بہتر تھے یعنی علی دوسرے سے بہتر تھے۔ انھوں نے کہا:

ایک شخص شعبی کے پاس آیا۔ میں بھی وہیں تھا۔ اس نے کہا کہ اے ابوعمرو! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ''اگر کسی نے اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے اپنے بدنہ (قربانی کے جانور) پر سواری کر لی۔ شعبی نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے از والدِ خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین اشخاص ہیں جنھیں دوہرا اجر ملے گا، اہل کتاب کا وہ شخص جو آپ کی بعثت سے قبل مومن تھا[1] تو اس کے دو اجر ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پاس کوئی باندی تھی اس نے اسے بہت عمدہ تعلیم دی اور اچھا ادب سکھایا اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ وہ غلام جس نے اللہ کی بھی اطاعت کی اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کیا تو اس کے بھی۔ اسے بلا عوض لے لو۔ لوگ اس سے کم کے لیے مدینے کا سفر طے کر کے آتے ہیں۔[2]

۵۱

ہمیں خبر دی محمد بن حسین نے، بتایا عبداللہ نے، ہم سے بیان کیا یعقوب نے ہم سے بیان کیا ابوبکر نے، ہم سے بیان کیا ابوسفیان نے، انھوں نے کہا کہ میں نے عطا کو از عبداللہ بن عبید بن عمیر کو بیان کرتے ہوئے سنا (اور بسا اوقات سفیان نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے

۱۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، جیسا کہ دیگر روایات میں تصریح ہے۔

۲۔ یہ شعبی کا کلام ہے، بخاری اور مسلم نے اپنی روایات میں اس کی تصریح کی ہے۔ بخاری نے العلم (باب تعلیم الرجل امته او عبده، ج ۱ ص ۲۷) میں اور جہاد (باب فضل من اسلم من اهل الکتابین ج ۴، ص ۶۰) میں اور مسلم نے الایمان (باب وجوب الایمان بنبینا محمدؐ ج ۱، ص ۹۳) میں ذکر کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

از والد خود کہا یا نہیں کہا) کہا کہ ابن عمر سے کہا گیا:

ہم آپ کو استلام کرتے نہیں دیکھتے مگر ان دو رکنوں کو،[۱] انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں رکنوں کا استلام گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔''

سفیان کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث عطا نے بیان کی دراں حالے کہ وہ اور میں طواف میں تھے۔ کہا کہ گویا انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں اس پر زیادہ خوش نہیں ہوا ہوں، تو انھوں نے کہا کہ اے ابن عیینہ تمھیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے شعبی کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے کہا کہ اگر اس حدیث کے لیے اتنا اور اتنا سفر کیا جائے تو بھی اس کے مناسب ہے۔[۲]

۱۔ یعنی حجر اسود اور رکن یمانی اور استلام کے معنی چھونا، ہاتھ لگانا۔

۲۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ امام احمد نے (مسند ۵۸۵۴ میں) اسے سفیان کی سند سے اور عبد الرزاق کی سند سے (۵۶۲۱) مختصراً روایت کیا ہے۔ الطیالسی نے بھی اسے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے (ج ۱، ص ۲۱۵۔ منحۃ المعبود) اور ابن حبان نے موارد الظمآن میں (ص ۲۴۷)۔ دیکھیے الترغیب والترہیب، المنذری، (ج ۲، ص ۱۹۱) باب الترغیب فی الطواف۔

امام احمد نے اسے مسند (۴۴۶۲-۵۷۰۱) تفصیلاً نقل کیا ہے۔ ترمذی نے کتاب الحج کے آخر میں (ج ۳، ص ۱۸۰) اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے اور حاکم (ج ۱، ص ۴۸۹) نے کہا ہے کہ سند صحیح ہے۔ ذھبی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔

اس حدیث کے آخری الفاظ کما یتحات ورق الشجر (جس طرح درخت کے پتے گرتے ہیں) یہ حدیث میں غریب اضافہ ہے اور اس اضافے کو خطیب نے صرف اس سند سے بیان کیا ہے لیکن بہر حال یہ سند صحیح ہے لیکن علاوہ خطیب کے، کسی کے یہاں نہیں ہے۔ اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں اشکال یہ ہے کہ اسے عطا بن سائب سے روایت کیا گیا ہے جو آخر میں مختلط ہو گئے تھے اور ان کا حافظہ صحیح نہیں رہا تھا۔ لیکن محدثین نے صراحت کی ہے کہ ان سے قدیم سماع صحیح ہے (یعنی حافظہ متاثر ہونے سے پہلے جو حدیثیں سنائیں وہ صحیح ہیں) چنانچہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عطا ثقہ ہیں ثقہ ہیں، صالح ہیں۔ جنھوں نے ان سے ان کے حافظے کے متاثر ہونے سے پہلے سنا ہے، وہ صحیح ہے اور وہ ہر رات ختم کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بھی ان کے قدیم سماع کی ہے اس لیے اسے سفیان نے روایت کیا ہے اور سفیان نے ان سے ان کے حافظے کے متاثر ہونے کے بعد حدیث نہیں سنی ہے۔ اس لیے حدیث کی صحت ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب ھدی النبی فی الصلوات الخاصۃ حاشیہ ص ۱۷۰ نیز منہج النقد فی علوم الحدیث ۶، ص ۱۲۳-۱۲۶۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۲

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن رزق نے، بتایا عثمان بن احمد دقاق نے، ہم سے بیان کیا حنبل بن اسحاق نے، ہم سے بیان کیا ابراہیم بن نصر نے، ہم سے بیان کیا ابو اسماعیل مودب نے، از سعد بن اسحاق از ابان از حسن، انھوں نے کہا:

میں نے بصرہ سے کوفہ کعب بن عجرہ کی جانب سفر کیا اور میں نے پوچھا: ''جب تمھیں اذیٰ پہنچے تو تمھارا فدیہ کیا ہوگا۔ انھوں نے کہا ''ایک بکری۔''[۱]

۵۳

مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن سوذرجانی نے، ہم سے بیان کیا ابو بکر بن مقری نے، ہم سے بیان کیا ابو یعلیٰ موصلی نے، ہم سے بیان کیا محمد بن منہال اخو حجاج نے، ہم سے بیان کیا حماد بن

۱۔ اس حدیث کو ابن مردویہ نے بھی بہ سند سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ از ابان بن صالح از حسن تخریج کی ہے (تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص ۲۳۲) مگر یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ابو اسماعیل مودب صدوق ہے غریب حدیثیں بیان کرتا ہے ابراہیم بن نصر سوریانی کا ذکر ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں کیا ہے لیکن کوئی جرح نہیں کی ہے۔ حدیث کے حق میں واضح سبب بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ کعب بن عجرہ نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرے کا احرام باندھا۔ ان کے سر میں جوئیں ہوگئیں جن سے ان کو تکلیف ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ حلق کرالیں اور فدیہ دے دیں۔ اس بات میں یہ آیت نازل ہوئی: فمن کان منکم مریضا او به اذی من رأسه ففدية من صيام او صدقة او نسك۔ (البقرۃ ۲:۱۹۶) مگر جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر اپنا سر منڈوالے تو اسے چاہیے کہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

انھوں نے نسک (قربانی) کو پسند کیا اور بکری ذبح کر کے اس کا صدقہ کیا اور احرام کی حالت میں حلق رأس کا فدیہ دے دیا۔ کیوں کہ حلق احرام میں ممنوع ہے۔ دیکھیے ہماری کتاب الحج والعمرۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۱۵۱، ۱۳۶) کعب کی اصل حدیث متعارف ہے اور صحیح ہے بروایت ابن ابی لیلیٰ وعبداللہ بن معقل از کعب۔ بخاری نے الحج میں تخریج کی ہے (باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان به اذی ج ۴، ص ۲۰) اور ابو وائل کی سند سے از کعب نسائی کے یہاں (ج ۵، ص ۱۵۳-۱۵۴) اس کے سوا جتنے طرق ہیں وہ جرح سے خالی نہیں ہیں (ابن حجر: فتح الباری، ج ۴ ص ۹، ۱۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

زید از ابوایوب از ابوقلابہ[1] انھوں نے کہا:

میں مدینہ منورہ میں تین روز رہا، میری کوئی ضرورت نہیں تھی، سوائے ایک شخص کی آمد کے جس سے مجھے ایک حدیث پہنچی تھی، بعدازاں مجھے اطلاع ملی کہ وہ آنے والے ہیں، چنانچہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ وہ آئے اور مجھ سے وہ حدیث بیان کی"۔[2]

۵۴

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن رزق نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عمرو رَزّاز نے، ہم سے بیان کیا جعفر بن ہاشم نے، ہم سے بیان کیا علی بن بحر نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمان بن مہدی از حماد بن زید [ح] اور بتایا ابن رزق نے، بتایا عثمان بن احمد نے، ہم سے بیان کیا حنبل نے، ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن نے، از حماد از ایوب کہ انھوں نے کہا کہ ابوقلابہ نے کہا:

میں مدینے میں تین دن مقیم رہا اور اس کے سوا کوئی کام نہ تھا کہ ایک صاحب آئیں اور میں ان سے ایک حدیث سنوں۔[3]

۵۵

بتایا قاضی ابوبکر احمد بن حسن حرشی اور ابوسعید محمد بن موسیٰ صیرفی نے، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے، ہم سے بیان کیا عباس بن محمد دوری نے، ہم سے بیان کیا محمد بن مہلب حرانی نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن عمرو حرانی نے، ہم سے بیان کیا

۱۔ ابوقلابہ، عبداللہ بن زید جَرمی بصری امام اور زاہد تھے، انھیں منصب قضا کی دعوت دی گئی تو وہ غائب ہو گئے اور وطن سے چلے گئے، پھر دمشق کے قریب درایا کے مقام پر آئے۔ بہت عظیم القدر تھے، آزمائش میں مبتلا ہوئے اور ۱۰۴ھ میں وفات ہوئی جب کہ ہاتھ، پاؤں اور بصارت جاتے رہے تھے مگر وہ اس کے باوجود شکر کرتے رہتے۔

۲۔ دارمی نے اس حدیث کو اپنی سنن میں (الرحلة فی طلب العلم ج۱، ص۱۳۶) میں بیان کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۳۔ یہ طریق سند از عبدالرحمٰن بن مہدی ہے اسے رامہرمزی نے المحدث الفاصل (ص ۲۲۳) میں بیان کیا ہے اور اسی طرح حدیث ذکر کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

محمد بن فضیل نے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ نے کہا کہ میں نے عمارہ بن قعقاع سے ایک حدیث سنی جو انھوں نے ابراہیم سے ذکر کی، کہا:

عمارہ مکے گئے میں نے ایک گدھا کرایے پر لیا اور قادسیہ میں ان سے جاملا۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا از ابراہیم از علقمہ از عبداللہ کہ انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے نوجوان آتے تو آپ کے چہرے کا رنگ نہ بدلتا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے نوجوان آتے تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ہمیشہ آپ کی ایسی بات دیکھتے ہیں جو ہم پر گراں ہوتی ہے۔ آپ کے پاس قریش کے نوجوان آتے ہیں تو آپ کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا اور آپ کے پاس آپ کے گھر کے نوجوان آتے ہیں تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل کو اللہ نے آخرت کے لیے منتخب کیا ہے دنیا کے لیے نہیں اور میرے بعد تم شدید طور پر دھتکارے جاؤ گے اور نکالے جاؤ گے اور آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے۔[1]

۵۶

اس کو بتایا حسن بن ابی بکر نے بتایا مکرم بن احمد قاضی نے، ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن زیاد بن عبداللہ رازی مولیٰ بنی ہاشم نے، ہم سے بیان کیا عبدالمؤمن بن علی نے، ہم سے بیان کیا ابن فضیل نے، کہا کہ کہا مغیرہ بن مقسم نے، کہ میں نے عمارہ بن قعقاع سے حدیث سنی از ابراہیم از علقمہ از عبداللہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر کے نوجوانوں کو دیکھتے تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ کہا مغیرہ نے، کہ عمارہ مکے روانہ ہوئے تو میں نے ایک گدھا کرایے پر

۱۔ یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مہلب حرانی ہے۔ ابوعروبہ کہتے ہیں کہ یہ بہت حدیثیں گھڑا کرتا تھا (المغنی ۶۰۱۵) نیز دیکھیے لسان المیزان ج ۵، ص ۳۹۸ اور اس حدیث کی دوسری سند جو آگے آرہی ہے اس میں محمد بن ابراہیم بن زیاد ہے جسے حاکم نے ضعیف اور دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے (المغنی ۵۲۲۱) نیز دیکھیے لسان المیزان ج ۵ ص ۱۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیا اور قادسیہ پہنچ گیا۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا:
حدیث ابراہیم از علقمہ از عبداللہ از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ بولے ہاں۔
مجھ سے بیان کیا ابراہیم نے از علقمہ از عبداللہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل بیت کے نوجوانوں کو دیکھتے تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپؐ نے کہا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انھیں اللہ نے آخرت کے لیے منتخب فرمایا ہے اور ان کے لیے دنیا نہیں پسند فرمائی اور میرے بعد یہ دھتکارے جائیں گے اور نکالے جائیں گے۔ اور اس کے بعد طویل حدیث ذکر کی۔

۵۷

ہمیں خبر دی ابن الفضل نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے، ہم سے بیان کیا حیوہ بن شریح نے، ہم سے بیان کیا ولید بن مسلم از عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر از بسر بن عبیداللہ خضرمی نے، انھوں نے کہا:
میں ایک حدیث سننے کے لیے کسی شہر کا سفر کر کے جایا کرتا تھا۔[۱]

۵۸

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن علی دقاق نے، ہم سے بیان کیا احمد بن اسحاق نہاوندی نے، ہم سے بیان کیا حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد[۲] نے، ہم سے بیان کیا حسین بن بہان عسکری نے، ہم سے بیان کیا سہل بن عثمان نے، ہم سے بیان کیا زید بن حباب عکلی نے، از جعفر بن سلیمان از ابان بن ابی عیاش نے کہا کہ مجھ سے ابو معشر کوفی نے کہا:

۱۔ بسر بن عبداللہ تابعی ہیں ثقہ اور حافظ اور اہل مسجد میں سے ہیں۔ حدیث کی سند صحیح ہے لیکن اس میں ولید بن مسلم ہیں جو ثقہ اور ثبت تو ہیں لیکن وہ مدلس ہیں اور تدلیسِ تسویہ کرتے ہیں۔ اس حدیث کو اس سند سے دارمی (ج۱، ص:۱۳۶) نے نقل کیا ہے نیز ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ (ج۱،ص ۹۵) میں نقل کی ہے۔

۲۔ یہ امام رامہرمزی ہیں، انھوں نے یہ حدیث ان الفاظ اور اس سند سے المحدث الفاصل (ق ۱۷،۱۔ب۔ ص ۲۲۳) میں نقل کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک حدیث جو آپ سے مجھے پہنچی تھی میں اس کے لیے آپ کے پاس کوفہ سے بصرہ آیا ہوں۔

۵۹

ہم سے بیان کیا ابوالحسین محمد بن عبدالرحمٰن بن عثمان تمیمی نے، دمشق میں، بتایا قاضی ابوبکر یوسف بن قاسم بن یوسف میانجی نے، ہم سے بیان کیا ابوعبید محمد بن احمد ناقد نے، ہم سے بیان کیا ابویحیٰ محمد بن سعید عطار ضریر نے، کہا:

میں نے نصر بن حماد وراق کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم شعبہ[۱] کے دروازے پر بیٹھے ہوئے مذاکرہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا: "ہم سے بیان کیا اسرائیل نے از ابواسحاق از عبداللہ بن عطا از عقبہ بن عامر، کہا کہ ہم عہد نبوت میں باری باری اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ایک روز میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے اصحاب آپ کے گرد جمع تھے۔ میں نے آپ کو کہتے ہوئے

۱۔ شعبہ بن حجاج بن ورد، حجت، حافظ اور شیخ الاسلام ہیں، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ 'شعبہ بن حجاج حدیث میں امیر المومنین ہیں' ابوبکر بکراوی کہتے ہیں: میں نے کسی کو شعبہ سے زیادہ عابد نہیں دیکھا۔ حماد بن زید حافظ امام نے کہا: "اگر شعبہ کی رائے میری رائے سے مختلف ہو تو میں ان کی رائے کی اتباع کرتا ہوں کیوں کہ شعبہ ایک حدیث کو بیس مرتبہ سن کر بھی مطمئن نہیں ہوتے جب کہ میں ایک مرتبہ کے سماع پر مطمئن ہو جاتا ہوں۔"
اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ حدیث پر بہت زیادہ توجہ کرتے تھے اور حدیث اور راویان حدیث کی بہت زیادہ تحقیق کرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ طلب حدیث نے مجھے مفلس کر دیا یہاں تک کہ میں نے اپنی والدہ کا طست بھی سات دینار میں فروخت کر دیا تھا۔ شعبہ کا انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا۔
عقبہ بن عامر کی اس حدیث میں مذکور شعبہ کے سفر علمی کو خطیب نے الکفایۃ (ص ۴۰۰-۴۰۱) میں اور رامہرمزی نے المحدث الفاصل بین الراوی والواعی (ق ۳۵، ۳۶ب، ص ۳۱۳-۳۱۵) میں ذکر کیا ہے اور الحاکم نے المستدرک (ج۱، ص ۹۷) میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ لیکن یہاں خطیب کی روایت کے بعض الفاظ میں قلق (بے ترتیبی) ہے جو دوسری روایت سے دور ہو جاتی ہے۔ رامہرمزی کی مکمل روایت حسب ذیل ہے۔ امام حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا حسن بن مثنیٰ اور حسین بن بہان نے' کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن سعید غالب عطار نے، ہم سے بیان کیا نصر بن حماد نے، کہا کہ ہم شعبہ کے دروازے پر حدیث کا مذاکرہ کر رہے تھے، میں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا اسرائیل نے از ابواسحٰق از عبداللہ بن عطا از عقبہ بن عامر، کہا کہ ہم عہد نبوت میں باری باری اونٹ چرایا کرتے تھے۔ میں ایک روز آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ تشریف فرما تھے اور آپؐ کے گرد آپؐ کے صحابہ تھے، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد میں گیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور اللہ سے استغفار کیا تو اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔"
⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنا کہ ’’جس نے اچھی طرح وضو کیا بعد ازاں دو رکعت پڑھ کر اللہ سے مغفرت طلب کی اللہ اسے ضرور معاف فرمادے گا۔

میں نے کہا، خوب، بہت خوب۔ ایک صاحب نے مجھے پیچھے سے کھینچا میں ملتفت ہوا تو حضرت عمر بن الخطاب تھے انھوں نے کہا: ’’جو بات اس سے قبل [نبی علیہ السلام] نے

⇦ کہا کہ مجھے اپنے آپ پر قدرت نہیں رہی اور میں نے ’خوب خوب‘ کہا کہ کسی نے مجھے پیچھے سے کھینچا، میں متوجہ ہوا، دیکھا تو حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ انھوں نے کہا کہ اے ابن عامر! جو آپؐ نے اس سے قبل فرمایا تو وہ اور بھی اچھی بات تھی۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا فرمایا؟ کہا کہ آپؐ نے فرمایا کہ ’’جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اس کے لیے آٹھ دروازے جنت کے کھل جائیں گے جس دروازے سے چاہے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔‘‘ نصر بن حماد نے کہا کہ مجھے شعبہ نے [یہ کہتے] سنا، وہ میری طرف آئے اور مجھے تھپڑ مارا، اور اندر چلے گئے پھر باہر آئے اور پوچھا کہ یہ کیوں رو رہا ہے۔ اس پر عبد اللہ بن ادریس نے کہا کہ آپ نے ان کے ساتھ برا کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم نے سنا نہیں کہ یہ اسرائیل از ابو اسحاق از عبد اللہ بن عطا از عقبہ بن عامر حدیث بیان کر رہا ہے۔ اور میں (شعبہ) نے ابو اسحاق سے کہا کہ کیا عبد اللہ بن عطا نے عقبہ بن عامر سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ’’نہیں‘‘ اور غصہ ہو گئے۔ مسعر بن کدام بھی موجود تھے۔ مسعر نے مجھ سے کہا کہ تم نے شیخ کو غصہ دلا دیا۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا، یا وہ مجھے اس حدیث کی صحت بیان کر دیں گے یا میں ان کی حدیث کو ساقط کر دوں گا۔ مسعر نے کہا: عبد اللہ بن عطا مکہ میں ہے۔ میں (شعبہ) ان کے پاس سفر کر کے گیا، میرا حج کا ارادہ نہیں تھا بلکہ حدیث کا ارادہ تھا۔ میں عبد اللہ بن عطا سے ملا اور ان سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ مجھ سے یہ حدیث سعد بن ابراہیم نے بیان کی ہے۔

مالک بن انس نے مجھ سے کہا کہ سعد بن ابراہیم مدینے میں ہیں اور اس سال حج کو نہیں آئے، میں مدینے پہنچا اور سعد بن ابراہیم سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تمھارے ہی یہاں کی ہے اور مجھ سے زیاد بن مخراق نے بیان کی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ حدیث ہے کیا؟ پہلے یہ کوفی تھی پھر مکی بن گئی اور پھر مدنی بن گئی، پھر بصری بن گئی۔

غرض میں بصرہ پہنچا اور وہاں زیاد بن مخراق سے ملا اور ان سے استفسار کیا، انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تمھارے درجے کی نہیں ہے کیا تم اس حدیث کا ارادہ نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ ہاں ارادہ ہے، انھوں نے کہا کہ یہ حدیث مجھے شہر بن حوشب نے سنائی از ابو ریحانہ از عقبہ بن عامر کہا کہ جب اس نے (شعبہ نے) میرے سامنے شہر بن حوشب کا نام لیا تو میں نے کہا کہ اس حدیث نے مجھے تباہ کر دیا، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو میرے لیے میرے اہل و مال اور ساری دنیا سے بہتر ہوتی۔

ابوداؤد طیالسی نے اصل حدیث کی مختصراً تخریج کی ہے، بروایت شہر بن حوشب (منحة المعبود، ج۱، ص۴۹-۵۰) ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمائی وہ اس سے بھی بہتر تھی۔'' میں نے کہا'' وہ کیا؟'' انھوں نے کہا کہ'' آپؐ نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، تو اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

کہا [نصر بن حماد الوراق نے] کہ شعبہ باہر آئے اور انھوں نے مجھے تھپڑ مارا اور پھر اندر چلے گئے میں ایک جانب ہو گیا وہ پھر آئے اور کہا کہ یہ کیوں رو رہا ہے؟ اس پر ان سے عبداللہ بن ادریس نے کہا کہ آپ نے اس کے ساتھ برا کیا۔

شعبہ نے ان سے کہا: آپ دیکھیں کہ یہ کیا بیان کر رہے ہیں۔ ابواسحٰق نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی از عبداللہ بن عطا از عقبہ بن عامر۔ کہا: [یعنی شعبہ نے] '' میں نے ابواسحٰق سے پوچھا کہ یہ عبداللہ بن عطا کون ہیں؟'' کہا [یعنی شعبہ نے] کہ وہ غصے ہو گئے اور مسعر بن کدام بھی وہاں موجود تھے، میں نے ان سے کہا آپ یا اس حدیث کی صحت بیان کریں یا میں نے آپ سے سن کر جو لکھا ہے اسے پھاڑ دیتا ہوں [1] مسعر نے کہا کہ عبد اللہ بن عطا مکہ میں ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں مکہ پہنچا میرا حج کا ارادہ نہیں تھا، میرا مقصود یہ حدیث تھی، میں عبداللہ بن عطا سے ملا اور ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا ہے۔ مالک بن انس نے مجھ سے کہا کہ سعد مدینے میں ہیں اور اس سال انھوں نے حج نہیں کیا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ روانہ ہو گیا، سعد بن ابراہیم سے ملا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تمھارے یہاں کی ہے مجھ سے زیاد بن مخراق نے بیان کی ہے۔ شعبہ نے کہا کہ جب

⇨ امام ذہبی نے المیزان میں اس قصے سے عبداللہ بن عطا کے تدلیس کے وصف پر استدلال کیا ہے اور ان کی پیروی حافظ ابن حجر نے بھی کی ہے اور کہا ہے کہ'' صدوق ہے لیکن غلطی کرتا ہے اور تدلیس کرتا ہے۔'' لیکن ان کا یہ وصف متقدمین میں سے کسی نے نہیں بیان کیا اور یہ قصہ اس کی دلیل نہیں ہے، بلکہ درحقیقت تدلیس ان کے شاگرد سبیعی کی طرف سے ہوئی ہے کہ وہ مدلس تھے اور شعبہ تدلیس میں ان کی تدلیس کا پتہ لگاتے تھے اور اس حدیث میں ان کی مساعی قابل ستایش ہیں۔

۱۔ اس روایت کو خطیب نے الکفایہ ص ۴۰۰ میں بسند نقل کیا ہے اور ابونعیم اصفہانی نے بھی حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۴۸، میں نقل کیا، مگر دونوں میں یہ فقرہ موجود نہیں۔ (واسطی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے زیاد کا نام لیا تو میں نے کہا کہ یہ حدیث ہے کیا؟ کوفی سے مدنی بن گئی، پھر بصری ہوگئی۔ کہا کہ پھر میں بصرہ گیا اور زیاد بن مخراق سے ملا۔ ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ آپ کے کام کی نہیں۔ میں نے کہا کہ بیان تو کیجیے، کہا کہ مجھ سے بیان کیا شہر بن حوشب نے از ابوریحانہ از عقبہ بن عامر از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

شعبہ نے کہا کہ جب انھوں نے شَہر بن حوشب کا ذکر کیا تو میں نے کہا کہ اس حدیث نے مجھے تباہ کر دیا، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو میرے لیے میرے اہل و مال اور تمام لوگوں سے بہتر ہوتی۔[1]

٦٠

ابو یحییٰ نے کہا کہ ہمارے پاس مثنیٰ بن معاذ بن معاذ آئے۔ میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا کہ کیا بصرہ میں تمھارے پاس اس کی اصل ہے۔ انھوں نے کہا:

۱۔ شعبہ بن حجاج اس حدیث کی سند کے تتبع میں رہے اور شہر در شہر جاتے رہے یہاں تک کہ اس نتیجے پر پہنچے جس پر انھیں افسوس ہوا۔

لیکن اصلاً یہ حدیث صحیح ہے اور عقبہ بن عامر سے ایک اور سند سے منقول ہے جو صحیح ہے اور جسے مسلم نے اپنی صحیح میں (باب الذکر المستحب عقب الوضوء ج۱، ص ۱۴۴) میں ذکر کیا ہے۔ مسلم بن حجاج فرماتے ہیں کہ ''مجھ سے بیان کیا محمد بن حاتم بن میمون نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن مہدی نے، ہم سے بیان کیا معاویہ بن صالح نے، از ربیعہ بن یزید از ابوادریس خولانی از عقبہ بن عامر کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے ذمے اونٹوں کا چرانا تھا۔ میری باری آئی تو میں شام کو اونٹ لے کر واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور لوگوں سے باتیں فرما رہے ہیں۔ میں نے آپ کا یہ قول سنا کہ'' جو مسلمان خوب اچھی طرح وضو کرے پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھے اور پوری طرح اپنے قلب اور چہرے سے متوجہ ہو، اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ کہا کہ میں نے کہا کہ یہ کس قدر اچھی بات ہے۔ کسی نے کہا کہ جو اس سے قبل بات کہی وہ اس سے بھی عمدہ تھی میں نے دیکھا کہ یہ صاحب حضرت عمرؓ تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ تم ابھی آئے ہو، آپؐ نے فرمایا کہ: تم میں سے جو کوئی وضو کرے خوب پانی پہنچا کر اور اچھی طرح وضو کرے پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے۔''

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاں مجھ سے بیان کیا بشر بن مفضل نے از شعبہ اسی طرح۔[1]

٦١

ہمیں خبر دی ابو نعیم حافظ نے، بتایا ابو بکر محمد بن جعفر بن لیث واسطی نے، ہم سے بیان کیا اسلم بن سہل نے، مجھ سے بیان کیا عبد الحمید بن بیان نے، انھوں نے کہا کہ میں نے ہشیم کو کہتے ہوئے سنا:

میں ایک شہر[2] میں ہوتا اور مجھے معلوم ہوتا کہ دوسرے شہر میں کوئی حدیث ہے تو میں سفر کر کے جاتا اور سن کر واپس آتا۔

٦٢

ہم سے بیان کیا ابو القاسم سعید بن محمد حسن مروروذی نے صیدا میں، اپنے الفاظ میں بتایا احمد بن علی بن حسن بن اسحاق کشقائی نے زبید یمن میں، ہم سے بیان کیا احمد بن حسن بن اسحاق بن عتبہ ابو العباس رازی نے، ہم سے بیان کیا اسماعیل بن محمود نے، ہم سے بیان کیا محمود بن کیسان نے، ہم سے بیان کیا ہارون بن مغیرہ نے، از اسماعیل بن مسلم از حسن، کہا:
"ایک شخص کی دشمنی کے بدلے ایک ہزار لوگوں کی محبت نہ خریدو۔" ہارون نے کہا کہ "علی بن مبارک[3] میرے پاس آئے۔ سواری پر سوار تھے۔ مجھ سے اس حدیث کے

۱۔ یہ ایک اور سند ہے جس میں شعبہ کے سفر علمی کے بارے میں بشر بن مفضل کی نضر بن حماد سے متابعت موجود ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے اس قصے کو بشر کی سند سے الجرح والتعدیل کے مقدمے (۱٦۷) میں مختصراً ذکر کیا ہے۔ [مگر اس میں زیاد بن مخراق اور شہر بن حوشب کے درمیان ایک مجہول کا واسطہ ہے۔ یعنی قال حدثنی بعض اصحابنا عن شھر بن حوشب۔ (الجرح والتعدیل: ج۱، ص۱٦۷) واسطی]

۲۔ ان دو شہروں سے مراد بصرہ اور کوفہ ہے جن کے درمیان تقریباً ۳۵۰ کلومیٹر کی مسافت تھی۔

۳۔ امام، حافظ، شیخ الاسلام، فخر المجاہدین، قدوۃ الزاہدین عبد اللہ بن مبارک ابو عبد الرحمٰن حنظلی۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ تمام زندگی سفر حج، جہاد، طلب علم اور تجارت میں گزاری۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے زمانے میں ان سے زیادہ کوئی علم کا جویا نہیں تھا۔ ابو اسحاق فزاری نے کہا کہ ابن مبارک امام المسلمین ہیں۔ ابو اسامہ نے کہا کہ میں نے آفاق میں ابن مبارک سے زیادہ جویائے علم نہیں دیکھا اور وہ حدیث کے امیر المومنین تھے۔ ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

بارے میں پوچھا، میں نے بیان کردی۔ کہنے لگے: میں مرو سے اس حدیث کی خاطر سفر کر کے آیا ہوں۔

۶۳

ہم سے بیان کیا ابوبکر برقانی نے، بتایا عمر بن نوح بجلی نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر احمد بن بدر العزیز بن حماد مصری نے، ہم سے بیان کیا علی بن فضالہ صغدی نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر کلواذی نے، محمد بن رزق اللہ نے۔ اور بتایا ابوالقاسم عبید اللہ احمد بن عبدالاعلیٰ رقی نے، بتایا ابوالحسین عبداللہ بن قاسم بن سہل صواف نے موصل میں، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن زیاد نے، ہم سے بیان کیا محمد بن رزق اللہ کلواذی نے۔ الفاظِ حدیث برقانی کے ہیں۔ ہم سے بیان کیا زید بن حباب نے، ہم سے بیان کیا سفیان ثوری نے، از اسامہ بن زید از موسیٰ بن علی لخمی از والد خود از ابوقیس مولی عمرو از عمرو از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا:

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔ زید بن حباب[۱] نے کہا کہ جب میں سفیان ثوری کی مجلس سے اٹھنے لگا۔ تو مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ میں اسامہ کو زندہ مدینہ میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ چنانچہ میں سواری پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور اسامہ سے ملاقات کی۔ میں نے کہا کہ ایک حدیث ہے جو سفیان ثوری نے آپ کے توسط سے مجھ

⇦ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے احادیث سنیں اور ان میں سے ایک ہزار سے روایت کیں۔ وہ اپنے دور کے علوم میں امام تھے، فقیہ جلیل تھے، فقہ میں مسلک حنفی پر چلتے تھے اور ان کی تصانیف محدثین میں مشہور تھیں۔ ان کے مناقب جامع اور وسیع تھے۔

امام ذہبی نے کہا کہ میں ان سے محض رضائے الٰہی کے لیے محبت رکھتا ہوں اور اس محبت کے طفیل خیر کی توقع کرتا ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں تقویٰ، عبادت، اخلاص، جہاد، وسعت علم، اتقان، مواسات، فتوت اور بہت سی صفات حمیدہ سے بہرہ مند فرمایا تھا۔

۱۔ زید بن حباب ابوحسین عکلی کوفی زاہد، محدث، بہت سفر علمی کرنے والے۔ علی بن مدینی وغیرہ نے انھیں ثقہ کہا ہے اور احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ وہ صاحب حدیث تھے، بہت ذہین اور بہت علمی سفر کرنے والے اور فقر پر صبر کرنے والے تھے۔ ۲۰۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے بیان کی ہے از موسیٰ بن علی از والد خود از ابو قیس مولی از عمرو از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں'' مجھ سے بیان کیا ابن علی بن رباح لخمی نے از والد خود از ابو قیس مولیٰ عمرو از عمرو بن العاص از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپؐ نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔'' زید نے کہا کہ جب میں اسامہ کی مجلس سے اٹھنے لگا تو ایک صاحب نے بتایا کہ موسیٰ بن علی مصر میں زندہ ہیں۔ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر مصر پہنچا اور ان کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ ایک بوڑھے شخص گھوڑے پر سوار باہر آئے، اور کہا کہ تمھیں کوئی ضرورت ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ ایک حدیث ہے جو مجھ سے سفیان ثوری نے بیان کی ہے از اسامہ بن زید آپ کے توسط سے آپ کے والد سے از ابو قیس مولیٰ عمرو از عمرو از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔'' انھوں نے کہا: جی ہاں، مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، از ابو قیس مولیٰ عمرو، از عمرو بن العاص کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحر کا کھانا ہے۔''[1]

۶۴

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن علی دقاق نے، ہم سے بیان کیا احمد بن اسحٰق نہاوندی نے، ہم سے بیان کیا حسن بن عبد الرحمٰن[2] نے، ہم سے بیان کیا عمر بن اسحاق شیرازی نے، ہم سے بیان

۱۔ عمرو بن العاص کے اس متن کو مسلم نے الصوم (ج ۳، ص ۱۳۸) میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کھانا ہے۔ اسی طرح ابو داؤد نے توکید السحور (ج ۲، ص ۳۰۲-۳۰۳) میں، ترمذی نے فضل السحور (ج ۱، ص ۱۳۶) میں اور نسائی نے (۴: ۱۲۰) بھی نقل کی ہے۔

۲۔ یہ امام رامہرمزی ہیں۔ ان کے سفر علمی کی روایت ان کی کتاب المحدث الفاصل (ق ۱۳۔ ص ۲۱۴-۲۱۵) میں دیکھیے۔ محمد بن اسحاق بکائی نے کہا اور ہم سے بیان کیا قبیصہ نے ہم سے بیان کیا عمر بن اسحاق شیرازی نے آخر تک۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا ابو جعفر تمار نے، کہ میں نے سنا کہ شاذ کونی[1] نے کہا:

میں بیس سے زائد مرتبہ کوفہ گیا اور حدیث لکھنے کے لیے گیا۔ حفص بن غیاث کے پاس آیا اور ان کی حدیثیں لکھیں۔ جب میں بصرہ واپس آیا اور بُنانہ[2] میں گیا کہ مجھ سے ابن ابی خدویہ نے ملاقات کی اور کہا کہ اے سلیمان! تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: کوفہ سے۔ انھوں نے پوچھا: کس کی حدیثیں لکھی ہیں؟ میں نے کہا کہ حفص بن غیاث کی۔ انھوں نے کہا کہ اس کی ساری حدیثیں لکھ لی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم نے ان سے یہ حدیث تحریر کی کہ از جعفر بن محمد از والد خود از ابوسعید خدری از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹا تازہ مینڈھا قربانی کیا جو سیاہی میں کھاتا، سیاہی میں دیکھتا، اور سیاہی میں چلتا تھا؟[3] میں نے کہا نہیں، کہا تمھاری آنکھ آسودہ نہ ہو تم کوفہ میں کیا کر رہے تھے؟ میں نے اپنا باہر کا راستہ نرسین[4] سے بنایا، کوفہ پہنچ گیا اور حفص کے پاس آیا۔ وہ بولے کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: بصرہ سے۔ پوچھا: کیوں واپس آئے ہو؟ میں نے کہا: ابن ابی خدویہ نے مجھے آپ کی

۱۔ سلیمان بن داؤد شاذ کونی حافظ، مشہور، لیکن واہی (کمزور) صالح جزرۃ حافظ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا لیکن وہ حدیث میں جھوٹ بولتے تھے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ میں نے ان کے جھوٹ کا تجربہ کیا ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ میں نے عبدان سے ان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ تہمت سے بالاتر ہے صرف یہ کہ ان کی تحریریں ضائع ہو گئیں تو وہ یادداشت سے بیان کرنے لگے۔ یعنی اس طرح غلطیاں ہوئیں اور وہ سوئے حفظ کی وجہ سے واہی (کمزور) ہوئے کذب کی وجہ سے نہیں۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، ۴۸۸-۴۸۹ اور المغنی فی الضعفاء رقم ۲۵۸۱۔

۲۔ بنانہ بصرہ کا ایک قدیم محلّہ ہے۔ جو بنو بنانہ نے بنایا تھا اور انھی کی جانب منسوب ہے اور بنو بنانہ مشہور تابعی امام، زاہد، حافظ، ثابت البنانی کی جانب منسوب ہیں جو حضرت انس کے خادم تھے۔" معجم البلدان ج ۱ ص ۴۹۷ میں ہے کہ ثابت بن اسلم البصری البنانی اس محلے کی طرف منسوب ہیں، نہ کہ محلّہ اور قبیلہ اس کی طرف۔ بنانہ سعد بن لوی کی لونڈی تھی۔ (واسطی)

۳۔ یعنی آپ نے بہت صحت مند اور خوب صورت مینڈھا پسند فرمایا، جس کی آنکھوں کی جگہ سیاہی تھی، منہ سیاہ تھا اور ٹانگیں سیاہ تھیں۔

۴۔ کوفہ کے نواح میں فرات سے نکالی ہوئی ایک نہر جو نرسی بن بہرام سے منسوب ہے۔ (معجم البلدان: ج ۵، ص ۲۸۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مروی یہ حدیث یاد دلائی۔ یہ سن کر انھوں نے وہ حدیث بیان کی، اور میں سن کر کوفہ آ گیا کیوں کہ میرا اس حدیث کے سننے کے سوا کوفہ میں کوئی اور کام نہ تھا۔[۱]

۶۵

ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن عبدالواحد بن محمد بن جعفر نے، بتایا طاہر بن محمد بن سہلویہ نیشاپوری نے، ہم سے بیان کیا ابو حامد احمد بن شرقی نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن بشر نے، ہم سے بیان کیا مالک بن سعیر بن خمس تمیمی نے، ہم سے بیان کیا اعمش نے از عبدالملک بن عمیر اور مسیب بن رافع از ورّاد۔ انھوں نے کہا کہ مجھے مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے معاویہ کے نام خط لکھوایا (اور مرّہ کہتے ہیں کہ یہ خط انھوں نے خود معاویہ کو لکھا)۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جب نماز ختم فرماتے تو کہتے:

لَاإِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ [۲]

طاہر نے کہا کہ میں نے ابو حامد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے صالح جزرہ [۳] سے سنا کہ

۱۔ ابو سعید کی حدیث اس سند سے غریب ہے، اسی لیے شاذکونی نے اس کی وجہ سے سفر علمی کیا۔ ترمذی نے شاذکونی کے علاوہ سند سے باب مایستحب من الاضاحی (طبع ہند، ج ۱، ص ۱۸۱) میں نقل کی ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور طبع بولاق (ج:۱، ص: ۲۸۳) میں ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور یہ حدیث ہمیں صرف حفص بن غیاث کے توسط سے معلوم ہے۔ نسائی (ج ۷، ص ۱۸۴-۱۸۵) اور ابن ماجہ (ص ۱۰۴۶- رقم ۳۱۲۸) میں بیان کی ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی یہ حدیث مشہور ہے، مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے (ج ۶، ص ۷۸) اور ابوداؤد نے باب مایستحب من الضحایا (ج ۳، ص ۹۴) میں بیان کی ہے۔

۲۔ متن میں حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری نے باب الذکر بعد الصلاۃ (ج ۱، ص ۱۶۴) میں اور متعدد مقامات پر نقل کی ہے۔ اور مسلم نے باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ (ج ۲، ص ۹۵) میں درج کی ہے۔

۳۔ حافظ، علامہ، ثبت، ابو علی صالح بن محمد بن عمرو اسدی بغدادی نزیل بخارا۔ ۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے، ۲۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ جزرہ ان کا لقب ہے۔ ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے کہا کہ میں اس حدیث کی بنا پر خراسان پہنچا یعنی حدیثِ اعمش از عبد الملک بن عمیر و مسیب بن رافع۔

۶۶

بتایا احمد بن جعفر قطیعی نے، بتایا ابو المفضل محمد بن عبد اللہ کوفی نے، ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن ابی سفیان شعرانی نے، ہم سے بیان کیا ابراہیم بن سعید جوہری نے، ہم سے بیان کیا یحییٰ بن حسان نے، ہم سے بیان کیا عبد الرحمٰن بن مہدی نے، ہم سے بیان کیا یحییٰ بن سعید قطان نے، ہم سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے، از عمر بن دینار از جابر بن عبد اللہ۔ انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: وتعزروہ [1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا "اس کا کیا مطلب ہے؟" ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لتنصروہ۔[2]

ابو محمد بن ابی سفیان نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم بن سعید سے بغداد میں سنی۔ پھر یہ حدیث انھوں نے شام میں بیان کی۔ وہ ثغر (سرحدی علاقہ) میں پہنچے تو میں بھی ان کے پیچھے عین زربہ [3] پہنچا

⇐ دار قطنی کہتے ہیں: ثقہ، حافظ اور عارف تھے۔ ابوسعد ادریسی نے کہا کہ صالح کے زمانے میں عراق اور خراسان میں ان کے حفظ کی کوئی مثال نہیں تھی۔ ماوراء النہر گئے۔ وہاں ایک مدت تک اپنے حفظ سے بیان کیا اور کوئی خطا نہیں کی۔ ابن عدی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ جزرہ لقب کی وجہ یہ ہوئی، جیسا کہ ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے عبد اللہ بن بسر سے ایک حدیث سنی کہ وہ خرزہ پر جھاڑا کرتے تھے، انھوں نے اس کو خرزہ کے بجائے جزرہ پڑھا۔ پرمزاح و لطافت کے مالک تھے، ان کے کئی لطائف بھی منقول ہیں۔ علوم الحدیث لابن الصلاح، ص ۳۰۸ اور تذکرۃ الحفاظ، ص ۶۴۱-۶۴۲۔

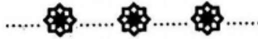
۱۔ سورہ الفتح کی آیت نمبر ۹ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ

۲۔ اور اس کا ساتھ دو (مترجم)

۳۔ عین زربیٰ اور عین زربہ قاموس اور تاج العروس نے ہر دو طرح بیان کیا ہے سرحدی علاقہ ثغر میں مصیصہ کے نواحی میں ایک شہر ہے۔ (معجم البلدان، ج ۴، ص ۱۷۷) جب کہ مصیصہ شام کی سرحد پر جیحون کی کنارے انطاکیہ اور بلاد روم کے درمیان ایک شہر ہے اور اس جگہ مسلمان سرحدی چوکی اور دفاعی انتظامات رکھا کرتے تھے۔ (معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۴۵) دیکھیے مراصد الاطلاع

toobaa-elibrary.blogspot.com

جہاں وہ ۵۴۳ھ میں میرے دوسرے سفرِ علمی کے دوران تھے، میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے کئی مرتبہ مجھے لوٹایا جیسا کہ پہلے میں ذکر کر چکا ہوں اور اسی سال ان کا انتقال ہوا۔ ابو محمد نے کہا جہاں تک مجھے علم ہے آج یہ حدیث کسی کے پاس نہیں ہے۔[۱]



۱۔ یہ حدیث اس سند سے مرفوع غریب ہے اور اس روایت سے متعدد سندوں سے متعارف ہے اور کلام تابعین میں سے ہے اور موقوف ہے چنانچہ ابن جریر نے اسے قتادہ اور عکرمہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔
(دیکھیے تفسیر الطبری، ج ۲۶، ص ۷۴، الحلبی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سفرِ حسرت

ان محدثین کا ذکر جو علو سند کے لیے کسی شیخ کے پاس پہنچے لیکن ملاقات سے قبل ہی شیخ کا انتقال ہو گیا۔

۶۷

ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن مسلمہ نے، ہم سے بیان کیا ابن لہیعہ از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از صنابحی[1] کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کب ہجرت کی تو انھوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میں جحفہ پہنچا تو ایک صاحب ملے، میں نے ان سے کہا کہ ابو عبداللہ! کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا کہ قسم بخدا، بہت اہم خبر ہے ہم نے کل صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا ہے۔

۶۸

ہمیں خبر دی عبداللہ بن احمد بن علی سوذرجانی نے، بتایا ابوبکر بن مقری نے، ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن علی بن بحر نے، ہم سے بیان کیا ابو جعفر عمر بن علی نے، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن نمیر نے، ہم سے بیان کیا محمد بن اسحٰق نے از یزید بن حبیب از مرثد بن عبداللہ از عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی کہ انھوں نے کہا:

۱۔ صنابحی، عبدالرحمٰن بن عسیلہ، کبار تابعین میں سے ہیں اور مخضرم ہیں، عہد نبوتؐ ہی میں مسلمان ہو کر ہجرت کی، جب جحفہ پہنچے تو آنحضرتؐ کی وفات کی اطلاع ملی، یہ خبر انھیں وفات سے پانچ رات بعد پہنچی۔ عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں انتقال ہوا۔ ایک جماعت نے ان کی احادیث کو قابل احتجاج قرار دیا ہے۔ دیکھیے الاستیعاب، ج ۲، ص ۴۱۸۔ اسد الغابۃ ج ۳، ص ۳۱۰ اور الاصابہ، ج ۳، ص ۹۳۔

صنابحی کے اس سفر کی خطیب کی تخریج کردہ حدیث سے محدثین نے ان کے مخضرم ہونے پر استدلال کیا ہے۔ دیکھیے۔ تنبیہ الطالب المعلم بمن قیل انہ مخضرم، ص ۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا، میں ابھی جحفہ پہنچا تھا کہ آپ کی رحلت کی اطلاع پہنچی۔

۶۹

اور کہا کہ ہم سے بیان کیا عمرو بن علی نے، کہا کہ میں نے ابن داؤد کو کہتے ہوئے سنا کہ بتایا یحییٰ بن مسلم اخوضحاک نے از زید بن وہب[1] کہ انھوں نے کہا:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ میں ابھی سفر میں تھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

۷۰

ہمیں خبر دی احمد بن عبداللہ بن حسین محاملی نے، بتایا محمد بن محمد بن مالک اسکافی نے، ہم سے بیان کیا۔ ابوالاحوص محمد بن ہیثم بن حماد قاضی نے، کہا کہ محمد بن کثیر کو کہتے ہوئے سنا کہ اوزاعی[2] نے کہا:

۱۔ زید بن وہب جہینی مخضرم ہیں، اور ثقہ ہیں، ۸۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔ ایک جماعت (محدثین) نے ان کی مرویات کو قابل حجت قرار دیا ہے۔ اور ابن حزم نے المحلیٰ (فی صفة الصلاة ج ۳، ص ۲۴۵) میں ان کے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ زید بن وہب صحابی ہیں اگر ابن مسعود ان کی (مروی حدیث کی) مخالفت کریں تو دونوں حجت نہ ہوں گی!!! ابن حزم کا یہ قول بڑا عجیب ہے کہ انھوں نے دونوں کو مساوی قرار دیا اور ایک تابعی کو جلیل القدر صحابی کے برابر کر دیا اور زید کو صحابی قرار دیا حالاں کہ وہ صحابی نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں خطیب کی مروی اس روایت سے زید کی عدم صحابیت پر استدلال کیا ہے اور ابن حجر کے علاوہ محدثین نے بھی یہی کہا ہے۔ دیکھیے: الاستیعاب، ج ۱، ص ۵۴۴۔، اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۴۳۔ الاصابہ، ج ۱ ص ۵۸۳۔ تنبیه الطالب المعلم بمن قیل انه مخضرم ص ۱۱۔

۲۔ اوزاعی، امام عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد حافظ، شیخ الاسلام، ۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ولید بن فرید نے کہا کہ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ یتیم و فقیر والدہ کے زیر کفالت تربیت پائی۔ اور والدہ نے ایسی تربیت کی کہ بادشاہ بھی ایسی تربیت سے عاجز ہیں۔ بعد میں ان کی والدہ انھیں لے کر بیروت چلی گئیں۔ انھوں نے علم حاصل کیا اور حصول علم کے لیے ہر جگہ سفر کیے اور بڑے بڑے تابعین سے سنا مثلاً عطا بن ابی رباح، قاسم بن مخیمرہ، ربیعہ بن یزید، زھری اور محمد بن ابراہیم تیمی وغیرہ۔ ⇦

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں حسن اور ابن سیرین سے ملاقات کے لیے روانہ ہوا، تو حسن کا انتقال ہو گیا اور محمد بن سیرین بیمار تھے، ہم ان کی عیادت کو گئے اور وہ کچھ دن بعد انتقال کر گئے۔

⇦ ان سے شعبہ بن حجاج، عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن قطان نے روایت کی ہے اور کتب ستہ (صحاح ستہ) میں ان کی مرویات قابل احتجاج ہیں۔ وہ سنت کے متبع اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ عبداللہ بن علی، سفاح عباسی کے چچا نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ بنی امیہ کے خون کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیں، مگر انھوں نے انکار کیا اور اس جبار کی تخویف اور دہشت کی پرواہ نہیں کی۔ ولید بن فرید نے کہا کہ جو فاضلانہ بات فرماتے وہ ایسی بلند پایہ ہوتی کہ لوگ خود انھی سے اس کی وضاحت چاہتے، وہ کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے اور جب کسی مجلس میں معاد [آخرت] کا ذکر کرتے تو ہر شخص رو رہا ہوتا۔ اسماعیل بن عیاش نے کہا کہ میں نے ۱۴۰ھ میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اب اوزاعی امت کے عالم ہیں۔ خریبی نے کہا کہ اوزاعی اپنے دور میں سب سے افضل ہیں اور حاکم نے کہا کہ اوزاعی بالخصوص شام کے اور بالعموم اپنے پورے دور کے امام ہیں۔ اوزاعی اپنے دور کے بڑے ائمہ مجتہدین فقہ میں سے ایک تھے۔ ان کے مسلک پر عمل ہوتا اور اس کی اتباع کی جاتی۔ خلیلی نے کہا کہ انھوں نے فقہ کے اسی (۸۰) [اسی ہزار کما فی التھذیب (واسطی)] مسائل کا اپنے حافظے سے جواب دیا۔ ذہبی نے کہا کہ اہل شام اور پھر اہل اندلس اوزاعی کے مسلک پر ایک عرصے تک قائم رہے، پھر اس مسلک کے جاننے والے ختم ہو گئے اور صرف کتب اختلاف میں اس کا ذکر باقی رہ گیا۔ السیوطی، تدریب الراوی (ص ۵۱۴) میں لکھتے ہیں کہ جن مسالک کی اتباع ہوئی ان میں سے ایک اوزاعی کا بھی مسلک تھا۔ شام میں دو سو برس ان کے مقلدین موجود رہے اور ان کا بیروت میں ۱۵۷ھ میں انتقال ہوا۔ کتب اختلاف کے علاوہ اوزاعی کے مسلک کا ایک اور مرجع ہے۔ یعنی امام ترمذی کی سنن کہ اس میں امام ترمذی عمل بالحدیث میں علما کے مسالک کے ضمن میں اوزاعی کا مسلک بھی بیان کیا ہے۔ اوزاعی کا مقام اتنا بلند تھا کہ انھیں منصب خلافت کا بھی اہل سمجھا گیا جیسا کہ ذہبی نے ذکر کیا ہے اور ابو اسحٰق فزاری نے کہا ہے کہ اگر تمھیں امت کے لیے کسی کو منتخب کرنے کا اختیار ملے تو اوزاعی کو منتخب کرو۔ لیکن اوزاعی سیاست سے کنارہ کش اور مناصب سے دور تھے بلکہ وہ دنیا سے زہد اختیار کیے ہوئے تھے۔ انھیں قضا کی پیش کش ہوئی۔ انھوں نے انکار کر دیا اور جب وفات ہوئی تو صرف چھے دینار چھوڑے۔ اوزاعی صاحب حکم اور مآثر تھے۔ ان کے چند اقوال یہ ہیں: ”سلف کے نقش قدم پر چلو اگرچہ لوگ تمھیں رد کر دیں، لوگوں کی رائے سے بچو خواہ وہ اسے کتنا ہی مزین کریں کیوں کہ طریق مستقیم پر قائم رہو گے تو معاملہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔“ اس قول میں رائے سے اوزاعی کی مراد وہ رائے مجرد ہے جس میں دلیل شرعی موجود نہ ہو۔ اور ان کا قول یہ ہے: ”پانچ امور کی صحابہ اور تابعین پابندی کرتے تھے: لزوم جماعت، اتباع سنت، عمارت مسجد، تلاوت اور جہاد۔“ اوزاعی شاذ آرا پر بڑی شدت سے متنبہ کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: ”جس نے علما کے نوادر اختیار کیے وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔“ ولید بن فرید نے کہا کہ میں نے اوزاعی کو کہتے ہوئے سنا کہ ”تباہی ہو ان فقہ کے اختیار کرنے والوں کے لیے جو عابد نہیں ہیں اور تباہی ہو ان لوگوں کے لیے جو شبہات پر محرمات کو حلال کر دیتے ہیں۔“ ⇨

۷۱

بتایا ابن الفضل نے، بتایا عبداللہ بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا یعقوب نے، کہا احمد بن حنبل نے ہم سے بیان کیا عفان نے، ہم سے بیان کیا حماد بن سلمہ[1] نے، انھوں نے کہا:

میں مکہ آیا۔ اس وقت عطاء ن ابی رباح زندہ تھے۔ میں نے کہا کہ جب میں افطار کرلوں گا تب ان کے پاس جاؤں گا تو اسی رمضان کو ان کا انتقال ہو گیا۔ ابن ابی لیلیٰ ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ عمارہ بن میمون نے کہا کہ قیس بن سعد کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ یہ عطاء سے زیادہ فقیہ ہیں۔

۷۲

ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن عمر نرسی نے، بتایا محمد بن عبداللہ شافعی نے، ہم سے بیان کیا ہشیم بن

⇐ نماز میں خشوع کے بارے میں ان سے استفسار کیا گیا تو انھوں نے کہا: "نگاہیں نیچی رکھنا، پہلو جھکائے رکھنا، اور دل نرم اور غم گین ہونا۔" امام اوزاعی کے فضائل ومناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے جمع کرنے کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ دیکھیے تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۷۸-۱۸۳ تهذيب التهذيب، ج ۶، ص ۲۳۸-۲۴۲۔ [یہ بحث سیر الاعلام النبلا، ج ۷، ص ۱۰۷ سے ماخوذ ہے۔ (واسطی)]

۱۔ حماد بن سلمہ بن دینار، ابوسلمہ ربعی، بنو ربیعہ کے مولیٰ، بصری، نحوی، محدث، امام، حافظ، شیخ الاسلام۔ وہیب نے کہا کہ حماد بن سلمہ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا "حماد بن سلمہ، ثابت البنانی کی مرویات کے سب سے زیادہ جاننے والے اور حمید کی مرویات میں سب سے زیادہ ثبت ہیں۔" [یہ قول ابوطالب کا بھی ہے، جو ایک راوی ہے، اَولیٰ حمید الطول ہے۔ (واسطی)] عفان نے کہا: "میں نے ان سے زیادہ کسی کو خیر کی مواظبت کرنے والا، قرآن پڑھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا نہیں دیکھا۔" عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ اگر حماد بن سلمہ سے کہا جاتا کہ آپ کل مرنے والے ہیں تو انھیں اپنے اعمال میں اضافہ نہ کرنا پڑتا۔" شہاب بن معمر نے کہا "حماد بن سلمہ کا شمار ابدال میں ہے۔" امام ذہبی فرماتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ابن ابی عروبہ کے ساتھ تصانیف کیں۔ وہ عربی کے ماہر، فقیہ، فصیح اور صاحب سنت تھے۔ ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں جن کا بیان باعث طوالت ہوگا، اسی [۸۰] برس کے قریب عمر میں ۱۶۷ھ میں انتقال ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مجاہد نے، ہم سے بیان کیا عباس بن یزید[1] نے، انھوں نے کہا: یزید بن زریع کا ۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ اور میں اپنے والد کے ساتھ ابو اسحٰق ہمدانی سے ملاقات کے لیے کوفہ پہنچا تو وہاں ان کا جنازہ ملا۔

۴۳

بتایا قاضی ابوبکر احمد بن حسن حرشی نے، ہم سے بیان کیا ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نے، ہم سے بیان کیا خضر بن ابان ہاشمی نے کوفہ میں، کہا کہ میں نے علی بن عاصم[2] کو کہتے ہوئے سنا:

میں اور ہشیم منصور سے ملاقات کے لیے واسط سے کوفے گئے۔ جب میں واسط سے نکلا تو چند فرسخ ہی چلا تھا کہ مجھے ابو معاویہ یا کوئی اور صاحب ملے۔ میں نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: مجھ پر قرض ہے، اس کے لیے فکر مند ہوں۔ میں نے کہا کہ میرے ساتھ چلیں میرے پاس چار ہزار درہم ہیں، دو ہزار میں آپ کو دے دوں گا، چنانچہ میں نے واپس آ کر ان کو دو ہزار دے دیے۔ اس کے بعد میں پھر روانہ ہوا۔ تو ہشیم صبح کوفہ پہنچ چکے تھے۔ میں شام کو پہنچا۔ ہشیم نے منصور سے چالیس حدیثیں سن

۱۔ عباس بن یزید بحرانی، حافظ، قاضی۔ ان اصحاب میں سے ایک ہیں جنھوں نے علو حدیث اور معرفت حدیث کو جمع کیا۔ ان کا لقب عباسویہ ہے اور عبدی [کے نام] سے متعارف ہیں۔ دار قطنی نے کہا کہ ثقہ اور مامون ہیں۔ دار قطنی نے ہی کہا کہ ان پر کلام بھی ہوا ہے۔ سمعانی نے کہا کہ ثقہ مامون ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ ہمارے یہاں ان کی جگہ صدق ہے۔ مسلمہ بن قاسم نے انھیں ضعیف کہا ہے اور سبب تضعیف یہ ہے کہ انھوں نے یزید بن زریع سے روایت کی ہے جو مختلط ہو گئے تھے۔ صرف ابن ماجہ نے ان کی روایت ذکر کی ہے۔ ۲۵۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۲۔ علی بن عاصم بن صہیب، محمد بن ابی بکر الصدیق کی رشتہ دار [محمد بن ابی بکر الصدیق کی بیٹی قریبہ۔ (واسطی)] کے مولیٰ، حافظِ مسندِ عراق۔ ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے، بہت سے اساتذہ سے احادیث سنیں اور سفرِ علمی کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ میرے والد نے مجھے ایک لاکھ درہم دیے اور کہا کہ جب ایک لاکھ احادیث یاد کر لو تب میرے پاس آنا۔ [ایک روایت میں ہے: میرے والد نے مجھے ایک لاکھ درہم دیے تو میں ان کے پاس ایک لاکھ حدیث لے کر آیا۔ کمافی التہذیب ج ۷، ص ۳۴۵۔ (واسطی)] ابن شیبہ کہتے ہیں کہ وہ صاحبِ دین صلار؟ اور خیرِ بارع تھے۔ "یحییٰ بن جعفر بیکندی نے کہا: "علی بن عاصم کے پاس تیس ہزار مرویات تھیں۔" لیکن اس فضل کے باوجود، بقول ابن ابی شیبہ ان کے اوپر کثرت غلط کا الزام عائد ہوگا۔ وکیع نے کہا: "ہم ان کی نیکی سے آشنا تھے۔ اب ان کی صحیح مرویات اخذ کی جائیں اور جن میں غلطی ہوئی ہے انھیں ترک کر دیا جائے"۔ ۲۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے ان سے تخریج کی ہے۔ [شعبہ، یحییٰ، خالد الحذاء، عمرو بن علی، بخاری، ابوزرعہ اور ابوحاتم نے اس پر جرح کی ہے۔ (واسطی)]

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیں، میں حمام چلا گیا۔ اگلے روز جب منصور کے دروازے پر پہنچا تو ان کا جنازہ آرہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ منصور انتقال کر گئے۔ میں رونے بیٹھ گیا۔ وہاں ایک شیخ نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا: ''میں تو اس لیے آیا تھا کہ اس شیخ سے حدیث سنوں گا لیکن ان کا انتقال ہوگیا۔'' وہ بولے میں تمھیں وہ صاحب بتلا دیتا ہوں جنھوں نے ان کی ماں کی شادی میں شرکت کی تھی۔ میں نے کہا: ہاں، انھوں نے کہا کہ لکھو، مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے از ابن عباس۔

میں ان سے ایک ماہ تک لکھتا رہا پھر میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آپ ایک ماہ سے مجھ سے روایات لکھ رہے ہیں اور آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں حصین بن عبدالرحمٰن ہوں، میری اور ابن عباس کی ملاقات میں سات یا نو درہم حائل رہے۔[1] طریقہ یہ تھا کہ عکرمہ ابن عباس سے سنتے، اور مجھ سے آکر بیان کرتے۔

۴۷

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن رزق اور محمد بن حسین بن فضل نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں بتایا دعلج بن احمد نے، ہم سے بیان کیا احمد بن علی ابار نے، ہم سے بیان کیا ابوعبیداللہ نے، از ابن وہب[2] کہا:

۱۔ یعنی وہ غلام تھے۔ انھوں نے اپنی آزادی کے لیے مکاتبت کا معاملہ کیا ہوا تھا تاکہ آزاد ہو کر حصول علم میں لگ جائیں، لیکن وہ اپنے کاموں کی وجہ سے حضرت ابن عباس سے نہیں مل سکے اور جب معاملہ مکاتبت قریب اختتام آیا اور چند درہم باقی رہ گئے تو حضرت ابن عباس انتقال کر گئے۔

۲۔ یہ عبداللہ بن وہب بن مسلم ابومحمد مصری ہیں، جو فقیہ، حافظ اور ائمہ اعلام میں سے ہیں۔ ۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ طلب علم اور سفر علمی میں مصروف رہے۔ ثقہ، حجۃ، حافظ اور مجتہد تھے۔ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، عابد و زاہد تھے۔ احمد بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا۔ انھوں نے ایک لاکھ حدیثیں بیان کیں۔ سحنون کہتے ہیں کہ ابن وہب کی زندگی تین حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک تہائی رباط (جہاد) میں، ایک تہائی تعلیم میں، اور ایک تہائی حج میں۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے چھتیس حج کیے۔ امام مالک انھیں لکھتے کہ عبداللہ مفتی اہل مصر کے نام، اور یہ لقب انھوں نے کسی کو نہیں لکھا۔

بہت زیادہ خشوع کے مالک تھے، جو سلف کا خاصا تھا۔ خالد بن خداش کہتے ہیں ''علی بن وہب کے سامنے ان کی اھوال قیامت پڑھی گئی تو وہ غش کھا گئے۔ اور بات نہیں کی اور چند روز بعد انتقال ہوگیا''۔ ۱۹۷ھ میں انتقال ہوا اور ایک جماعت محدثین نے ان سے احتجاج کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں مسجد میں داخل ہوا، لوگ علی بن عثمان کے گرد جمع تھے اور ہشام بن عروہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: میں ان سے سنتا ہوں اور ان کے پاس جاتا ہوں۔ جب میں فارغ ہوا تو وہ اٹھ گئے۔ میں ان کے گھر پہنچا تو بتایا گیا کہ وہ سو رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں حج کر کے واپس آ جاتا ہوں۔ جب میں واپس آیا تو ان کا انتقال ہو گیا۔

۷۵

بتایا قاضی ابوالفرج محمد بن احمد حسن شافعی نے، بتایا احمد بن یوسف بن خلاد عطار نے، ہم سے بیان کیا محمد بن یونس قرشی نے، کہا کہ میں نے عبداللہ بن داؤد خُریبی[1] کو کہتے ہوئے سنا:

میرے بصرہ جانے کا مقصد ابن عون سے ملاقات تھی۔ جب میں قناطر بنی دار پہنچا تو مجھے ابن عون کی وفات کی اطلاع ملی۔ جس سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔

۷۶

مجھے خبر دی ابوالفرج حسین بن علی طناجیری نے، ہم سے بیان کیا عمر بن احمد واعظ نے، کہا:

میں نے اپنے دادا کی کتاب میں پڑھا: ہم سے بیان کیا روح بن فرج نے، ہم سے بیان کیا ہارون بن سعید نے، از خالد بن نزار، اس نے کہا کہ: "میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کی تحریر لے کر ان سے ملاقات کے لیے نکلا، معلوم ہوا کہ وہ انتقال کر گئے، تو میں نے ان کی لکھی ہوئی مرویات داؤد بن عبدالرحمٰن عطار اور سعید بن سالم قداح کے سامنے قراءت کیں۔

۷۷

بتایا ابوالفضل نے، بتایا دعلج بن احمد نے، بتایا احمد بن علی ابار نے، ہم سے بیان کیا عبدالرحیم

۱۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن داؤد بن عامر خریبی' حافظ امام اور قدوہ تھے۔ خریبہ بصرہ کا محلہ ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ ثقہ عابد اور پرہیز گار تھے۔ ابن معین نے کہا کہ ثقہ مامون' ہیں۔ کدیمی نے ان سے نقل کیا کہ میں نے صرف ایک مرتبہ جھوٹ بولا کہ میرے والد نے پوچھا کہ استاد سے پڑھ لیا؟ میں نے نہیں پڑھا تھا اور کہہ دیا: "جی ہاں"۔ خُریبی نے ۲۱۳ھ میں انتقال کیا۔ بعد میں انھوں نے روایت کا سلسلہ منقطع کر دیا، اسی لیے بخاری نے ان سے سماع نہیں کیا بلکہ ان کے تلامذہ سے سنا ہے اور ان کی حدیث اپنی صحیح بخاری میں نقل کی ہے۔ اسی طرح ان کی مرویات کتب سنن میں موجود ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بن حازم ابومحمد بلخی نے، کہا کہ میں نے مکی بن ابراہیم[1] کو کہتے ہوئے سنا:

میں ۱۵۰ھ کے بعد طلب حدیث کے لیے نہیں نکلا ماسوا اس کے کہ میں لیث، ابن لھیعہ اور موسیٰ بن علی سے ملاقات کے لیے مصر گیا۔ میرے مصر پہنچنے سے تین دن پہلے موسیٰ بن علی انتقال کر چکے تھے۔

۷۸

اور ہمیں خبر دی ابن الفضل نے، بتایا دعلج نے، بتایا احمد بن علی ابار نے، ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن حمزہ نے، کہا کہ میں نے علی بن حسین بن واقد[2] کو کہتے ہوئے سنا:

میں نے ۱۶۰ھ میں حج کیا۔ کوفہ آیا تو اسرائیل سے ملنے کا ارادہ تھا لوگوں نے بتایا کہ اسرائیل کا انتقال ہو گیا۔

۷۹

بتایا ابوبکر احمد بن محمد بن اسماعیل سقا حربی نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عبداللہ بن ابراہیم شافعی نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عمر باہلی نے مصر میں، کہا کہ ابوعبداللہ بن ابی مقاتل بلخی کو مصر میں کہتے ہوئے سنا:

۱۔ مکی بن ابراہیم، حافظ، شیخ خراسان، ابوالسکن، تمیمی، حنظلی، امام بخاری کے شیخ، بہت عابد انسان تھے۔ ابن سعد نے ثقہ ثبت کہا ہے۔ دار قطنی نے ثقہ مامون کہا ہے۔ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ سال کی عمر سے طلب حدیث میں مصروف ہوئے۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ اپنے بارے میں خود بیان کیا کہ " ساٹھ حج کیے، ساٹھ شادیاں کیں، دس سال سفر کیا اور سترہ تابعین سے احادیث لکھیں۔ نوے سال عمر ہوئی، عالی سند تھے، محدثین ان کی علوّ سند کی بنا پر ان کے پاس پہنچا کرتے تھے۔ ان کے طریق سے بخاری کی احادیث ثلاثیات ہیں۔ ایک جماعت نے ان سے تخریج کی ہے۔

۲۔ ذہبی نے انھیں 'صدوق' کہا ہے اور وہ قابل اعتماد ہیں۔ ثقہ ہیں ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حجر نے کہا کہ صدوق ہیں۔ لیکن ۲۱۰ھ سے وہم شروع ہو گیا اور ۲۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ اصحاب سنن نے ان کی روایات لی ہیں، دیکھیے 'المغنی'، 'والتقریب' میں [یعنی ابن حجرؒ] کہتا ہوں کہ صدوق ہیں اور ان کے بارے میں جو کلام ہے وہ ارجاء کی بنا پر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوعبید قاسم بن سلام[1] نے کہا "میں حماد بن زید کو سننے مصر گیا، جب میں پہنچا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ میں نے عبدالرحمٰن مہدی سے شکوہ کیا تو وہ بولے: تم پر کسی بات میں بھی کسی کو سبقت ہو جائے مگر تم اللہ کے تقویٰ میں سبقت اختیار کرو۔[2]

۸۰

ہمیں خبر دی ابوطاہر حمزہ بن محمد بن طاہر دقاق نے، ہم سے بیان کیا ابوالعباس ولید بن بکر اندلسی نے، ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن خصیب ہاشمی نے طرابلس غرب میں، ہم سے بیان کیا ابو مسلم صالح بن احمد بن عبداللہ بن مسلم عجلی نے،[3] نے مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، کہا:

ابوداؤد طیالسی ثقہ ہیں وہ کثیر الحفظ تھے۔ میں ان کی طرف سفر کر کے گیا معلوم ہوا کہ وہ میرے پہنچنے سے چند دن پہلے وفات پاگئے۔

۸۱

ہمیں خبر دی حسن بن ابی بکر نے بتایا احمد بن محمد بن عبداللہ قطان نے، ہم سے بیان کیا

۱۔ ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی، امام، مجتہد، فقیہ، ماہر لغت، متعدد کتابوں کے مصنف مثلاً کتاب الاموال، وغیرہ۔ امام اسحٰق بن راھویہ نے کہا کہ ابوعبید مجھ سے زیادہ عالم اور فقیہ تھے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ابوعبید استاد ہیں اور ہر روز ان کی بھلائی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ذھبی نے تذکرۃ میں کہا کہ (ص ۴۱۷) وہ حدیث اور علل حدیث کے حافظ تھے، ان کی معرفت درمیانے درجے کی تھی۔ فقہ اور اختلاف کے جاننے والے تھے، لغت کے ماہر اور قراءتوں کے امام، جس میں ان کی تصنیف بھی ہے۔ ۲۲۴ھ میں مکے میں انتقال ہوا۔
میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے ان کے مقام کا صحیح تعین نہیں کیا۔ ان کے بارے میں کہہ دیا کہ ان کی معرفت درمیانے درجے کی تھی، حالانکہ ابن راھویہ جیسا عالم کہہ رہا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔

۲۔ السیر الکبیر کے الفاظ یہ ہیں: اس معاملے میں تجھ پر سبقت کی گئی تو خیر ہے مگر تقویٰ میں کوئی تجھ پر سبقت نہ لے جائے۔ (واسطی)

۳۔ عجلی احمد بن عبداللہ بن صالح بن مسلم، امام، حافظ قدوہ، ابوالحسن کنیت۔ حافظ عباس دوری نے کہا کہ "ہم انھیں احمد اور یحیٰی بن معین کے درجے کا تصور کرتے تھے"۔ مغرب کا سفر علمی کیا اور تنہائی اور عبادت کے لیے وہیں سکونت اختیار کرلی۔ یہ بھی کہا گیا کہ خلق قرآن کے مسئلے کی آزمائش سے فرار ہو کر وہ وہاں چلے گئے تھے۔ ۱۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور طرابلس میں ۲۶۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی الجرح والتعدیل کے موضوع پر ایک مفید کتاب ہے جس سے ان کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور پچھلے لوگوں نے اس کتاب پر اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ کتب رجال میں ان کے حوالے موجود ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عبدالکریم بن ہیثم نے، ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن قاسم بن ابی بزہ نے ہم سے بیان کیا ابوالعباس ولید بن عبدالعزیز ابن جُریج نے کہا:

میری والدہ نے مجھ سے بیان کیا میرے دادا عبدالملک سے، از عطا بن ابی رباح از ابودرداءؓ، کہا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک اور اپنے کانوں سے سنا، میں اس وقت ابوبکرؓ وعمرؓ کے آگے چل رہا تھا اور آپؐ نے مجھے دیکھ لیا تھا، فرمایا اے ابودرداءؓ کیا تم اُن کے آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہیں؟ میں نے کہا: یارسول اللہ وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ وعمرؓ۔ انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکرؓ سے بہتر کسی شخص پر نہ کبھی سورج طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔''[1]

---

[1] اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس میں ابن جُریج ہیں جو ثقہ اور حافظ ہیں لیکن مدلّس ہیں۔ مزید یہ کہ انھوں نے یہاں عن سے روایت کیا ہے اس جہ سے حدیث ضعیف ہوگئی اور منقطع کے حکم میں ہوگئی جیسا کہ اصول فن میں موجود ہے۔ دیکھیے: منہج النقد ۵۶، ص ۶۸ ۳۶۸-۶۶ ص ۳۵۸۔

ابونعیم نے ان سے الحلیہ (ج ۱۰، ص ۱۰۱ ۳-۲۰۳) میں دو طرق سے روایت کیا ہے۔ از اسماعیل بن یحییٰ تیمی از ابن جریج، از عطا از جابر۔ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابودرداء کو ابوبکر کے آگے چلتا ہوا دیکھا...... حدیث کے آخر تک لیکن اس میں عمر کا ذکر نہیں ہے۔

اس سند کے ہر دو طرق میں اسماعیل بن یحییٰ تیمی ہے جس کا نام حافظ ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ میں وضاعین کے زمرے میں ذکر کیا ہے (ج ۱، ص ۴۰)۔ ازدی نے کہا کہ 'کذب کا ایک رکن ہے' ابن عدی نے کہا کہ اس کی مرویات باطل ہیں۔ دیکھیے: المیزان واللسان اس لیے یہ روایت خلیب کی سند کی تقویت کا باعث نہیں بنتی۔ [انھی دو روایتوں میں ابن جُریج کا عنعنہ بھی موجود ہے۔ (واسطی)] لیکن مفہوم حدیث ایک اور روایت میں آیا ہے جسے ترمذی نے المناقب (ج ۵، ص ۶۱۰) میں از انس ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں فرمایا: ''ماسوا انبیا اور رسل کے جنت کے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ابوبکرؓ وعمرؓ ہوں گے''۔ ترمذی نے کہا کہ اس سند سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بخاری نے المناقب میں اپنی صحیح میں تخریج کی ہے (ج ۵، ص ۴) از عبداللہ بن عمر کہ انھوں نے بیان کیا: ''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں میں فضیلت کا مقام متعین کرتے تھے تو ہم حضرت ابوبکرؓ کو سب سے پہلا درجہ دیتے تھے پھر حضرت عمرؓ کو اور پھر حضرت عثمانؓ کو۔'' نیز بخاری (ج ۵، ص ۷) نے محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون صاحب سب سے بہتر تھے؟ انھوں نے کہا کہا: ابوبکرؓ۔ میں نے کہا: پھر؟ انھوں نے کہا: عمرؓ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہا کہ میں نے یہ حدیث حمیدی[1] سے بیان کی انھوں نے مجھ سے کہا کہ...... چلو ہمیں ان کے پاس لے چلو تا کہ ہم ان سے سنیں، میں نے کہا کہ ان کا گھر مکے سے تین میل کے فاصلے پر ثقبہ میں ہے۔ اس دن صبح ہم ایک قریشی کی تدفین میں شریک ہوئے۔ حمیدی نے کہا کہ "اب ان صاحب کے پاس چلیں۔" میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر ہم ان کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم داؤد بن عیسیٰ کے قصر پر پہنچے تو ہم ان کے ایک ابن عم سے ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حمیدی نے کہا کہ ہم ابوالعباس سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ بولے: اللہ رحم کرے ابوالعباس کل انتقال کر گئے۔ حمیدی نے کہا کہ بڑی افسوس ناک خبر ہے۔ پھر کہا کہ اب میں تم سے سنتا ہوں۔ پھر ہم سعید بن منصور کے پاس پہنچے، وہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب لوگ چلے گئے تو وہ میرے قریب ہو گئے اور مجھ سے کہا کہ اے ابوعثمان! مجھ سے جریج کی حدیث بیان کرو۔ چنانچہ میں نے وہ حدیث بیان کر دی۔ سعید بولے: اس نے ہر علت

۱۔ ابوبکر حمیدی، امام علم، عبداللہ بن زبیر قرشی، اسدی، مکی، حافظ، فقیہ، کبار ائمہ میں سے ایک ہیں۔ حاکم نے کہا کہ اہل مکہ کے مفتی اور ان کے محدث ہیں۔ ابوحاتم نے کہا کہ سفیان بن عیینہ کی مرویات میں اثبت الناس ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں نے حمیدی سے زیادہ اسلام اور اہل اسلام کا خیر خواہ نہیں دیکھا۔ بخاری نے کہا کہ "حمیدی حدیث کے امام ہیں"۔ سب سے بڑی بات یہ کہ عیینہ سے سماعِ حدیث میں حمیدی شافعی کے ہم درس تھے۔ فقہ میں بخاری کے استاد تھے۔ بخاری نے فقہ کا علم ان سے حاصل کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ بخاری کے ہر تذکرہ نگار نے یہ بات قطعیت سے کہی ہے کہ حمیدی فقہ و حدیث میں بخاری کے شیخ ہیں۔

حمیدی اپنے موقف میں بہت مضبوط تھے، غصے میں اپنے اوپر قدرت نہ رہتی اور معذرت کم ہی قبول کرتے، فقہائے عراق پر سخت گرفت کرتے جو ان کی شان کے مناسب نہ تھی اور سلف صالح کے طریقے کے مطابق نہیں تھی۔ حمیدی نے ۲۱۹ھ میں مکے میں انتقال کیا۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے مشہور ان کی مسند ہے۔ ہند میں بہ تحقیق محدث محقق جلیل حبیب الرحمٰن اعظمی شائع ہوئی۔ دیکھیے تذکرۃ الحفاظ ص ۴۱۳-۴۱۴۔ طبقات الشافعیۃ للسبکی ج ۲، ص ۱۴۰-۱۴۱۔ حبیب الرحمٰن اعظمی کا مسند کا مقدمہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ختم کر دی۔ میں نے حمیدی سے کہا: کیا ہر علت ختم ہوئی؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ کچھ لوگ جو کہتے ہیں کہ علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور کوئی ان جیسا نہیں ہے۔ لیکن اس فرمان نبویؐ سے معلوم ہو گیا کہ علیؓ نبی اور مرسل نہیں ہیں، اس طرح ہر علت ختم ہو گئی۔



toobaa-elibrary.blogspot.com

ضمیمہ

علی بن خطیب بغدادی کی تصنیف الرحلة فی طلب الحدیث یہاں ختم ہوگئی۔ اب اس کے بعد ہم نے طلب حدیث واحد کی وہ اخبار جمع کیں جو خطیب نے بیان نہیں کی ہیں۔ اس حصے کا نام ہے:

استدراک الزیادات علی کتاب الرحلة

نورالدین عتر

toobaa-elibrary.blogspot.com

صحابہ کرامؓ کا سفر علمی

خطیب بغدادی نے اس موضوع پر کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے حالاں کہ بہت سے صحابہؓ آپ ﷺ کی زیارت، ملاقات اور آپ ﷺ کی نصیحت، خطبہ یا حدیث حاصل کرنے کے لیے سفر کر کے آپ ﷺ کے پاس گئے۔ اور بہت سے صحابہ کسی مسئلے کے بارے میں آپ ﷺ سے استفسار کرنے گئے۔

ان میں سے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

۸۲

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے سے منع کیا گیا، تو ہمیں خوشی ہوتی۔ جب اہل بادیہ سے کوئی سمجھ دار آدمی آ کر استفسار کرتا اور ہم سنتے۔ چنانچہ اہل بادیہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ ''اے محمد ﷺ! آپ کا فرستادہ آیا اور بتایا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا''۔ اس نے پوچھا: کہ آسمان کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ نے۔'' اس نے پوچھا کہ ''زمین کس نے پیدا کی؟'' آپ نے فرمایا: ''اللہ نے۔'' اس نے پھر پوچھا: ''پہاڑ کس نے قائم کیے اور ان کے اندر جو اشیا ہیں وہ کس نے بنائیں؟'' آپ نے فرمایا: ''اللہ نے۔'' اس نے کہا: ''قسم ہے اس کی جس نے آسمان پیدا کیا، جس نے زمین بنائی اور جس نے پہاڑ نصب کیے، کیا اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' [آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔] اس نے کہا: ''آپ کے فرستادے نے یہ بھی کہا کہ ہمارے لیے شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے کہا کہ ''قسم ہے اس کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس نے یہ حکم دیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں۔''

اس نے کہا کہ ''آپ ﷺ کے فرستادہ نے یہ بھی کہا کہ ہمارے اوپر ہمارے مال کی زکوٰۃ بھی ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے کہا کہ جس اللہ نے آپ کو رسول ﷺ بنا کر بھیجا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، کیا اس نے یہ حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں۔''

اس نے کہا کہ فرستادہ نے یہ بھی کہا کہ ہمارے اوپر سال بھر میں رمضان کے روزے بھی فرض ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا کہ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو رسولؐ بنا کر بھیجا ہے، اس نے یہ حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں۔''

اس نے کہا: آپ کے فرستادے نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی قدرت رکھے تو ہمارے اوپر حج بیت اللہ فرض ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس کے بعد وہ شخص پلٹا اور اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں نہ ان پر کوئی اضافہ کروں گا اور نہ ہی کوئی کمی کروں گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کر دکھایا تو جنتی ہو گیا۔ (بخاری و مسلم[۱])

۸۳

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا آیا۔ اس نے اپنا اونٹ مسجد میں بٹھایا اور اس کے پیر باندھے۔ پھر حاضرین سے پوچھا کہ تم میں محمد کون ہے؟ آپ سب کے درمیان تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا کہ یہ تکیہ لگائے ہوئے سپید صاحب۔ اس پر اس شخص نے پوچھا کہ عبدالمطلب کے بیٹے ہیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ وہ شخص بولا: میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور پوچھنے میں ذرا سختی برتوں گا تو آپ اپنے دل میں محسوس نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو۔

اس نے کہا کہ میں آپ کی اور آپ سے پہلے (انبیاء) کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ، یقیناً۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم شب و روز میں پانچ

۱۔ حدیث کے مذکور الفاظ مسلم کے ہیں، ص ۱۳۲ اور بخاری کی روایت آگے آرہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ، یقیناً۔

اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیا سے زکوٰۃ لے کر ہمارے فقرا پر تقسیم کر دیں؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ، یقیناً۔

اس نے کہا کہ جو آپ تعلیمات لائے ہیں میں ان پر ایمان لاتا ہوں، اور میں اپنی قوم کے پاس قاصد بن کر جاتا ہوں۔ ضمام بن ثعلبہ میرا نام ہے اور بنی سعد بن بکر سے میرا تعلق ہے۔[1]

۸۴

ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ہم نے کسی قوم کے وفد کے بارے میں نہیں سنا جو ضمام بن ثعلبہ سے افضل ہو۔'' (احمد اور طبرانی کی مروی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔)

۸۵

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مروی ہے کہ اہل نجد کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، جس کے بال پراگندہ تھے اس کی آواز کی گونج تو سنائی دے رہی تھی مگر بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی، قریب آیا تو پتہ چلا کہ اسلام کے بارے میں اِستفسار کر رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب و روز میں پانچ نمازیں۔ اس نے کہا: کیا میرے اوپر اس کے علاوہ بھی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں الا یہ کہ نفل پڑھو۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: اور رمضان کے روزے۔ اس نے کہا کہ کیا میرے اوپر اس کے علاوہ بھی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں الا یہ کہ تم نفل روزے رکھو۔ پھر آپؐ نے زکوٰۃ کے بارے میں بتایا اس نے کہا کہ میرے اوپر اس کے علاوہ بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں الا یہ کہ تم بطور نفل کچھ دے دو۔ اس پر وہ شخص یہ کہتے ہوئے پلٹا کہ اللہ کی قسم! میں اس پر نہ کوئی اضافہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامیاب ہو گیا اگر سچ کر دکھایا۔ (متفق علیہ[2])

۱۔ بخاری، کتاب العلم، (باب ما جاء فی العلم) ج۱، ص۱۹۔

۲۔ بخاری، الایمان (باب الزکوٰۃ من الاسلام) ج۱، ص ۱۴ مسلم ج۱ ص۳۱-۳۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس روایت میں جن صاحب کا ذکر ہے وہ ضمام بن ثعلبہ کے علاوہ ہیں کیوں کہ ضمام سعدی ہیں اور ان کی دو مینڈھیاں بندھی ہوئی تھیں جیسا کہ مسند اور طبرانی کی المعجم الکبیر میں ہے۔ جب کہ اس روایت میں مذکور شخص نجدی ہے اور اس کے سر کے بال پراگندہ ہیں۔ اس لیے یہ ہر دو حضرات بلحاظ وطن اور بلحاظ ہیئت مختلف ہیں۔

۸۶

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ وفد عبدالقیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ربیعہ کے لوگ ہیں! آپؐ نے فرمایا کہ اس وفد کو خوش آمدید، خدا کرے کہ نہ ناکامی ہو اور نہ شرمندگی۔

انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس حرام مہینے ہی میں آسکتے ہیں کیوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان مُضَر کے کافروں کا یہ قبیلہ ہے۔ اس لیے آپؐ ہمیں کوئی محکم امر فرما دیں، جس سے ہم جا کر پیچھے رہ جانے والوں کو باخبر کر دیں اور جنت میں داخل ہو جائیں۔

ان لوگوں نے آپ سے شراب کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے منع کیا۔ انھیں حکم دیا صرف اللہ واحد پر ایمان کا اور ان سے پوچھا کہ اللہ واحد پر ایمان کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس امر کی گواہی کہ "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور غنیمت سے پانچواں حصہ دینا۔" اور آپؐ نے انھیں چار چیزوں سے منع کیا۔ حنتم۔ دباء۔ نقیر۔ مزفت۔ مقیّر۔ اور فرمایا کہ انھیں یاد کر لو اور جو پیچھے لوگ ہیں انھیں جا کر مطلع کر دو۔ (متفق علیہ[۱])

یہ چار ممنوعات دراصل وہ برتن ہیں جن میں اس وقت شراب تیار کی جاتی تھی۔ مراد یہ کہ ان

۱۔ بخاری، اواخر الایمان، (باب اداء الخمس من الایمان، ج۱،ص۱۶) مسلم ، ایمان، (باب الامر فی الایمان باللہ ورسولہ وشرائع الدین) ج۱،ص۳۵۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں تیار ہونے والی شراب ممنوع ہے۔

حنتم:	سبز رنگ کا ایک گھڑا ہوتا تھا۔
دباء:	سوکھا ہوا کھوکھلا کدو، جس کو شراب کا برتن بنالیا جاتا تھا۔
نقیر:	ٹھنٹھا جس کے درمیان جگہ بنا کر برتن بنالیا جاتا تھا۔
مزفت:	زفت چڑھا ہوا دودھ۔
مقیر:	قار لگا ہوا برتن۔

۸۷

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت خالد الجہنیؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ سے فیصلہ کریں۔

دوسرے فریق نے جو زیادہ سمجھ دار تھا کہا کہ جی ہاں کتاب اللہ سے ہمارے درمیان فیصلہ کیجیے اور مجھے (گفتگو کی) اجازت دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں کہو۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے یہاں ملازم تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے۔ میں نے سو بکریاں اور ایک باندی اس کا فدیہ دے دیا، پھر میں نے اہل علم سے پوچھا، انھوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہے اور اس کی بیوی پر رجم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تمھارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ باندی اور بکریاں واپس، تیرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ اور اے انیس تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کرے تو اسے رجم کردو''۔ انیس گئے، اس نے اعتراف کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اسے رجم کردیا گیا۔ (متفق علیہ[۱])

۱۔ بخاری، الحدود (باب اذا أمر غير الامام باقامة الحد) ج۸، ص۱۷۱۔ مسلم الحدود، ج۵، ص۱۲۱۔ مذکورہ الفاظ مسلم کی روایت میں ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ اعرابی اور اس کا ساتھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعے کا حکم معلوم کرنے آئے تھے اور اس کے سوا انھیں کوئی اور کام نہ تھا۔

۸۸

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ میری بیوی کے کالا بچہ ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمھارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: ''ہاں''۔

آپؐ نے پوچھا کہ ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے کہا سرخ۔ آپ نے پوچھا کہ ان میں سیاہی مائل بھی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کیسے؟ اس نے کہا کہ پچھلی کسی نسل کا خون آ گیا ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمھارے بیٹے میں بھی پچھلی کسی نسل کا خون آ گیا ہو۔ (متفق علیہ[۱])

سفرِ علمی کے بارے میں آثارِ صحابہؓ

۸۹

حضرت ابودرداء کا قول ہے: ''اگر کتاب اللہ کی کسی آیت کا مفہوم میری سمجھ میں نہ آئے اور کوئی بتانے والے نہ ہوں لیکن برک غماد میں، تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاؤں۔''[۲]

تابعین اور بعد کے لوگوں کے علمی سفر

۹۰

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ زمانہ قریب

۱۔ بخاری: الحدود (باب ما جاء فی التعریض) ج ۸، ص ۱۷۳۔ مسلم، لعان، ج ۴، ص ۲۱۱۔

۲۔ مقام کا نام۔ معجم البلدان ج ۱، ص: ۵۹۰۔ [برک الغماد یمن کے آخری کنارے پر ہے۔ ابودرداء کی روایت بھی اسی کے بارے میں ہے۔ (واسطی)]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے جب لوگ طلب علم میں اونٹوں پر دور دراز کے سفر کریں گے۔ اور مدینے کے عالم سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پائیں گے۔ (ترمذی نے اس کی تخریج کی اور حسن کہا ہے۔ حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان سے اتفاق کیا ہے)۔[1]

۹۱

عامر بن شرحبیل شعبی، امام تابعی سے روایت ہے کہ وہ تین احادیث کے لیے مکہ مکرمہ گئے اور کہا کہ شاید میں کسی ایسے شخص سے ملاقات کرسکوں جو آپؐ سے ملا ہو یا آپؐ کے ساتھ رہا ہو۔ (رامہرمزی نے اس کی تخریج کی ہے۔[2])

۹۲

علی بن مدینی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ شعبی سے پوچھا گیا کہ ''تمھارے پاس یہ سارا علم کہاں سے آیا؟'' انھوں نے کہا: ''اس لیے کہ میں ہر سنی سنائی بات پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ علم کی خاطر شہر شہر پھرتا تھا۔ پتھروں کی مانند صبر کرتا تھا اور علم کے لیے کوے کی طرح صبح سویرے نکل پڑتا تھا۔''[3]

۹۳

حضرت احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: ''کیا کسی کو علوِ سند کے لیے بھی سفر کرنا چاہیے؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں! علقمہ اور اسود کو کوئی حدیث حضرت عمرؓ کی پہنچتی تو وہ اس پر مطمئن نہ ہوتے اور سفر کر کے جاتے اور وہ حدیث سنتے۔''[4]

یہ دونوں جلیل القدر امام اور تابعی تھے، ایک ماہ کی مسافت طے کر کے عراق سے مدینہ منورہ

۱۔ ترمذی: اواخر العلم، ج ۴، ص ۷ ۴۔ احمد فی المسند، ج ۲، ص ۲۹۹ المستدرک ج ۱، ص ۹۱ نیز منہج النقد فی علوم الحدیث، ص ۲۳۲۔

۲۔ المحدث الفاصل ق ۱۷، ۱۔

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۸۱۔

۴۔ علوم الحدیث، ابن الصلاح، ص ۲۲۳۔ یہ روایت کتاب کے مقدمہ میں گزری ہے۔ دیکھیے ص ۷ ۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتے تاکہ حضرت عمرؓ سے جو حدیث انھیں کسی ذریعے سے پہنچی ہے اسے براہ راست حضرت عمرؓ سے سنیں۔

۹۴

شعبی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں نہیں جانتا کہ دنیا میں مسروق سے زیادہ کوئی شخص حصولِ علم کا مشتاق ہو''۔ (رامہرمزی اور ابن عبدالبر نے اس کی تخریج کی ہے۔[1])

۹۵

سفیان ایک شخص سے بیان کرتے ہیں کہ ''مسروق نے ایک حرف کے لیے سفر کیا اور ابوسعید نے ایک حرف کے لیے سفر کیا۔'' (ابن عبدالبر نے اس کی تخریج کی ہے۔[2])

۹۶

امام مکحول دمشقی نے فرمایا: ''میں مصر میں بنی ھذیل کی ایک عورت کا غلام تھا۔ اس نے مجھے آزاد کر دیا تو میں مصر سے اس وقت تک نہیں نکلا، جب تک وہاں کے سارے علم کو حاصل نہ کر لیا۔ پھر میں حجاز آیا، اور وہاں سے اس وقت تک نہیں نکلا جب تک کہ وہاں کے سارے علم کو حاصل نہ کر لیا۔ پھر میں عراق پہنچا اور وہاں سے نہیں نکلا جب تک وہاں کا علم نہ حاصل کر لیا، پھر میں شام آیا اسے چھانا اور نفل[3] کے بارے میں ہر ایک سے استفسار کیا۔ کسی نے مجھے کچھ نہ بتایا۔ پھر میں ایک شیخ کے پاس پہنچا جن کا نام زیاد بن جاریہ تمیمی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے نفل کے بارے میں کچھ سنا ہے۔ انھوں نے کہا: میں نے حبیب بن مسلمہ فہری سے سنا کہ انھوں نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے آغاز میں چوتھائی نفل دیا اور واپسی میں تہائی

۱۔ المحدث الفاصل، ق ۱۷. جامع بیان العلم وفضله، ج۱، ص ۹۴۔

۲ جامع بیان العلم وفضله۔

۳۔ نفل کے معنی اس زائد شے کے ہیں، جو ایک سپاہی کو اس کی بہادری یا عمدہ کارکردگی پر اس کے اصل حصے سے زائد ملے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نقل دیا۔“[۱]

۹۷

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ میں نے مکحول کو کہتے ہوئے سنا ہے ”میں طلب علم میں اطراف عالم میں گھوما۔“[۲]

۹۸

اربدہ تمیمی سے مروی ہے جو تابعی ہیں اور حضرت ابن عباس سے تفسیر کے راوی ہیں کہ عجلی نے کہا جو کوفی تابعی ہیں اور ثقہ ہیں اور ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں انھیں صدوق کہا ہے کہ ان سے امام ابو اسحٰق سبیعی نے روایت کیا کہ انھوں نے کہا: ”میں نے کسی سرزمین میں کسی علم کے بارے میں نہیں سنا مگر اس کے حصول کے لیے پہنچ گیا۔“[۳]

۹۹

امام بخاری کے استاد امام حافظ علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ ”میں نے صرف ایک حدیث کے سماع کے لیے حج کیا۔“[۴]

۱۰۰

امام حافظ عبدالرحمٰن بن امام کبیر ابوحاتم محمد بن ادریس نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوالولید طیالسی کے دروازے پر کہا کہ ”جو شخص مجھے ایسی غریب

۱۔ ابو داؤد' الجهاد- باب فيمن قال الخمس قبل النفل، ج ۳، ص ۸۰۔ ابن ماجہ ص ۹۵۱-۹۵۲ لیکن ابن ماجہ نے سفر کی تفصیل ذکر نہیں کی۔ ابوداؤد اور منذری نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے (تهذیب السنن، ج ۴، ص ۵۷-۵۸) ابوداؤد جس حدیث پر سکوت اختیار فرمائیں، وہ علم حدیث کی رو سے صالح ہوتی ہے۔

۲۔ تذکرۃ، ذہبی ص ۱۰۸۔

۳۔ احمد فی العلل، ج ۱، ص ۱۴۔

۴۔ ترمذی: ج ۱، ص ۱۹۶۔ علوم الحديث ومصطلحه، صبحی الصالح، ص ۵۱۔

حدیث سند صحیح کے ساتھ سنائے گا جو میں نے نہ سنی ہو تو میں اسے ایک درہم ہدیہ کروں گا۔ وہاں بہت سے لوگ موجود تھے، جن میں ابوزرعہ جیسے بھی تھے اور ان سے کم درجے کے بھی تھے۔ میرا مقصود یہ تھا کہ مجھے ایسی حدیث مل جائے جو میں نے نہ سنی ہو۔ انھوں نے کہا کہ فلاں کے پاس ہے اس سے جا کر سنو حالاں کہ میں یہ چاہتا تھا کہ حاضرین میں سے کوئی ایسی حدیث سن لوں جو میں نے پہلے نہ سنی ہو تو کوئی بھی تیار نہیں ہوا کہ مجھے کوئی غریب حدیث سنائے۔[1]

۱۰۱

مؤمل بن اسماعیل سے مروی ہے کہ ان کے سامنے ایک حدیث ذکر کی گئی جو فضیلتِ قرآن کے بارے میں حضرت اُبیؓ کی روایت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہوئی ہے۔[2] انھوں نے کہا:

مجھ سے ایک ثقہ شخص نے کہا، جس کا انھوں نے نام بھی ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں مدائن آیا اور ان صاحب سے ملا جو یہ حدیث روایت کرتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کریں، میں بصرہ پہنچنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا: ''یہ شخص جس سے ہم نے سنا ہے واسط میں اصحاب قصب میں ہے۔'' وہ کہتے ہیں کہ میں واسط آیا اور ان شیخ سے ملا اور ان سے کہا کہ میں مدائن میں تھا، مجھے فلاں شیخ نے آپ کے بارے میں بتلایا۔ آپ مجھے حدیث سنائیں میں بصرہ پہنچنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے جس سے سنا ہے وہ [بصرہ کے قریب] کلاء میں ہیں۔

میں بصرہ آیا اور کلاء میں شیخ سے ملا اور ان سے کہا کہ آپ مجھے حدیث سنایئے، میں عبادان پہنچنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ جس شیخ سے ہم نے سنا وہ عبادان میں ہیں۔

۱۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۴۵۵۔

۲۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جو حضرت ابی بن کعب سے فضل قرآن میں ایک سورہ کی فضیلت کے بارے میں مروی ہے کہ جس نے یہ سورہ تلاوت کی اس کا ثواب...... (آخر تک) لیکن یہ حدیث موضوع ہے اور محدثین نے اس پر متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ ابن مبارک نے فرمایا کہ زندیقوں نے اس کو وضع کیا ہے۔ دیکھیے اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص ۲۲۶-۲۲۷ اور تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنعیۃ الموضوعۃ، ج۱، ص ۲۸۵ اور الاتقان۔ للسیوطی ج۲، ص ۱۵۵-۱۵۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں عبادان آیا اور شیخ سے ملا اور ان سے کہا کہ خوف خدا کیجیے۔ اس حدیث کی کیا صورت ہے؟ [میں نے اس کو ساری تفصیل بتائی کہ] میں مدائن آیا، پھر میں واسط آیا، پھر بصرہ آیا۔ اب مجھے آپ کے بارے میں بتایا گیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ سب راوی انتقال کر چکے ہیں۔ بہرحال آپ مجھے اس حدیث کے واقعے سے آگاہ کیجیے۔ انھوں نے کہا: ''ہم یہاں جمع ہوئے اور ہم نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے بے رغبتی اختیار کرنے لگے ہیں اور احادیث کا شغف بڑھ گیا ہے تو ہم بیٹھ گئے اور ہم نے فضائل قرآن کے بارے میں یہ احادیث وضع کیں تا کہ لوگوں کو قرآن کا اشتیاق پیدا ہو۔ (خطیب نے الکفایہ[1] میں اور ابن جوزی نے الموضوعات[2] میں اس کی تخریج کی ہے)

۱۰۲

حافظ ابوجعفر احمد بن حمدان نیشا پوری، زاہد و عابد مستجاب الدعوات، صاحب تصنیف المستخرج علی صحیح مسلم ابوعمرو بن صلاح نے فرمایا کہ انھوں نے ابویعلیٰ موصلی سے ایک حدیث سننے کے لیے سفر کیا اور دیگر کئی احادیث جو انھوں نے نہیں سنی تھیں ان سے سننے کے لیے سفر کیا۔ ہم سے روایت کیا گیا کہ انھوں نے شیخ قدوہ ابوعثمان سعید بن اسماعیل زاہد حیری سے سنا، غرض وہ جب بھی کوئی حدیث معلوم ہوتی وہ اس کے لیے توقف کرتے یہاں تک کہ اس کو سن لیتے۔[3]

۱۰۳

مامون الرشید کے عہد میں رے کے قاضی فضل بن غانم خزاعی جو خلق قرآن کے مسئلے میں

۱۔ الکفایہ فی علم الروایہ، ص ۴۰۱

۲۔ الموضوعات۔ نیز اللآلی المصنوعۃ وتنزیہ الشریعۃ اس قصے سے محدثین نے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ فضیلت قرآن کے بارے میں مذکورہ حدیث موضوع ہے۔ اس لیے متنبہ ہونا ضروری ہے کیوں کہ بعض مفسرین نے یہ احادیث اپنی تفاسیر میں درج کی ہیں اور ہر سورہ کے آخر میں بیان کرتے ہیں مثلاً واحدی، زمخشری، بیضاوی، نسفی اور ظاہر یہ ہے کہ انھیں معلوم نہیں ہوا کہ یہ احادیث موضوع ہیں۔

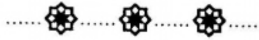
۳۔ شرح مسلم لابن صلاح، ق ۵۔ ب۔ قلمی نسخہ، استنبول۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکمرانوں اور معتزلہ کی رائے سے متفق تھے، ابراہیم بن محمد مَخرَمی نے روایت کیا ہے کہ ہم سے فضل بن غانم نے بیان کیا کہ ہم سے بیان کیا مالک نے از جعفر بن محمد از والد خود از جد خود علیؒ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دن میں سو مرتبہ لا اله الا الله الملك الحق المبين کہا تو اسے فقر سے امان مل جائے گی[۱] فضل بن غانم نے کہا کہ اگر اس حدیث کے لیے خراسان بھی جانا پڑتا تو بھی کم تھا۔[۲]

۱۰۴

میّب بن واضح سلمی تلمنسی[۳] حسین بن عبد قطان نے کہا کہ میں تلمنس کے گاؤں سے نکلا، تاکہ مصر ابن لہیعہ کے پاس جاؤں۔ مجھے ان کی موت کی خبر ملی۔[۴]



toobaa-elibaray.blogspot.com

۱۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۵۷۔

۲۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۴۶۔ حدیث میں ضعف ہے کیوں کہ فضل بن غانم حفظ میں ضعیف ہیں۔ دار قطنی نے کہا کہ مالک سے جس نے روایت کیا ہے ضعیف ہے، جیسا کہ لسان میں ہے۔

۳۔ تَلَمَنسی منس کی جانب نسبت ہے جو شام میں معرۃ النعمان کے قریب ایک قلعہ ہے اور حمص کا ایک گاؤں ہے۔ میّب بن واضح اس کی جانب منسوب ہیں۔ معجم البلدان: ج ۲، ص ۴۴۔

۴۔ المیزان، ج ۴، ص ۱۱۶۔ اللسان ج ۶، ص ۴۰۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

محدثین کے سفر علمی کے لطائف

موضوع کتاب سے متعلق محدثین کے اسفار علمی کے بعض لطائف ایسے ہیں جن کا یہاں بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔[۱]

۱۰۵

حافظ، ابو سہل ہیثم بن جمیل بغدادی، نزیل انطاکیہ۔ ثقہ تھے پابند سنت تھے اور ثقہ رواۃ کی غلطیوں پر گرفت کیا کرتے تھے۔ سفیان بن محمد مصیصی نے بیان کیا کہ "ہیثم بن جمیل کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انھیں قبلہ رخ کر دیا گیا تو ایک باندی ان کے پیر دبا کر دیکھنے لگی، (کہ ہوش میں ہیں) تو انھوں نے کہا: "ہاں دباؤ کیوں کہ یہ پیر کبھی حرام کی طرف نہیں گئے"۔

انھوں نے طلب حدیث کے لیے بہت سفر کیے اور بہت مالی بوجھ برداشت کیا حتیٰ کہ ابن سعد کہتے ہیں کہ موسیٰ بن داؤد کہا کرتے تھے کہ طلب حدیث میں سفر کی وجہ سے دو مرتبہ تو ہیثم بن جمیل بالکل مفلس ہو گئے۔ ۲۱۳ھ میں انتقال ہوا۔[۲]

۱۰۶

محدث، حافظ، یعقوب بن سفیان جو ان فسوی [۳]۔ انھوں نے احادیث جمع کیں اور ورع، زہد اور خوب احتیاط سے سنت کی پیروی کے ساتھ حدیث کی روایت کی، حاکم کہتے ہیں کہ "جہاں تک ان کے سماع حدیث، ان کے علمی سفر اور ان کے حدیث کے رجال کا تعلق ہے تو ان کی کوئی

۱۔ علما کی جد جہد اور ان کے مشقتیں برداشت کرنے اور علم کے راستے میں ہر طرح کی مصیبتیں انگیز کرنے میں بہت سی تاریخی روایات موجود ہیں، جن کا کچھ بیان محقق استاد عبدالفتاح ابو غدہ نے اپنی کتاب صفحات من صبر العلماء میں کیا ہے۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج:۱، ص ۹۰-۹۱

۳۔ فارس کے ایک شہر فسا کی جانب نسبت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعداد نہیں ہے۔'' ابوعبدالرحمٰن نہاوندی نے کہا کہ میں نے یعقوب بن سفیان سے سنا'' میں نے ایک ہزار اور کچھ، ثقہ شیوخ سے احادیث لکھیں۔'' اسی طرح یعقوب نے کہا کہ'' میں نے تیس سال سفرِ علمی کیا۔'' ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں:'' ہمارے پاس دو اصحاب آئے جن میں سے ایک یعنی یعقوب بن سفیان سب سے کریم اور سب سے زیادہ علمی سفر کرنے والے تھے اور اہل عراق نے کبھی ان جیسا نہیں دیکھا۔'' ۲۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ عبدان بن محمد مروزی کہتے ہیں کہ میں نے یعقوب بن سفیان کو خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا: اللہ نے آپ کے ساتھ کیا مہربانی فرمائی؟ انھوں نے کہا کہ میری مغفرت فرمائی اور حکم کیا کہ میں آسمان میں بھی اسی طرح حدیث بیان کرتا رہوں جس طرح دنیا میں بیان کرتا رہا ہوں۔ اس امام پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل یہ تھا، جسے انھوں نے خود اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ محمد بن یزید عطار کہتے ہیں کہ میں نے یعقوب بن سفیان سے سنا:

> میں سفر میں تھا، میرا نفقہ کم ہوگیا۔ میں رات کو لکھتا اور دن کو پڑھتا۔ ایک رات میں چراغ کی روشنی میں بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا، سردی کا موسم تھا، میری آنکھ میں پانی اتر آیا اور مجھے کچھ نظر نہیں آیا، مجھے بے حد غم ہوا کہ وطن سے دور ہوں اور علم کے حصول سے بھی محروم ہوگیا۔ اسی دوران میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے پکارا کہ اے یعقوب! تم کیوں غمگین ہو، میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نگاہ جاتی رہی اور اب عدم حصول علم کا افسوس ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ، میں قریب ہوگیا، تو آپؐ نے ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا اور کچھ پڑھا، میں بیدار ہوا تو میری بینائی صحیح تھی اور میں پھر لکھنے بیٹھ گیا۔[۱]

۱۰۷

ابوزکریا یحییٰ بن معین بن عون مری بغدادی جو بنو غطفان کے مولیٰ تھے۔ جرح وتعدیل کے

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۱۱، ص۳۸۵-۳۸۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

امام تھے اور ایک ایسی شخصیت تھے جن پر ان کے دور میں علم حدیث منتہی ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا:
"میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔"

امام احمد فرماتے ہیں: "ابن معین سب لوگوں میں زیادہ جاننے والے تھے۔" ابوسعید حداد کہتے ہیں: "سب لوگ یحییٰ بن معین پر اعتماد کرنے پر مجبور ہیں۔" ابن عدی نے کہا کہ یحییٰ کے والد نے ان کے لیے کافی دولت چھوڑی تھی، ایک لاکھ پچاس ہزار درہم۔ انھوں نے یہ سارا سرمایہ طلب حدیث کے لیے سفر میں صرف کر دیا۔ ان کے اسفار علمی کی دل چسپ خبروں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جب امام احمد بن حنبل کے ساتھ حافظ یمن امام عبدالرزاق ابن ہمام صنعانی سے حدیث سننے عراق سے یمن گئے تو اس سفر سے واپسی میں انھوں نے ارادہ کیا کہ کوفہ پہنچ کر حافظ ابونعیم فضل بن دکین کا امتحان لیں اور ان کے حفظ، تیقظ اور جلالت شان سے واقف ہوں۔ ان کے ساتھ اس سفر میں احمد بن منصور رمادی بھی تھے جو خود ثقہ ہیں۔ وہ اس امتحان کی تفصیل[1] بیان کرتے ہیں:

میں احمد اور یحییٰ کے ساتھ ان کی خدمت میں تھا اور ان دونوں کی معیت میں عبدالرزاق کے پاس پہنچا، جب ہم کوفہ پہنچے تو یحییٰ نے احمد سے کہا کہ میں ابونعیم کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔ احمد نے کہا کہ اس سے تمھارا ان کے ثقہ ہونے کا یقین مزید بڑھ جائے گا۔ یحییٰ نے کہا کہ میں ضرور کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے ورق لیا اور اس میں ابونعیم کی تیس حدیثیں لکھیں اور ہر دس حدیث کے بعد ایک حدیث ایسی درج کی جو ان کی مرویات میں سے نہیں تھی۔ اور اس طرح ابونعیم کے پاس پہنچے۔ وہ باہر آئے اور چبوترے پر بیٹھ گئے۔ یحییٰ نے ورق نکالا اور دس حدیثیں پڑھیں، پھر گیارہویں حدیث پڑھی۔ اس پر ابو نعیم نے کہا کہ یہ میری حدیث نہیں ہے اسے قلم زد کر دو، پھر دوسری دس پڑھیں، اور ابو نعیم خاموش رہے۔ پھر بعد کی حدیث پڑھی تو کہا کہ یہ میری حدیث نہیں ہے، اسے قلم زد کردو۔ پھر تیسری دس پڑھیں اور پھر آخری تیسری حدیث پڑھی تو ان کی آنکھ بدل گئی اور یحییٰ کی جانب رخ کر کے، جب کہ احمد کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا کہا کہ یہ تو پرہیز گار

۱۔ حافظ ابن حجر: التہذیب ج ۸، ص ۲۷۴۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آدمی ہیں یہ تو ایسا نہیں کر سکتے اور یہ صاحب اس کی قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن یہ تمھاری کارگزاری ہے۔ پھر اپنا پیر نکال کر [یحییٰ کو سینے پر] مارا اور اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ احمد نے یحییٰ کو کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہ ثبت ہیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ان کا یہ پیر مارنا میرے اس سفر سے بھی بہتر ہے۔[1]

۱۰۸

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم[2] سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا' میں ۲۱۴ھ میں آٹھ ماہ تک بصرہ میں رہا اور میرا ارادہ ایک سال قیام کرنے کا تھا لیکن میرا زادِ راہ ختم ہو گیا اور میں نے اپنے پہننے کے کپڑے فروخت کرنا شروع کر دیے، یہاں تک کہ میرے پاس کچھ نہ رہا۔ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مشائخ (حدیث) کا طواف کرتا رہا اور شام کو ان سے حدیثیں سنتا رہا۔ شام کو میں اور میرے دوست واپس آئے تو میں بھوک مٹانے کے لیے پانی پینے لگا۔ اگلی صبح پھر میرا ساتھی آ گیا اور پھر میں شدید بھوک کے باوجود حدیثیں سنتا رہا، پھر میرا ساتھی چلا گیا اور میں پھر بھوکا واپس آ گیا۔ جب اگلے روز وہ پھر آیا اور کہا کہ چلو مشائخ (حدیث) کے پاس چلتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو بے حد کمزور ہوں میں آج نہیں جا سکتا۔ اس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ دو دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ نصف سے میں تمھارے ساتھ تعاون کروں گا اور دوسرا نصف کرایے میں خرچ کریں گے۔ اس طرح اس نے مجھے نصف دینار دیا اور ہم بصرے سے روانہ ہوئے۔

۱۰۹

حافظ امام فضل بن محمد بن میتب بیہقی، شعرانی جنھوں نے بہت سے علمی سفر کیے اور ۲۸۲ھ میں انتقال کیا، بڑے ادیب، فقیہ، عابد اور مردم شناس تھے۔ ابن المؤمل نے کہا کہ "ہم کہا کرتے تھے کہ اندلس کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں باقی رہا جہاں طلب حدیث میں فضل شعرانی نہ گئے ہوں۔"[3]

۱۔ التھذیب، ج ۸، ص ۴۷۲۔

۲۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۳۶۳-۳۶۴۔

۳۔ تذک[illegible]فاظ، ص ۶۲۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۰

محمد بن میتب بن اسحٰق ارغیانی جن کا انتقال ۳۱۵ھ میں ہوا بے حد نیک وزاہد، حافظ اور بہت علمی سفر کرنے والے تھے۔ امام ابوعبداللہ حاکم کہتے ہیں "عبادت گزار اور مجتہد تھے"۔ ہم نے اپنے متعدد اساتذہ سے سنا کہ انھوں نے کہا "کوئی منبرِ اسلام ایسا باقی نہیں ہے جہاں میں حدیث سننے نہ گیا ہوں۔" اور ابواسحٰق مزکی نے کہا کہ میں نے محمد بن میتب کو کہتے ہوئے سنا کہ "میں مصر میں پھر رہا تھا اور میرے پاس سو اجزا تھے اور ہر جز ایک ہزار حدیثوں پر مشتمل تھا۔" اور میں نے ابوعلی حافظ کو کہتے ہوئے سنا "محمد بن میتب مصر میں چلتے تو ان کے پاس سو ہزار حدیثیں ہوتیں کیوں کہ ان کی تحریر بہت باریک تھی اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی"۔[۱]

۱۱۱

ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی اصبہانی خازن جو ابن المقری کے نام سے مشہور ہیں اور جنھوں نے بہت سے علمی سفر کیے، اصبہان کے محدث تھے، ثقہ اور حافظ تھے۔ ۳۸۱ھ میں انتقال کیا۔ بے شمار مشائخ سے احادیث سنیں چنانچہ ابوطاہر احمد بن محمود کہتے ہیں کہ میں نے چار مرتبہ مشرق ومغرب کا سفر کیا۔ ابن المقری کہتے ہیں:

"میں نے مفضل بن فضالہ کے ایک نسخے[۲] کے لیے ستر مرحلہ سفر کیا لیکن اگر وہ کسی نان بائی کو دیا جاتا تو اس کے بدلے ایک روٹی نہ دیتا۔" ابوطاہر بن سلمہ کہتے ہیں کہ "میں نے ابن مقری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے بیت المقدس کا دس مرتبے سفر کیا......"[۳]

۱۱۲

محدث، حافظ، محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندہ اصبہانی، جنھوں نے سفر علمی کیے اور ائمہ ثقات

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ص۷۸۹-۷۹۰۔ وہ یہ اجزا مستقل اپنے ساتھ رکھتے تھے تاکہ ہر وقت مطالعہ حدیث جاری رہے۔ حدیث کے ایک جز ایک کاپی کا ہوتا تھا۔

۲۔ نسخہ احادیث کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو ایک ہی سند سے مروی ہو۔ اور مرحلہ ایک دن کی مسافت ہوتی ہے۔

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ص۹۷۳-۹۷۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں سے تھے۔ ۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۱۸ھ کے بعد سماع حدیث شروع کیا۔ ۳۳۰ھ میں نیشاپور گئے اور ابو حامد بن بلال سے ملاقات کی اور اصم سے ایک ہزار خبر لکھے۔ پھر ابن البختری اور صفار سے ملاقات کی۔ دمشق میں خیثمۃ بن سلیمان اور ان کے طبقے کے لوگوں سے ملاقات کی۔ مکہ میں ابو سعید بن اعرابی سے ملے۔ مصر میں ابو طاہر مدینی سے اور بخارا، مرو، اور بلخ میں ایک جماعت (مشائخ) سے ملاقات کی۔ اقالیم میں گھومے اور اپنے ہاتھ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ لکھا۔ غرض چالیس سال سفر کیا جب واپس آئے تو خاصی عمر ہو چکی تھی۔ پھر شادی کی اور اولاد ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب اصبہان پہنچے تو ان کے ساتھ چالیس بوریاں کتابیں اور اجزا تھے۔ ابن مندہ نے کہا: ''میں نے ایک ہزار سات سو مشائخ سے حدیثیں سنیں۔''

ابن مندہ داعی سنت اور محافظ حدیث تھے، بہت سی احادیث انھوں نے روایت کیں۔ ۳۹۵ھ میں انتقال کیا۔ باطرقانی نے کہا ''ابن مندہ احادیث میں امام الائمہ تھے۔''[۱]

۱۱۳

حافظ، عالم ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی، جنھوں نے کثرت سے حدیثیں بیان کیں اور ۵۰۷ھ میں انتقال کیا۔ اور روئے زمین پر کوئی ان کی نظیر نہیں تھا۔ سلفی نے کہا کہ میں نے ابن طاہر کو کہتے ہوئے سنا:

''میں نے معاوضے پر سات مرتبہ صحیحین اور سنن ابو داؤد لکھی۔'' اور ابو مسعود عبد الرحیم حاجی فرماتے ہیں: ''میں نے ابن طاہر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ننگے پیر، پا پیادہ طلب حدیث کے لیے اس طرح سفر کرتا کہ گرمی پڑ رہی ہوتی اور کتابیں پشت پر ہوتیں جس سے مجھے دو مرتبہ پیشاب میں خون آنے کا مرض لاحق ہوا، ایک مرتبہ بغداد میں اور ایک مرتبہ مکے میں۔[۳]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۰۳۲۔ میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۴۷۹۔

۲۔ 'س' کے زیر اور 'ل' کے زبر سے۔ اصل لفظ فارسی کا ہے 'سہ لبی' یعنی تین ہونٹوں والا۔ کیونکہ ان کا اوپر والا ہونٹ پھٹ گیا تھا۔ بعض لوگ بے خبری میں اس کو 'سَلَفی' پڑھتے ہیں۔ (واسطی)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۲۴۲-۱۲۴۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۴

امام، حافظ، علم السنہ عبیداللہ بن سعید بن حاتم ابونصر سنجری، جو اپنے زمانے میں حدیث کے حافظ تھے۔ طلب حدیث میں آفاق میں سفر کیا اور ۴۴۴ھ میں انتقال کیا۔ حافظ ابواسحٰق حبال کہتے ہیں:

''میں ایک روز ابونصر سنجری کے پاس بیٹھا ہوا تھا، دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ میں نے دروازہ کھولا ایک عورت آئی اور اس نے تھیلی میں سے ایک ہزار دینار نکالے اور شیخ کے سامنے رکھ دیے اور کہا کہ جس طرح چاہو خرچ کرلو۔ انھوں نے کہا کہ کیا مقصود ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ سے شادی کرلو، مجھے نکاح کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اپنی یہ تھیلی لو اور چلی جاؤ۔ جب وہ چلی گئی تو کہنے لگے: ''میں بجستان سے طلب علم کے لیے نکلا تھا، اب میں شادی کر کے اپنی اس نیت کو بدلنا نہیں چاہتا اور نہ میں طلب علم پر کسی بات کو ترجیح دیتا ہوں۔''[۱]

۱۱۵

امام کبیر ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر حنظلی رازی نے متنوع علمی سفر کیے۔ ۲۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ فن حدیث، جرح وتعدیل، معرفت علل اور رجال میں محدثین کے امام تھے۔ ان کے صاحب زادے عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب تقدمة الجرح والتعدیل میں ان سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا:

جب پہلی مرتبہ میں طلب علم کے لیے نکلا تو سات سال سفر میں رہا اور میں نے ایک ہزار فرسخ سے زیادہ فاصلہ پیدل طے کیا، پہلے میں حساب لگاتا رہا لیکن جب میرا پاپیادہ سفر کا فاصلہ اس سے بڑھ گیا تو میں نے ترک کردیا۔ اور جو میں نے کوفہ سے بغداد کے سفر کیے ان کا تو شمار ہی نہیں ہے۔ اسی طرح مکے سے مدینے بے شمار مرتبہ گیا اور بحرین کے قریب

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۱۸، ۱۱۹۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صلا شہر سے مصر پیدل گیا، رملہ سے بیت المقدس گیا، رملہ سے عسقلان گیا، رملہ سے طبریہ گیا، طبریہ سے دمشق گیا، دمشق سے حمص گیا، حمص سے انطا کیہ گیا، انطا کیہ سے طرسوس گیا پھر طرسوس سے حمص واپس آیا، کیوں کہ ابوایمان کی حدیث کا کچھ حصہ باقی تھا، واپس آ کر وہ سنا پھر میں حمص سے بیسان گیا، بیسان سے رقہ گیا، رقہ سے سوار ہو کر بغداد پہنچا اور شام جانے سے پہلے واسط سے نیل اور نیل سے کوفہ پہنچا، اور یہ سارا سفر پیدل کیا۔ یہ میرا پہلا سفر تھا جو سات سال سے جاری تھا اور میری عمر اب بیس سال ہو چکی تھی۔ ۲۱۳ھ ہجری میں رمضان کے مہینے میں میں رَے سے نکلا اور ۲۲۱ھ کو واپس آیا۔''[۱]

۱۱۶

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا ''ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ وہیں مجھ پر شب بلوغ آئی۔ صبح کو میں نے اپنے ساتھیوں سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ سمندر میں نہالو۔ میں نے کہا مجھے تیرنا نہیں آتا۔ اس پر انھوں نے رسی میں باندھ کر مجھے پانی کی طرف لٹکا دیا۔ میں نے پہلے ہوا میں معلق رہتے ہوئے وضو کر لیا، پھر انھوں نے مجھے پانی میں چھوڑ کر اوپر اٹھالیا''۔[۲]

۱۱۷

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا:

جب ہم مدینہ منورہ سے داؤد جعفری کے پاس سے نکلے تو ہم بندرگاہ پہنچے۔ ہم تین افراد تھے۔ میں شیخ ابوزھیر مرورودی اور ایک نیشاپوری۔ ہم نے سمندری سفر شروع کیا تو باد مخالف چل رہی تھی جس کی بنا پر ہم تین ماہ سمندر میں رہے اور دل گرفتہ ہو گئے۔ زادِ راہ

۱۔ تقدمہ الجرح والتعدیل، ص ۳۶۹-۳۶۰۔

۲۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۳۶۴۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی ختم ہو گیا، بس معمولی سی مقدار باقی رہ گئی۔ جب ہم خشکی پر اترے تو پیدل چلنا شروع کیا حتیٰ کہ بقیہ زادِ راہ بھی ختم ہو گیا اور ایک شب و روز ہم بغیر کھائے پیے چلے۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزرا اور پھر تیسرا دن بھی اسی طرح گزرا۔ ہم شام تک چلتے اور جب شام ہوتی، جس طرح بھی ہوتے کہیں بھی پڑ رہتے۔ بھوک، پیاس اور تھکن سے جسم کمزور ہو چکے تھے۔ تیسرے دن کی صبح ہم نے ہمت کر کے چلنا شروع کیا تو شیخ مروروذی تو وہیں غش کھا کر گر گئے۔ ہم انھیں ہلا جلا کر دیکھتے رہے تو انھیں کوئی ہوش نہ تھا۔ ہم نے انھیں چھوڑا اور میں اور نیشاپوری چل پڑے۔ ایک دو فرسخ چلے تھے کہ میں کمزوری سے بے ہوش ہو کر گر پڑا، نیشاپوری مجھے چھوڑ کر چل دیے۔ وہ چلتے رہے کہ دور سے کچھ لوگ نظر آئے جن کی کشتی ساحل سے آ لگی تھی اور وہ بئر موسیٰ پر اتر گئے۔ نیشاپوری نے انھیں دیکھ کر کپڑا ہلایا تو وہ پانی لے کر آئے اور اسے پلایا۔ اب نیشاپوری نے بتایا کہ میرے دو ساتھی پیچھے بے ہوش پڑے ہیں۔

میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیے گئے تو میں نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ پانی پلاؤ انھوں نے مجھے تھوڑا سا پانی پلایا پانی پی کر میرا سانس واپس آیا لیکن میں سیراب نہیں ہوا میں نے کہا کہ مجھے اور پانی پلاؤ۔ انھوں نے مجھے اور پانی پلایا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے چلے۔ میں نے کہا کہ میرے پیچھے ایک اور شیخ پڑے ہیں۔ اس پر انھوں نے بتایا کہ ان کی جانب بھی کچھ لوگ جا چکے ہیں۔ بہر حال وہ مجھے لے کر چلے اور میں پیر گھسیٹتا ان کے پیچھے چلا۔ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا پانی پلاتے گئے یہاں تک کہ میں ان کی کشتی تک پہنچ گیا اور ہمارے ساتھی شیخ بھی آ گئے۔ انھوں نے ہمارے ساتھ حسنِ سلوک کیا اور ہم کچھ روز ان کے پاس رہے۔ تب ہمارے جسموں میں کچھ جان آئی۔ پھر انھوں نے ہمیں رایہ شہر کے والی کے نام خط لکھ کر دیا اور ہمیں کعک، ستو اور پانی دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم پھر چلنے لگے یہاں تک کہ ہمارے پاس پانی، ستو اور کعک[۱] ختم ہو گئے اور ہم ساحل پر پیدل چلنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم نے سمندر کے کنارے ایک بڑا سا کچھوا پڑا دیکھا۔ ہم نے پتھر اٹھا کر اس کی پشت پر مارا تو اس کی پشت کے دو ٹکڑے ہو گئے تو اس میں انڈے کی زردی جیسا مادہ نکلا، ہم نے سمندر کے کنارے سے سیپیاں اٹھائیں اور ان کی مدد سے وہ زردی چاٹنے لگے جس سے ہماری بھوک پیاس کچھ سرد ہوئی۔

ہم پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ رایہ شہر پہنچ گئے اور ہم نے وہ خط وہاں کے عامل کو دیا۔ اس نے ہمیں ٹھہرایا اور اچھا سلوک کیا۔ وہ ہمیں روزانہ کدو پیش کرتا اور اپنے خادم سے کہتا کہ انھیں مبارک یقطین (کدو) لا کر دو اور اس طرح وہ کئی روز تک ہماری کدو اور روٹی سے تواضع کرتا رہا۔ ہم میں سے ایک نے میزبان کو سناتے ہوئے فارسی میں کہا کہ تم بھنے ہوئے گوشت کی خواہش تو نہیں رکھتے۔[۲] اس پر اس نے کہا کہ میں فارسی سمجھتا ہوں کیوں کہ میری دادی ہروی تھی۔ بہر حال اس نے ہمیں گوشت کھلایا۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور اس نے ہمیں زادراہ دیا یہاں تک کہ ہم مصر پہنچ گئے۔''[۳]

تین اہم اقتباس

آخر میں ہم تین ائمہ کبار کی تحریروں کے اقتباسات دے رہے ہیں تا کہ اہل فکر و نظر کے لیے یہ سرمایہ علم بنیں اور ان کی علمی و دینی اور تہذیبی کاوشوں سے واقف ہوں اور علوم اسلامی کی ترقی اور فروغ میں اپنے بزرگوں کی سیرت میں پیروی کریں اور کتاب و سنت کی راہنمائی میں صحیح دینی شعور لوگوں میں بیدار کریں۔

۱۱۸

پہلا اقتباس امام ابن جوزی کا ہے۔ امام ابن جوزی محدث، حافظ، مفسر، صوفی، عالم عراق

۱۔ کعک: ایک مخصوص قسم کی موٹی روٹی ہے۔ جو دودھ، شکر اور آٹے سے ملا کر بناتے ہیں۔ برہان میں ہے: ''قرص نان روغنیست و آنرا بعربی کعک گویند'' روغنی ٹکیاں (واسطی)

۲۔ اصل الفاظ ہیں تلا تدعوا باللحم المشؤوم۔ کیا تم منحوس گوشت کو طلب نہیں کرو گے؟ غالباً یہ لفظ المشوی ہوگا۔ (واسطی)

۳۔ تقدمة الجرح والتعدیل، ص ۳۶۴-۳۶۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور واعظ تھے۔ان کا نام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد تھا اور ابن الجوزی کے نام سے مشہور ہوئے۔ متعدد علوم میں کئی تصانیف کیں جن کی مجموعی تعداد دو سو پچاس سے زاید ہے۔جن میں چھوٹے رسالے بھی ہیں اور زاد المسیر فی علم التفسیر جیسی بڑی تصانیف بھی ہیں۔ان کی مجالس وعظ میں بادشاہ اور وزرا بھی آیا کرتے تھے۔ان کے نواسے نے کہا کہ میں نے نانا جان کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک ہزار جلدیں لکھیں اور میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی اور بیس ہزار اسلام لائے۔

وقت کی اہمیت کا ان کو بہت احساس تھا اور وقت بالکل ضائع نہیں کیا کرتے تھے۔حتیٰ کہ جب کوئی ملاقات کے لیے آتا تو اس سے گفتگو کے دوران بھی چھوٹے موٹے کام کرتے رہتے کہ لکھنے کے لیے قلم تراش لیتے اور کاغذ کاٹ کر رکھ لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں اور ان کے عمل میں بہت برکت دی۔۵۹۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]

ذیل میں ان کی تصنیف صید الخاطر سے ایک اقتباس دیا جا رہا ہے:

میں نے لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی اکثریت خسارے میں ہے۔بعض ان میں سے وہ ہیں جو زمانہ شباب میں معصیتوں میں مبتلا رہے۔بعض وہ ہیں جنھوں نے حصول علم میں کوتاہی کی،اور بعض وہ ہیں جو لذات میں منہمک رہے۔یہ سب لوگ بڑھاپے میں افسوس کرتے ہیں اس بنا پر کہ انھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے اور کسی علمی فضیلت کے حصول سے قاصر رہے اور اب ہمتیں جواب دے چکی ہیں۔اس لیے بڑھاپے کا زمانہ افسوس وحسرت میں گزرتا ہے۔بوڑھے آدمی کو اگر گناہوں کا احساس ہو جائے تو وہ یہ افسوس کرتا ہے کہ ہائے میں نے کتنے گناہ کیے۔ورنہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اس کا زمانہ حصول لذت ختم ہو گیا۔

لیکن جس نے اپنی جوانی کا دور حصول علم میں گزارا ہو تو آخر میں اس کی تعریف وستایش ہوتی ہے اور وہ خود اپنے علمی کارناموں پر مسرور ہوتا ہے اور جو اسے علمی لذتیں حاصل

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ۴/۱۳۴۲-۱۳۴۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتی ہیں ان کے سامنے وہ لذات جسمانی کے عدم حصول کو بے حقیقت جانتا ہے۔ بلکہ حصول علم بجائے خود سرور انگیز ہوتا ہے اور کبھی کبھی مقاصد کے حصول کے لیے کی جانے والی مساعی زیادہ دل کش ہو جاتی ہیں۔

میں نے اپنی زندگی کا اپنے خاندان کے ان لوگوں سے موازنہ کیا جنھوں نے اپنی عمریں طلب دنیا میں صرف کیں۔ میں نے اپنا بچپن اور جوانی طلب علم میں صرف کی۔ لیکن میں ان نعمتوں سے محروم نہیں رہا جو ان کو حاصل ہوئیں، بلکہ میری زندگی ان کی زندگی سے بہتر، میری عزت ان کی عزت سے زیادہ ہے۔ جو علم مجھے ملا ان کے پاس اس کا کوئی بدل نہ تھا۔

یہ شیطانی خیال بھی آیا کہ علم کے حصول کے لیے کلفتیں اٹھانا پڑیں گے۔ لیکن میں نے اس خیال کو اس طرح رد کیا کہ علم سے حاصل ہونے والے فوائد ان کاوشوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ طلب علم کے اس دور کی مشقتیں مجھے بہت شیریں معلوم ہوتی ہیں۔

بچپن میں چند سوکھی روٹیاں لے کر طلب حدیث کے لیے نکلتا۔ نہر عیسیٰ پر بیٹھ کر روٹی کھانا چاہتا تو نہ کھائی جاتی اور ہر ٹکڑا چبا کر پانی پیتا۔ لیکن میری نظر صرف اپنے مقصد پر رہتی اور وہ مقصد اس صورت میں حاصل ہوا کہ میں اس حیثیت میں متعارف ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ان کے احوال و آداب اور احوال صحابہ و تابعین سے بہت زیادہ واقف تھا۔[1]

۱۱۹

دوسرا اقتباس ابو عبداللہ حاکم نیشا پوری، ابن البیع کا ہے۔

حاکم نیشا پوری ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے حصول علم میں مصروف ہوئے۔ مختلف ممالک کا سفر علمی کیا، لاتعداد محدثین سے حدیث سنی جن کی تعداد دو ہزار تک پہنچتی ہے۔ ۴۰۵ھ

۱۔ صید الخاطر، ۲۳۴-۲۳۵۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں انتقال ہوا۔

ابوعبداللہ حاکم امام، حافظ، عارف اور ثقہ تھے۔ علم بہت وسیع تھا۔ لوگ ان کی جلالت علمی کے قائل تھے، ان کے علم کی وسعت اور ان کے فہم کے رسا ہونے کی بنا پر لوگ ان کے پاس سفر کر کے جاتے۔ علمائے اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ حاکم نیشاپوری اسلام کی ان جلیل القدر شخصیات میں سے ایک ہیں، جن کی مساعی سے دین اسلام کی حفاظت ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے علوم حدیث کی اساس قائم کی اور معرفت علوم الحدیث جیسی وقیع کتاب تصنیف فرمائی۔[۱] شیخ طاہر جزائری فرماتے ہیں: ''اس کتاب میں بہت عمدہ فوائد ہیں اور اس فن کے لوگوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔''[۲] ابن خلدون کہتے ہیں ''علوم حدیث کے بہت بڑے علما میں سے ایک ابوعبداللہ حاکم ہیں جنھوں نے علوم حدیث میں تالیف کی اور اس فن کو پروان چڑھایا۔''[۳]

ذیل میں ان کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث کا ایک اقتباس دیا جا رہا ہے جس میں انھوں نے محدثین کی شان بیان فرمائی ہے:

محدثین کی جماعت، صالحین امت اور سلف کے راستے پر چلی ہے اور وہ اہل بدعت اور مخالفین سنت رسولؐ کے جواب دیتے رہے ہیں۔ انھوں نے گھر کی پرآسایش زندگی پہ حصول علمِ حدیث کی پرمشقت زندگی کو ترجیح دی اور اس کی خاطر دور دراز کے سفر کیے۔ احادیث وآثار جمع کیے اور اہل علم کی مجلسوں اور مساجد کو اپنی جائے سکونت بنایا اور شاہی مجلسوں اور پرآسایش زندگی سے اعراض کیا اور بدعت والحاد اور گمراہی وکج روی کے ہر راستے سے دور رہے۔

ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن محمد بن عقبہ شیبانی نے کوفہ میں، ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی حُنین نے، ہم سے بیان کیا عمر بن حفص بن غیاث نے، کہ میرے والد

۱۔ منهج النقد فی علوم الحدیث، ص ۵۸۔

۲۔ توجیه النظر، ص ۱۶۳۔

۳۔ مقدمة ابن خلدون، ص ۳۷۱۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کسی نے اصحابِ حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: ''یہ دنیا کے سب سے بہترین لوگ ہیں۔''

ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن جعفر نے، ہم سے بیان کیا ابوبکر محمد بن اسحٰق نے، کہ میں نے علی بن خشرم سے سنا کہ انھوں نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن عیاش کو کہتے ہوئے سنا کہ میری رائے میں اصحاب الحدیث سب سے بہتر ہیں، ان میں سے ایک صاحب میرے دروازے پر آ کر مجھ سے کوئی حدیث لکھتے ہیں، وہ چاہیں تو واپس جا کر جو چاہیں مجھ سے منسوب کر دیں، لیکن وہ جھوٹ نہیں بولتے۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں: ''دونوں ہی حضرات نے بالکل سچ کہا، بلاشبہ اصحاب الحدیث سب سے بہتر ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے حدیث نبویؐ کی خاطر دنیا ترک کر دی، تحریر حدیث کو غذا بنا لیا، سوال و جواب کو گفتگو اور علمی مذاکرے کو اپنی راحت کا سامان بنا لیا، اب بیداری ہی ان کی نیند، کھنگی ہی ان کی روشنائی، اور سنگر یزے ان کا تکیہ ہیں۔ جب ان کو اسناد عالیہ مل جاتی ہیں تو یہی ان کی آسایش اور سہولت ہوتی ہیں۔ ان کے ذہن سنت کی لذت سے آشنا، ان کے قلوب خوشی سے معمور، سنت کا حصول ان کا سرور، سارے اہل سنت ان کے بھائی اور تمام اہل بدعت ان کے دشمن ہیں۔[۱]

۱۲۰

تیسرا اقتباس اس کتاب الرحلة فی طلب الحدیث کے مصنف امام خطیب بغدادی کا ہے جو ان کی تصنیف شرف اصحاب الحدیث سے لیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو ارکان شریعت بنایا اور ان کے ذریعے ہر بری بدعت کو منہدم کیا۔ تو یہ اللہ کی مخلوق میں اللہ کے امین ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے درمیان واسطہ ہیں اور اس ملت کے محافظ و نگہبان ہیں۔ ان کے انوار و فضائل واضح اور

۱۔ معرفة علوم الحدیث، ص ۲-۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عام ہیں، ان کی آرا درست اور ان کے دلائل صحیح ہیں۔

لوگ اپنی خواہشوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں جب کہ اصحاب حدیث کتاب وسنت کے متبع ہیں۔ یہ خواہشوں اور اہوائے نفس کی طرف ملتفت نہیں ہوتے بلکہ احادیث رسول ہی ان کا ماخذ ومصدر ہیں۔ اصحاب حدیث صاحبان امانت وعدل ہیں۔ یہ دین کے محافظ اور علم کے علم بردار ہیں۔ حدیث کے بارے میں ان کا قول درست اور صحیح ہے۔ ہر عالم فقیہ ہر امام رفیع اور ہر زاہد اور صاحب فضیلت ان میں موجود ہے اور ہر قاری اور خطیب انھی میں سے ہوتا ہے۔ انھی کا راستہ صحیح ہے اور ان کے برخلاف رائے کے اظہار واعلان کی کسی میں جرأت نہیں ہے، کیوں کہ ان سے جو عداوت رکھتا ہے اللہ اس کی قوت ختم کردیتا اور اسے رسوا کردیتا ہے۔ غرض ہر وہ شخص جو دین کا طالب ہو انھی کا محتاج ہے۔

ہمیں خبر دی ابوبکر نے از معاویہ بن قرہ از والد خود از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپؐ نے فرمایا: ''میری امت میں کچھ افراد ایسے رہیں گے جو منصور ہوں گے اور جو ان کو رسوا کرنے والے ہوں گے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ تا آں کہ قیامت قائم ہو جائے۔[۱]

علی بن مدینی اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہ اصحابِ حدیث ہیں اور وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا اور حدیث کے محافظ ہیں کیوں کہ اگر یہ اصحاب نہ ہوتے تو ظاہر ہے کہ ہمیں معتزلہ، رافضہ اور جہمیہ کے پاس کوئی حدیث نہ ملتی۔

ابوبکر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو دین کا محافظ بنایا اور ان سے دشمنوں کے عناد کو دور فرمایا کیوں کہ یہ شرع متین کے پابند ہیں اور صحابہ وتابعین کے آثار پر چلنے والے ہیں۔ یہ حضرات احادیث یاد کرتے ہیں، اس کے لیے صعوبتیں برداشت کرتے اور پُر مشقت سفر کرتے ہیں۔ کبھی کسی غلط رائے یا غلط بات کی جانب متوجہ نہیں ہوتے بلکہ

۱۔ متفق علیہ بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج۹، ص۱۰۱۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انھوں نے قولاً وعملاً شریعت کو قبول کیا ہے۔ اسی کی اساس پر وہ قائم ہیں اور وہی اس کے اہل وحق دار ہیں۔ جب بے دین اور ملحد شریعت میں کوئی آمیزش کرنا چاہتے ہیں یہی اصحاب حدیث شریعت کی حفاظت کرتے ہیں۔ حدیث وسنت کے جملہ امور کی حفاظت یہی اصحاب کرتے ہیں اور یہی پوری طرح سنت کا دفاع کرتے ہیں، یہی حزب اللہ ہیں اور یہی کامیاب ہیں''۔[1]

......☆......☆......☆......

حقیقت یہ ہے کہ محدثین کرام جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حفاظت کی اور سنت نبوی کو بتمام وکمال اگلوں تک منتقل کیا یہ انسانی تاریخ کا عظیم الشان علمی معجزہ ہے۔ اور یہ معجزہ اس لیے ظہور پذیر ہوا کہ اللہ سبحانہ نے ذکر کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے اور فرمایا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ [الحجر ۹:۱۵]

آخر میں ہم یہ ضرور کہیں گے کہ محدثین کرام کے علمی اسفار کا استیعاب ممکن نہیں ہے اور اس کے لیے کئی مجلدات درکار ہیں۔ کیوں کہ ہر محدث نے حدیث کے لیے سفر کیا ہے اور کوئی محدث اس وقت تک محدث متصور نہیں ہوتا تھا جب تک وہ اساتذہ سے علم حاصل نہ کر لے اور ان سے سماع کے لیے سفر کر کے نہ جائے۔

امام خطیب بغدادی نے جو علمی اسفار کے واقعات بیان کیے ہیں وہ سب صرف ایک حدیث کی طلب کے بارے میں ہیں۔

آخر میں کچھ واقعات ہم نے استدراک میں بیان کیے ہیں لیکن وہ بھی تمام واقعات کا استیعاب نہیں کرتے بلکہ ایک حدیث کی طلب کے لیے کیے جانے والے علمی اسفار، بیان کردہ واقعات سے بہت زیادہ ہیں۔ غرض جو کچھ واقعات بیان ہوئے ہیں ان کا مقصود ان واقعات کا استقصا نہیں ہے بلکہ مطلوب عبرت وذکریٰ ہے تا کہ افراد امت مسلمہ اس عظیم ورثے کے ذریعے عزت حاصل کریں، طلب علم کے لیے مساعی کریں، علما امت سے حقیقی استفادہ کریں اور اس طرح احیائے امت کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

نورالدین عتر

۱۔ شرف اصحاب الحدیث: ص: ۸-۱۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشاریہ

وہ شخصیات کے جن کے مختصر حالاتِ زندگی اس کتاب کے مقدمے، استدراک اور حواشی میں بیان ہوئے۔

ا

ابراہیم بن نصر سوریانی ۱۱۲
احمد بن حمدان نیشاپوری ۱۵۰
احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی ۴۲ تا ۵۰
احمد بن فرح اشبیلی ۳۳
اربدہ تمیمی ۱۴۸
اسماعیل بن یحییٰ تیمی ۱۳۶
اسود بن یزید ۲۷، ۳۸، ۱۲۶
ایوب بن سوید رملی ۱۰۴
بخاری، محمد بن اسماعیل ۹۸، ۱۰۸
ابوبکر حمیدی ۷۷، ۱۳۷
بسر بن عبداللہ ۱۱۵
ترمذی، محمد بن عیسیٰ ۱۲۹
ابوالجارود عبسی ۹۴
ابن الجوزی ۶۸، ۱۶۱
حاکم نیشاپوری ۱۵۶، ۱۶۳
احمد بن حنبل ۸۱، ۹۸
احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی ۱۳۵
احمد بن عبداللہ جویباری ۶۷
احمد بن یوسف ۳۵
ابواسحٰق سبیعی ۲۵، ۱۱۶، ۱۴۸
ابواسماعیل مودب ۱۱۲
اوزاعی، عبدالرحمٰن بن عمرو ۱۰۱، ۱۲۸، ۱۲۹
علی بن زید ۱۰۶
ابوبکر برقانی ۳۵، ۴۳
ابوبکر بن مقری ۱۵۶
بہز بن حکیم ۱۰۴
ثابت بنانی ۱۲۳
ابوالجارود عنسی ۹۷
ابوحاتم رازی ۱۲۰، ۱۴۸، ۱۵۸
حسین بن ادریس ۱۰۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

حفص بن سلیمان ۶۹
حماد بن سلمہ ۱۳۰
ابوحنیفہ ۳۱، ۵۵
ابوداؤد طیالسی ۱۱۷
ابن دیلمی ۱۰۸
زید بن حباب عکلی ۱۲۱
زید بن وہب جہنی ۱۲۸
سعد بن معاذ ۵۹
ابوسعد مکی اعمٰی ۹۷
سعد بن میتب ۱۰۲
سفیان بن عیینہ ۲۹
سلمان فارسی ۵۸
سلیمان بن داؤد شاذکونی ۱۲۳، ۱۲۴
ابوسنان قسملی ۹۸
شعبہ بن حجاج ۱۱۶
صالح بن محمد [جزرہ] ۱۲۳، ۱۲۴
صنابحی، عبدالرحمٰن بن عسیلہ ۱۲۷
ابوعاتکہ ۶۶، ۶۷
عاصم بن ابی النجود ۷۴، ۷۵
ابوالعالیہ ۲۸
عباس بن یزید بحرانی ۱۳۱
عبداللہ بن داؤد خریبی ۱۳۳
عبداللہ بن زید جرمی ۱۱۳
عبداللہ بن عطاء ۱۱۷، ۱۱۸
عبداللہ بن مبارک ۷۹، ۱۲۰
عبداللہ بن محمد بن عقیل ۹۲
عبداللہ بن وھب بن مسلم ۱۳۲
عبدالرحمٰن بن ابراہیم مقدسی ۶۲
عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی ۹۷
عبدالرحمٰن بن مل ۱۰۵
ابوعبید قاسم بن سلام ۱۳۵
علی بن عاصم ۱۳۱
کثیر، مولٰی عقبہ، ابوالہیثم ۹۹
مالک بن انس ۳۳، ۱۱۷
محمد بن ابراہیم بن زیاد ۱۱۴
عطا بن سائب ۱۱۱
محمد بن اسحٰق بن یحیٰی (بن مندہ) اصبہانی ۱۵۶، ۱۵۷
محمد بن طاہر المقدسی ۲۷
محمد بن میتب بن اسحٰق ارغیانی ۱۵۶
محمد بن مہلب حرانی ۱۱۴
مسلم بن یسار ۹۷
میتب بن واضح تلمنسی ۱۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

معاویہ ۵۹
مکی بن ابراہیم ۱۳۴
منیب بن عبداللہ ۹۷
ابونصر سنجری ۱۵۸
محی الدین نووی ۳۳،۶۹
ہثیم بن جمیل بغدادی ۱۵۲
داؤد بن جمیل ۷۰،۷۱،۷۳
یحییٰ بن معین ۹۷،۹۸
یزید بن زریع ۱۳۱
یعقوب بن سفیان فسوی ۷۴، ۱۵۲، ۱۵۳
عکرمہ ۷۷
زیادہ بن منذر ۹۴
معمر ۳۵
منیب ۹۷
ابونعیم، فضل بن دکین ۲۸، ۱۵۴
نوف بکالی ۸۳
ہشیم بن بشیر واسطی ۹۹
ولید بن مسلم ۱۱۵
یحییٰ بن سعید قطان ۵۶،۱۲۹
یحییٰ بن یحییٰ تمیمی ۳۳
یعقوب بن اسحٰق عسقلانی ۶۷
یوسف، وان، اس ۳۸
ہارون بن عنترہ ۸۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابیات

قلمی کتب

حافظ محمد بن علی حسینی: الاکمال فی ذکر من له روایة فی مسند احمد
(دارالکتب الوقفیہ، حلب)

خطیب بغدادی: الاسماء المبهمه فی الانباء المحکمه
(الظاہریہ، دمشق)(استنبول)

عمرو بن صلاح: شرح صحیح المسلم

ابو جعفر محمد بن عقلی: الضعفاء (الظاهریه، دمشق)

حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی: المحدث الفاصل بین الراوی والواعی
(الظاہریہ)

محمد بن طاہر المقدسی: مسنالته العلوو النزول (الظاہریہ)

کتب مطبوعہ

وہبی سلیمان غاوَجی: ابوحنیفه النعمان

السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن

الغزالی: احیاء علوم الدین

ابن عبدالبر: الاستیعاب فی اسماء الاصحاب

ابن الاثیر: اسد الغابه فی معرفة الصحابه

ابن حجر: الاصابه فی تمیز الصحابه

toobaa-elibrary.blogspot.com

السخاوی: الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ

نورالدین عتر: الامام الترمذی والموازنة بین الجامع وبین الصحیحین

ابن کثیر: البدایة والنهایة

خطیب بغدادی: تاریخ بغداد

الکوثری: تانیب الخطیب لما ساقه فی ترجمة ابی حنیفه من الکاذیب

السیوطی: تدریب الراوی شرح تقریب النووی

ذہبی: تذکرة الحفاظ

برہان الحلبی: تذکرة الطالب المعلم بمن یقال انه مخضرم

المنذری: الترغیب والترهیب

حبیب الرحمٰن اعظمی: تصدیر مسند حمیدی

سید معظم حسین: تصدیر معرفة علوم الحدیث

احمد محمد شاکر: التعلیق علی مسند احمد

نورالدین عتر: التعلیق علی المغنی فی الضعفاء

ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم

الطبری: جامع البیان

ابوحاتم رازی: تقدمة الجرح والتعدیل

ابن حجر: تقریب التهذیب

ابن حجر: تهذیب التهذیب

المنذری: تهذیب سنن ابی داؤد

طاہر بن صالح جزائری: توجیه النظر

ابن عبدالبر: جامع بیان العلم وفضله

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوعیسیٰ: جامع الترمذی
محمد بن اسماعیل: جامع الصحیح الام البخاری
السیوطی: الجامع الصغیر
ابن ابی حاتم رازی: الجرح والتعدیل
عبدالہادی السندی: الحاشیه علی ابن ماجه
نورالدین عتر: الحج والعمره
ابونعیم اصبہانی: حلیة الاولیاء
یوسف العش: الخطیب بغدادی
محمود طحان: الخطیب البغدادی واثره فی علوم الحدیث
لیون بورشہ: دراسات فی السنة الاسلامیه
محمد خضر حسین: رسائل الاصلاح
سنن ابی داؤد السجستانی
السنن للامام الدارمی
سنن ابن ماجه، تحقیق فؤاد عبدالباقی
سنن نسائی
ابن عماد: شذرات الذهب فی اخبار من ذهب
العراقی: شرح الالفیه فی علوم الحدیث
شرح الجامع الصغیر
ملاعلی قاری: شرح شرح نحبة الفکر
حاکم نیشاپوری: المستدرک علی صحیحین
امام احمد: المسند

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوبکر حمیدی: المسند
اسد رستم: مصطلح التاریخ
یاقوت الحموی: معجم البلدان
حاکم نیشاپوری: معرفة علوم الحدیث
الذہبی: المغنی فی الضعفاء تحقیق نورالدین عتر
السخاوی: المقاصد الحسنه فی الاحادیث المشتهرة علی الالسنه
ابن خلدون: مقدمه ابن خلدون
ابن القیم: المنار المنیف فی الصحیح والضعیف
احمد البناء: منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد
نورالدین عتر: منهج النقد فی علوم الحدیث
الہیثمی: موارد الظمأن الیٰ زوائد بن حبان
الذہبی: میزان الاعتدال
ابن تغری بردی: النجوم الزاهره
ابن حجر: نزهة النظر شرح نحبة الفکر
الشوکانی: نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار
نورالدین عتر: هدی النبی فی الصلوات الخاصة
ابن خلکان: وفیات الاعیان وانباء انباء الزمان
ابن حجر: نزهة النظر شرح نحبة الفکر
خطیب بغدادی: شرف اصحاب الحدیث
مسلم بن حجاج: صحیح المسلم
ابن الجوزی: صیدا لخاطر

toobaa-elibrary.blogspot.com

السبکی: طبقات الشافعیة الکبریٰ

احمد بن حنبل: العلل ومعرفة الرجال

ابن صلاح: علوم الحدیث، تحقیق نور الدین عتر

صبحی الصالح: علوم الحدیث ومصطلحه

محمد حسناوی: عودة الغائب

ابن حجر: فتح الباری

السخاوی: فتح المغیث شرح الفیة العراقی فی علوم الحدیث

ابن حزم: الفصل فی الملل ولاهواء والنحل

المناوی: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر

عجلونی: کشف الخفاء ومزیل الالباس

الخطیب: الکفایة فی علم الروایة

السیوطی: اللآلی المضوعة فی الاحادیث الموضوعة

ابن حجر: لسان المیزان

العدوی: لقط الدرر حاشیة نزهة النظر

الہیثمی: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد

رامہرمزی: المحدث الفاصل

صفی الدین بغدادیؒ: مراصد الاطلاع

